وضو اور نماز کی عملی مشق

افادات

حضرت مولانا مفتی ابو القاسم نعمانی دامت برکاتہم العالیہ

مہتمم و شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند

ترتیب و تخریج

مفتی محمد مصعب قاسمی

مفتی دار الافتاء، دار العلوم دیوبند



للتحقیق والنشر

+91 97208 19131

وضو اور نماز کی عملی مشق

افادات

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی دامت برکاتہم العالیہ

مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند



للتحقیق والنشر

+91 97208 19131

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں ©

نام کتاب : وضواور نماز کی عملی مشق

افادات : حضرت اقدس مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی دامت برکاتہم مُہتَمِم وشَیخ الحَدِیث دَارُالعُلوم دِیُوبَند

ترتیب وتخریج: مفتی محمد مصعب قاسمی، مفتی دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

صفحات : ۲۲۴

آٹھواں اڈیشن: ۱۴۴۶ھ = ۲۰۲۴ء

ناشر : دارالمعارف النعمانیہ

رابطہ : مصعب نعمانی +91 9720819131

ای میل : musabnomani@gmail.com

ISBN 978-93-5913-644-8

ملنے کے پتے

- مکتبہ نعیمیہ دیوبند
- خانقاہ محمودیہ، مسجد بلال، مالتی باغ، بنارس
- برکات بکڈپو، حیدرآباد
- مکتبہ عثمانیہ راندیر، سورت، گجرات
- ضیاء الکتب، خیرآباد

فہرست

تقدیم

"وضو اور نماز کی عملی مشق" نامی رسالہ پہلی بار ۱۴۳۹ھ میں طبع ہوا تھا۔ اور اس کا پس منظر یہ تھا کہ بنارس میں خانقاہ محمودیہ میں معتکفین کے درمیان وضو، غسل، تیمم اور نماز وغیرہ کے مسائل بیان کرنے کا ایک سلسلہ عرصہ سے قائم ہے، جس میں ہر عمل کو سنت کے مطابق انجام دینے کے لیے عمل کا طریقہ بھی بیان کیا جاتا اور عمل کر کے دکھلایا جاتا۔

احباب کے مشورہ سے رمضان ۱۴۳۸ھ کا بیان جناب مولانا کمال اختر خیر آبادی نے ریکارڈنگ کی مدد سے تحریری شکل میں مرتب کر دیا، پھر جناب مفتی محمد مصعب قاسمی نے اس پر نظر ثانی کے ساتھ بہت سے اہم مسائل کا اضافہ کر دیا، رسالہ طبع ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس سے بہت نفع پہنچایا، بہت سی مساجد میں اس کے مضامین سنانے کا سلسلہ جاری ہو گیا، اس رسالہ میں مسائل فقہ کی مستند کتابوں سے اخذ کیے گئے مگر ان کے حوالے درج نہیں کیے گئے تھے۔

متعدد اہل علم احباب کا مشورہ ہوا کہ طبع ثانی سے پہلے کتاب کا گہرائی سے جائزہ لے کر ضروری ترمیم واصلاح اور اضافہ بھی کر دیا جائے اور تمام مسائل اور مضامین کے حوالے درج کر دیے جائیں جس سے کتاب کی استنادی حیثیت میں بھی اضافہ ہو جائے اور اہل علم کے لیے بوقتِ ضرورت مراجعت آسان ہو جائے۔

بندہ نے اس محنت طلب کام کی ذمہ داری دوبارہ عزیز گرامی جناب مفتی محمد

مصعب صاحب معین مفتی دارالعلوم دیوبند کے سپرد کی، جسے انھوں نے بشاشت کے ساتھ قبول کیا اور اپنے دیگر علمی مشاغل کے ساتھ دو سال کے عرصے میں کتاب کا گہرائی سے جائزہ لے کر تمام مسائل ہی نہیں دیگر مضامین کو بھی کتب فقہ و فتاوی اور اکابر علماء کی عبارتوں کے حوالوں سے مزین کر دیا۔

اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے اور امت کے لیے نافع بنائے، اور اس کتاب کی جمع و ترتیب اور تحشیہ و تحقیق میں شریک تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

کتاب؛ چوں کہ بیان کے مضامین پر مشتمل ہے اس لیے اس کی زبان خطابی اور عام فہم رکھی گئی، اس میں کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی، اہل علم سے گذارش ہے کہ اگر اب بھی اس کتاب میں کوئی مسئلہ خلافِ راجح یا غیر محتاط نظر آئے تو براہ کرم مطلع فرمادیں تا کہ دوبارہ مراجعت کر لی جائے۔

ابو القاسم نعمانی غفرلہٗ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۸ / شوال ۱۴۴۴ھ = ۲۹ / اپریل ۲۰۲۳ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

چند بنیادی اور ضروری باتیں

علم دین سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے:

«عن أنس رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قال: قال رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ»(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ علم دین حاصل کرنے کی کوشش کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کے لیے خواہ مرد ہو یا عورت، شہری ہو یا دیہاتی، امیر ہو یا غریب؛ دین کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور علم حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دین کی باتیں سیکھی جائیں اور عوام کے لیے اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ کسی ماہر عالمِ دین سے معتبر کتابیں سننے کا اہتمام کیا کریں اور اگر خود پڑھنا جانتے ہوں تو خود بھی پڑھ سکتے ہیں؛ لیکن جہاں شبہ پیدا ہو تو کسی اچھے جاننے والے سے پوچھ لیں اور سمجھ لیں۔ (۲)

نماز نہ سیکھنے پر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اظہار افسوس:

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ لکھتے ہیں کہ

---

(۱) ابن ماجہ، رقم: ۲۲۴

(۲) حیاۃ المسلمین، روح دوم، ملخصا

افسوس کہ آج ہمارے معاشرے میں اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت اتنی بڑھ گئی ہے کہ نماز جیسی اہم عبادت جو روزانہ پانچ بار پڑھنا فرض ہے اور اس کو پڑھتے ہوئے شرائط و ارکان کے ہر جزء اور ہر موقع پر بے شمار صورتیں پیش آتی ہیں؛ مگر اس کے باوجود بہت کم دیکھا جاتا ہے کہ اِن احکام و مسائل کو لوگ دریافت کرتے ہوں۔ (۱)

حضرت مفتی محمد شفیع قدس سرہ کا ایک سبق آموز ملفوظ:

ہمارے بزرگوں میں دار العلوم دیوبند کے سابق صدر مفتی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی تراسی سال کی عمر میں وفات ہوئی، بچپن سے دین ہی پڑھنا شروع کیا، ساری عمر دین ہی کی تعلیم دی اور فتوے لکھے، ایک مرتبہ فرمایا کہ میری ساری عمر فقہ پڑھنے پڑھانے میں گزری؛ لیکن اب بھی بعض اوقات نماز پڑھتے ہوئے ایسی صورتِ حال پیدا ہو جاتی ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کیا کروں؛ چناں چہ نماز پڑھنے کے بعد کتاب دیکھ کر یہ پتہ لگاتا ہوں کہ میری نماز درست ہوئی یا نہیں ؟ لیکن میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ کسی کے دل میں یہ خیال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ نماز درست ہوئی یا نہیں ؟ بس پڑھ لی اور سنت کے مطابق ہونے یا نہ ہونے کا خیال تو بہت دور کی بات ہے۔

اتباعِ سنت کی اہمیت:

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ریاض الصالحین میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل فرمائی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسا وعظ فرمایا کہ اس کو سن کر لوگوں کے دلوں میں کپکپی آنے لگی، دل ڈرنے لگے اور لوگوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے،

(۱) اصلاح انقلاب امت، ص: ۱۲۸

اس وعظ میں آپ نے دوسری نصیحتوں کے ساتھ ایک تاکیدی نصیحت یہ بھی فرمائی کہ ہمیشہ اتباعِ سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھنا۔ (۱)

علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا اقرب ترین راستہ اتباعِ سنت ہے؛ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ﴾ (۲) یعنی اللہ تعالیٰ سے محبت کا راستہ یہ ہے کہ تم میری اتباع کرو، تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تم اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاؤ گے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ "سنت" کی خاصیت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے یہاں محبوبیت پیدا ہوتی ہے؛ چوں کہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں، لہٰذا جو شخص آپ ﷺ کے طریقے کی اتباع کرے گا، اس کو بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں محبوبیت حاصل ہوگی اور جس طرح اللہ تعالیٰ سے محبت کا اظہار اتباعِ سنت کے بغیر نہیں ہو سکتا، اسی طرح حضور ﷺ سے محبت کا دعویٰ بھی اتباعِ سنت کے بغیر معتبر نہیں ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری سنت سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی، وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ بندے کو آپ کی سنت سے محبت ہو۔ (۳)

سنت کے مطابق نماز سیکھنے کی تاکید:

یوں تو دین کے ہر شعبے سے متعلق سنتوں کو جاننا اور ان پر عمل کرنا چاہیے؛ لیکن

(۱) ریاض الصالحین، باب في الامر بالمحافظة علی السنة، حدیث نمبر:۱۵۷

(۲) سورہ آل عمران:۳۱

(۳) نشر الطیب، ص: ۲۴۶، لاہور

دینِ اسلام کے ضروری عقائد جان لینے کے بعد سب سے پہلے ایک مسلمان کو سنت کے مطابق نماز سیکھنی چاہیے؛ اس لیے کہ نماز؛ دین اسلام کی پہچان اور اس کا ستون ہے اور قرآن وحدیث میں نماز کو اچھی طرح پڑھنے کی تاکید بھی آئی ہے اور نماز کے آداب کا خیال نہ کرنے پر حضور ﷺ نے ناراضگی ظاہر فرمائی ہے، اگر نماز سنت کے مطابق پڑھی جائے تو اس میں الگ سے نہ زیادہ وقت صرف ہوتا ہے اور نہ زیادہ محنت و مشقت لگتی ہے؛ تھوڑی توجہ سے ہماری نماز سنت کے نور سے منور ہوسکتی ہے، پھر ان شاء اللہ ہم ساری زندگی نماز کی برکتیں محسوس کریں گے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے نماز کیسے سیکھی ؟:

جس طرح ہمیں رسول اللہ ﷺ کے ذریعے وضو اور نماز کا حکم ملا، اسی طرح وضو اور نماز ادا کرنے کا طریقہ بھی حضور ﷺ نے امت کو سکھلایا، سب سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نماز کا طریقہ حضور ﷺ سے براہ راست سیکھا، پھر صحابہ کرام سے تابعین نے اور تابعین سے تبع تابعین نے؛ اسی طرح تسلسل کے ساتھ نماز سیکھنے سکھانے کا طریقہ تعامل کے ذریعے اب تک چلا آرہا ہے، کسی ایک حدیث میں نماز کا پورا طریقہ بیان نہیں کیا گیا ہے، فقہائے کرام کا اِس امت پر بڑا احسان ہے کہ انھوں نے جس طرح شریعت کے احکام کی تشریح کی، اسی طرح شرعی احکام کو مدون و مرتب بھی کیا اور خاص طور پر عبادات کا طریقہ اور ان کا پورا خاکہ؛ حضور ﷺ کی احادیث، صحابہ کرام اور تابعین عظام کے عمل کو سامنے رکھتے ہوئے امت کے سامنے واضح طور پر پیش فرمادیا؛ چناں چہ نماز پڑھنے کی پوری ترکیب شروع سے آخر تک فقہ کی کتابوں میں صفۃ الصلاۃ کے عنوان سے لکھی گئی ہے، یہ فقہائے کرام کا بڑا کارنامہ ہے، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور حدیث

کے دوسرے مشہور ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے بھی اپنے شیوخ اور فقہائے کرام سے نماز کا مسنون طریقہ سیکھا تھا، اگر فقہائے کرام ایسا نہ کرتے اور ہر شخص کو مکلف بنایا جاتا کہ حدیث کی کتابوں سے نماز کا طریقہ سیکھو تو سوچنا چاہیے کہ کتنی مشکل پیش آتی۔(۱)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ وضواور نماز؛ اسلام کی ایسی عبادتیں ہیں، جن کو مشق کے ذریعے سیکھنے کا سلف کے زمانے سے معمول رہا ہے، لہذا ہمیں بھی ان عبادتوں کو مشق کے ذریعے کسی جاننے والے سے سیکھنا چاہیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وضواور نماز کی عملی مشق کرائی تھی، آپ نے وضو کرنے کے بعد فرمایا: یہ میرا اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کا وضو ہے۔(۲) اور ایک موقع پر فرمایا کہ نماز اس طرح پڑھو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔(۳)

دورِ صحابہ میں وضواور نماز کی مشق کرانے کا معمول:

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی دوسروں کو وضواور نماز کی تعلیم عملی مشق کے ذریعے دی تھی، بخاری شریف میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا واقعہ مذکور ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے وضو کا پانی منگایا اور پھر مکمل وضو کرکے دکھایا اور فرمایا کہ: «رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يتوضأ نحو وضوئي هذا» میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔(۴)

(۱) حاشیہ الامام ابن ماجہ و کتابہ السنن، ص: ٨٦ تا ٩٠، تحقیق: شیخ عبد الفتاح ابو غدہ، مکتبہ الاتحاد، دیوبند، اختلاف امت اور صراط مستقیم: ۳۱۲/۲ تا ۳۱۴، مکتبہ لدھیانوی، کراچی، وحدت امت اور اتباع سنت ملخصا، نقد و نظر: ۲۴۵/۵ تا ۲۴۷ ملخصا، مکتبہ ختم نبوت، کراچی

(۲) مشکاۃ، رقم: ۴۲۴

(۳) مشکاۃ، رقم: ٦٨٣

(۴) بخاری، رقم: ۱۶۴

اسی طرح ابو داؤد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ تفصیل سے مذکور ہے کہ ایک مرتبہ نماز پڑھنے کے بعد آپ نے وضو کا پانی منگایا، لوگوں نے پوچھا کہ آپ نماز پڑھ چکے ہیں، اب پانی کیوں منگا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں وضو کا (مسنون طریقہ) سکھانا چاہتا ہوں، پھر آپ نے عملاً پورا وضو کرکے دکھایا اور آخر میں فرمایا کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح وضو سیکھنا پسند کرتا ہو، وہ اسی طرح وضو کرے جیسا میں نے ابھی وضو کرکے دکھایا ہے۔[1]

نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں سے نماز کے بارے میں فرماتے تھے: «أَلاَ أُصَلِّيْ بِكُمْ صَلاَةَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟»[2] کیا میں تمہیں وہ نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے، اس سے اندازہ لگانا چاہیے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا کتنا استحضار تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دوسروں کو سکھانے کی کتنی فکر رہتی تھی۔

نماز کے مروج و متعارف طریقہ کا ثبوت:

آج ہم جس طریقے کے مطابق نماز پڑھتے ہیں، اگرچہ ہم اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے بہت سی سنتوں پر عمل نہ کرتے ہوں؛ لیکن ہمارے علماء اور مفتیان کرام جو طریقہ بتلاتے ہیں، بلاشبہ وہ نماز کا مسنون طریقہ ہے، یہ وہی طریقہ ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا، اس کی کچھ تفصیل یہاں ذکر کی جاتی ہے، اچھی طرح ذہن نشین کرلیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جو حضرات مستقل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے جیسے خلفائے راشدین وغیرہ، یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہوتے تھے، ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اور آپ کے دن ورات کے اعمال کو جس گہرائی اور باریکی کے ساتھ دیکھنے

---

(۱) ابو داؤد، رقم: ۱۱۱

(۲) ترمذی، رقم: ۲۵۷

کا موقع ملا، وہ دوسروں کو نہیں مل سکا، مقرب صحابہ کرام میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر و حضر کے خادم تھے، آپ کا لقب ہی صاحب النعلین پڑ گیا تھا(۱) حتیٰ کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم بہت دنوں تک حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور آپ کی والدہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا آدمی سمجھتے تھے؛ کیوں کہ وہ بہت کثرت سے آپ کے گھر آتے جاتے تھے۔(۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد صحابہ کرام دین کی تعلیم دینے کی غرض سے مختلف علاقوں میں پھیل گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دین و شریعت کی تعلیم دینے کے لیے اہتمام کے ساتھ کوفہ روانہ فرمایا اور کوفہ والوں کو ان سے دین کا علم حاصل کرنے اور ان کے طریقے پر چلنے کا مکلف بنایا، عہدِ فاروقی اور عہدِ عثمانی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا زیادہ تر قیام کوفہ ہی میں رہا، آپ نے کوفہ میں ایسی علمی فضا قائم فرمائی کہ کوفہ عالم اسلام کا ایک عظیم الشان علمی مرکز بن گیا حتیٰ کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس شہر کو اپنا دارالخلافہ قرار دیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی کوفہ کو اپنا مسکن بنایا، جن میں ستر بدری صحابہ کرام بھی تھے، کوفہ والوں نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دین و ایمان اور قرآن و حدیث کا علم سیکھا، جس میں انھوں نے نماز بھی سیکھی، پھر اسی شہر میں ۸۰ھ میں امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے، اُس وقت کوفہ میں بعض صحابہ کرام باحیات تھے، حضرت امام صاحب کو بعض صحابہ کرام کی زیارت اور ان سے روایت کا شرف حاصل ہوا، اس کے علاوہ حضرت امام صاحب کو بہت سے ایسے تابعین کی صحبت نصیب ہوئی

(۱) بخاری، رقم: ۳۹۶۱

(۲) بخاری، رقم: ۳۷۶۹

جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تربیت یافتہ تھے، حضرت امام صاحب نے ایسے انہماک کے ساتھ حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی کہ حدیث وتاریخ کے مشہور امام حافظ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: حضرت امام صاحب نے جس قدر علم حاصل کیا، دوسروں کو حاصل نہ ہوسکا، یہاں تک کہ آپ کے شیخ و استاد حضرت حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ۱۲۰ھ میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جامع کوفہ کی اس مشہور علمی درسگاہ میں مسند فقہ وعلم پر جلوہ آرا ہوئے کہ جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے باقاعدہ طور پر چلی آرہی تھی۔

پس نماز کا جو عملی طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے چلا آرہا تھا، جس کو آپ کے نہایت مقرب صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کوفہ والوں کو سکھلایا تھا، اس طریقے کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا موقع حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو خوب ملا، لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ نماز جو آپ نے عملی طور پر صحابہ کو پڑھ کر سکھائی تھی اور صحابہ نے عملی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی تھی، اس سے سب سے زیادہ قریب نماز کا وہی طریقہ ہے جو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے اور آپ کے شاگردوں کے واسطے سے ہم تک پہنچا ہے۔ (۱)



(۱) مستفاد از: حاشیہ الامام ابن ماجہ وکتابہ السنن، ص: ۸۶ تا ۹۰، تحقیق: شیخ عبد الفتاح ابو غدہ، مکتبہ الاتحاد، دیوبند، وحدت امت اور اتباع سنت ملخصا

استنجا

استنجا اور وضو کا مسنون طریقہ بھی جاننا ضروری ہے:

نماز کو کامل بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اس سے پہلے دو عمل کو بھی سنت و شریعت کے مطابق کیا جائے، ایک: استنجا اور دوسرے: وضو؛ اس لیے کہ حضور ﷺ نے وضو کو نماز کی کنجی بتلایا ہے[1] اور چوں کہ وضو سے پہلے عموماً استنجا بھی کیا جاتا ہے، اس لیے وضو سے پہلے استنجا کا مسنون و مستحب طریقہ بھی جان لینا چاہیے، بسا اوقات استنجا صحیح نہ ہونے کی وجہ سے نہ وضو صحیح ہوتا ہے اور نہ نماز ہی ادا ہوتی ہے؛ خلاصہ یہ ہے کہ نماز کو کامل و مکمل بنانے کے لیے استنجا اور وضو کا مسنون طریقہ سیکھنا اور ضروری مسائل کو جاننا بھی ضروری ہے۔

استنجے سے متعلق نبوی تعلیمات:

حدیث کی کتابوں میں استنجے کے بارے میں کثرت سے ہدایات وارد ہوئی ہیں، یہود مدینہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے اسلام پر طنز کرتے ہوئے کہا تھا کہ تمہارے نبی نے تم لوگوں کو ساری ہی باتیں سکھلائی ہیں، یہاں تک کہ استنجے کا طریقہ بھی؟ اس کے جواب میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ ہاں بیشک! انھوں نے ہم کو سب ہی کچھ سکھایا ہے اور استنجے کے متعلق ضروری ہدایات دی ہیں، یعنی جس طرح کھانا پینا انسان کی بنیادی

(۱) ترمذی، رقم: ۴

ضرورتوں میں سے ہے، اسی طرح پاخانہ پیشاب بھی ہر انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے، نبی برحق حضرت محمد ﷺ نے جس طرح زندگی کے دوسرے کاموں اور شعبوں میں ہدایات دی ہیں، اسی طرح طہارت واستنجے کے طریقوں کے بارے میں بھی تفصیل سے بتایا ہے کہ یہ مناسب ہے، یہ نامناسب، یہ درست ہے اور یہ نادرست۔ (۱)

محدثین نے لکھا ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حکمت سے بھرپور جواب دیا، یہود نے جس صفت کو طنز اور تمسخر کے طور پر پیش کیا تھا، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اسی صفت سے حضور ﷺ کی مدح فرمائی۔

استنجے کا مسنون ومستحب طریقہ:

❖ ایک مسلمان کے لیے بہتر یہ ہے کہ استنجے کا تقاضا زیادہ ہونے سے پہلے ہی بیت الخلا میں چلا جائے، بسا اوقات شدید تقاضے کے باوجود آدمی دوسرے کاموں میں لگا رہتا ہے، ایسا نہیں کرنا چاہیے، جب تقاضا ہو، فوراً فراغت حاصل کرلینی چاہیے۔ (۲)

❖ جب بیت الخلا میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو شیاطین سے بچنے کے لیے یہ دعا پڑھے: «بِسمِ الله، اللّٰهُمَّ إنِّي أعُوذُ بِكَ مِنَ الخُبُثِ والْخَبَائِثِ»

حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص بیت الخلا میں جاتے وقت بسم اللہ کہے تو بنی آدم کی شرمگاہ اور جنوں کی آنکھوں کے درمیان پردہ حائل ہوجاتا ہے۔ (۳)

ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بیت الخلا؛ شیاطین اور

---

(۱) معارف الحدیث: ۳۱/۳، ۳۲، دارالاشاعت، کراچی

(۲) صحیح ابن حبان، رقم: ۲۰۷۴

(۳) ترمذی، رقم: ٦٠٦

جنات کے حاضر ہونے کی جگہ ہے، اس لیے جب کوئی پاخانہ کو جانا چاہے تو یہ کہے: «اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الخُبُثِ والخَبَائِثِ» (اے اللہ میں ناپاک جنوں اور ناپاک جنیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (۱)

بیت الخلا میں جانے کی دعا کی خاص حکمت:

جس طرح فرشتوں کو طہارت و نظافت اور ذکر اللہ سے اور ذکر و عبادت کے مقامات سے خاص مناسبت ہے اور وہیں ان کا جی لگتا ہے، اسی طرح شیاطین جیسی خبیث مخلوقات کو گندگیوں سے اور گندے مقامات سے خاص مناسبت ہے اور وہی ان کے مراکز اور دلچسپی کے مقامات ہیں، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے امت کو یہ تعلیم دی کہ قضائے حاجت کی مجبوری سے جب کسی کو ان گندے مقامات میں جانا ہو تو پہلے وہاں رہنے والے خبیثوں کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے، اس کے بعد وہاں قدم رکھے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ نہ ذکر و عبادت کے مقامات میں ہم فرشتوں کی آمد اور ان کے نزول کو محسوس کرتے ہیں اور نہ گندے مقامات پر ہمیں شیاطین کے وجود کا احساس ہوتا ہے؛ لیکن صادق و مصدوق حضرت محمد ﷺ نے اس کی خبر دی ہے اور اللہ کے بعض بندے اس کے خاص فضل سے ان حقیقتوں کو کبھی کبھی خود بھی اسی طرح محسوس کرتے ہیں اور اس سے ان کے ایمان کی بڑی ترقی ہوتی ہے۔ (۲)

استنجے کے آداب:

- بیت الخلا میں بائیں پاؤں سے داخل ہو اور دائیں پاؤں سے نکلے۔
- کھڑے کھڑے کپڑے نہ اتارے؛ بل کہ بیٹھتے ہوئے کپڑے اتارے۔

---

(۱) ابو داؤد، رقم: ٦

(۲) معارف الحدیث: ۳۶/۳، دار الاشاعت، کراچی

- بیٹھنے میں یہ خیال کرے کہ قبلہ کی جانب منہ اور پیٹھ نہ ہو۔
- بائیں پاؤں پر زور دے کر بیٹھے؛کیوں کہ اس طرح بیٹھنے سے فراغت میں آسانی ہوتی ہے۔
- کشادہ ہو کر بیٹھے،یعنی دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ رکھ کر کشادگی سے بیٹھے۔
- جب قضائے حاجت (پیشاب،پاخانہ) سے فارغ ہو جائے، تو پاکی حاصل کر لے۔
- جو کچھ گندگی ہو اس کو بہا دے۔
- مستحب یہ ہے کہ پہلے ڈھیلے یا ٹشو پیپر سے استنجا کرے پھر پانی استعمال کرے۔
- ستر کی جگہ پر پانی آرام سے ڈالے، تاکہ چھینٹیں نہ اڑیں۔
- ستر دھلنے میں بایاں ہاتھ استعمال کرے۔
- بڑے استنجے میں پہلے پیشاب گاہ دھوئے، پھر پاخانے کی جگہ۔
- اگر روزہ دار نہ ہو، تو دھونے اور ملنے میں مبالغہ کرے۔
- پھر دیوار یا زمین پر ہاتھ ملے۔ (ہاتھ کو دیوار یا زمین پر رگڑنے کے بجائے اب یہ کام صابن سے بھی لیا جاسکتا ہے؛کیوں کہ اس سے بھی بو زائل ہو جاتی ہے)۔
- آخر میں تین دفعہ ہاتھ دھو کر دائیں پاؤں سے باہر آئے اور یہ دعا پڑھے:

«غُفْرَانَكَ الحَمْدُ للهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنِّي الأَذٰى وَعَافَانِي»

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی قضائے حاجت سے فارغ ہوتے تو «غُفْرَانَكَ» کہتے تھے،یعنی: اے اللہ میں تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں۔(۱)

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب

(۱) سنن کبری للنسائی، رقم: ۹۸۲۵

قضائے حاجت سے فارغ ہوتے تھے تو یہ دعا پڑھتے: «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَذْهَبَ عَنِّيْ الْأَذٰى وعَافَانِيْ»[۱]

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جس نے مجھ سے گندگی دور کی اور مجھے راحت وعافیت بخشی۔[۲]

بیت الخلا سے نکلنے کی دعا کی حکمت:

قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ کی اس مغفرت طلبی کی متعدّد توجیہیں کی گئی ہیں، سب سے زیادہ لطیف اور دل کو لگنے والی توجیہ یہ ہے کہ انسان کے پیٹ میں جو گندہ فضلہ ہوتا ہے، وہ ہر انسان کے لیے ایک قسم کے انقباض اور گرانی کا باعث ہوتا ہے اور اگر وہ وقت پر نہ نکلے تو اس سے طرح طرح کی تکلیفیں اور بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں اور اگر تقاضے کے مطابق پوری طرح فارغ ہوجائے تو آدمی ایک ہلکاپن اور ایک خاص قسم کا انشراح محسوس کرتا ہے اور اس کا تجربہ ہر انسان کو ہوتا ہے، اسی طرح سمجھنا چاہیے کہ صحیح احساس رکھنے والے عارفین کے لیے بالکل یہی حال گناہوں کا ہے، وہ ہر طبعی انقباض اور دنیا کے ہر اندرونی اور بیرونی بوجھ اور ہر گرانی سے زیادہ گناہوں کے بوجھ اور ان کی گرانی اور اذیت کو محسوس کرتے ہیں اور گناہوں کے بارے میں اپنی پیٹھ کے ہلکا ہونے کی فکر ان کو بالکل ویسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ ہم جیسے عام انسان کو پیٹ اور آنتوں سے گندے فضلہ کے خارج ہوجانے کی، پس رسول اللہ ﷺ جب اس بشری تقاضے سے فارغ ہوتے اور انسانی فطرت کے مطابق طبیعت ہلکی اور منشرح ہوتی تو مذکورہ بالا احساس کے مطابق اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے کہ جس طرح تو نے اس گندے فضلہ کو میرے جسم

---

(۱) سنن کبریٰ للنسائی، رقم: ۹۸۲۴

(۲) مستفاد: نور الایضاح، ص: ۱۶ تا ۲۱، بشریٰ، کراچی

سے خارج کرکے میری طبیعت کو ہلکا کردیا اور مجھے راحت و عافیت عطا فرمائی، اسی طرح میرے گناہوں کی پوری پوری مغفرت فرماکر میری روح کو پاک صاف اور گناہوں کے بوجھ سے میری پیٹھ کو ہلکا کردے۔ (۱)

❖ بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت سرڈھاکنا اور چپل یا جوتے پہننا مستحب ہے۔ (۲)

حدیث میں ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ بیت الخلا جاتے، تو اللہ تعالیٰ سے حیا کی وجہ سے سرڈھانک لیتے تھے اور جوتے پہن لیتے تھے۔ (۳)

❖ اگر جگہ ایسی ہے جو قضائے حاجت کے لیے ہی بنائی گئی ہے، جیسے بیت الخلا، تو وہاں داخل ہونے سے پہلے ہی دعا پڑھ لینی چاہیے اور اگر بیت الخلا صاف ستھرا ہو، جہاں گندگی نہ ہو، جیسے فلش، تو ایسے بیت الخلا میں داخل ہونے کے بعد بھی ستر کھولنے سے پہلے زبان سے دعا پڑھنے کی گنجائش ہے اور اگر جگہ ایسی ہو جو قضائے حاجت کے لیے نہ بنائی گئی ہو، جیسے میدان، جنگل وغیرہ، تو وہاں ستر کھولنے سے پہلے دعا پڑھنی چاہیے اور اگر اٹیچ باتھ روم ہو، تو اس کے دو حصے ہوتے ہیں، ایک تو وہ جہاں قضائے حاجت کی جگہ ہوتی ہے، دوسرے وہ جگہ جہاں غسل کیا جاتا ہے یا واش بیسن لگایا جاتا ہے، تو جو قضائے حاجت کی جگہ ہے، وہاں پہنچنے سے پہلے دعا پڑھ لے اور جو غسل کی جگہ یا واش بیسن کی جگہ ہوتی ہے، وہاں وضو کی دعائیں یا بیت الخلا کی دعا پڑھ سکتے ہیں۔ (۴)

❖ اگر بیت الخلا میں داخل ہونے سے پہلے دعا پڑھنا بھول جائے اور ستر کھول لیا ہو، تو اپنے دل میں دعا پڑھے، زبان سے نہیں۔

---

(۱) معارف الحدیث: ۳/۳۷، دار الاشاعت، کراچی
(۲) فتاوی ہندیہ: ۱/۱۰۶، زکریا، دیوبند
(۳) اعلاء السنن: ۱/۴۵۰، باب آداب الاستنجاء، اشرفیہ، دیوبند
(۴) مستفاد از حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۵۱، دار الکتاب، دیوبند

❖ اگر بیت الخلا میں بات کرنے کی ضرورت پیش آجائے، توبقدرِ ضرورت بات کی جاسکتی ہے، بعض لوگ بات کرنے کو جو بالکل ناجائز اور حرام سمجھتے ہیں، وہ صحیح نہیں ہے؛ بلا ضرورت بات کرنا ناپسندیدہ ضرور ہے، مگر ناپسندیدہ ہونا اور بات ہے اور حرام ہونا اور بات ہے۔(۱)

❖ قضائے حاجت کے لیے ستر؛ زمین سے قریب تر ہوتے ہوئے کھولنا چاہیے حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ جب تک زمین سے قریب نہ ہو جاتے، اس وقت تک ستر نہ کھولتے تھے۔(۲)

البتہ یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ کپڑے ناپاک نہ ہوں، اگر بیٹھتے وقت ستر کھولنے میں کپڑوں کے ناپاک ہونے کا خوف ہو، توبقدرِ ضرورت پہلے ہی ستر کھول سکتے ہیں۔(۳)

❖ استنجے میں استبراء ضروری ہے، یعنی اس بات سے اطمینان کرلینا ضروری ہے کہ پیشاب کے قطرے آنا بند ہو گئے ہیں، فقہائے کرام نے اس کے مختلف طریقے بیان کیے ہیں، مثلاً: کھنکارنا، وغیرہ؛ لیکن کوئی خاص طریقہ متعیّن نہیں ہے؛ بل کہ طبیعت کا مطمئن ہو جانا اصل ہے، اس کے لیے ڈھیلا یا ٹشو پیپر استعمال کرنا چاہیے، بعض لوگ باوجود اس کے کہ ان کو دیر تک قطرہ آتا ہے، فوراً صرف پانی سے استنجا کرلیتے ہیں اور ڈھیلا یا ٹشو پیپر استعمال نہیں کرتے ہیں، اگر قطرات کپڑے میں لگتے لگتے مقدارِ معفو عنہ(۴) سے بڑھ گئے، تو ایسے کپڑے میں نماز نہیں ہوگی، اگرچہ ہر بار وضو کرکے نماز پڑھی جائے۔(۵)

---

(۱) مراقی الفلاح، ص:۵۲، اشرفیہ، دیوبند

(۲) ابوداؤد:۳/۱، باب کیف التکشف عند الحاجۃ، اشرفیہ

(۳) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص:۵۵، اشرفیہ، دیوبند

(۴) جس کی تفصیل اگلے اقتباس میں آرہی ہے

(۵) نور الایضاح، ص:۲۹، مکتبہ بلال، دیوبند، حاشیۃ الطحطاوی، ص:۴۳، اشرفیہ، دیوبند

پھر یہ بھی سوچنا چاہیے کہ حضور ﷺ نے ہمیں پیشاب سے بچنے کی کتنی تاکید فرمائی ہے، حدیث میں ہے کہ عذابِ قبر عموماً پیشاب کے قطروں سے احتیاط نہ کرنے پر ہوتا ہے۔ (۱)

ایک اور حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر دو قبروں پر ہوا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی ان دو قبروں میں مدفون ہیں، ان پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی ایسے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا ہے جس کا معاملہ بہت مشکل ہوتا، یعنی جس سے بچنا بہت دشوار ہوتا؛ بل کہ یہ دونوں ایسے گناہ کی پاداش میں عذاب دیے جا رہے ہیں جس سے بچنا کچھ مشکل نہ تھا، ان میں سے ایک کا گناہ تو یہ تھا کہ وہ پیشاب کی گندگی سے بچاؤ کی کوشش اور فکر نہیں کرتا تھا اور دوسرے کا گناہ یہ تھا کہ چغلیاں لگاتا پھرتا تھا۔ (۲)

اس لیے استنجے میں پیشاب کے قطروں سے کلی اطمینان حاصل کرنا اور پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے کی کوشش کرنا ضروری ہے، آج کل اس سلسلے میں کوتاہی پائی جا رہی ہے، بعض لوگ تو مسئلہ ہی نہیں جانتے ہیں اور بعض جاننے کے باوجود کوتاہی اور غفلت سے کام لیتے ہیں۔

حضور ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ پیشاب کے لیے کوئی نرم جگہ تلاش کرتے تھے، حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھے پیغمبر ﷺ کے ساتھ سفر میں جانا ہوا، آپ نے پیشاب کا ارادہ فرمایا تو ایک دیوار کی جڑ کے پاس جاکر نرم زمین میں پیشاب فرمایا، پھر فراغت کے بعد فرمایا: کہ جب کوئی پیشاب کا ارادہ کرے تو اس کے لیے

---

(۱) ابن ماجہ، رقم: ۳۴۸

(۲) بخاری، رقم: ۲۱۸

نرم جگہ تلاش کرے (۱) تاکہ چھینٹیں اڑ کر نہ پڑیں۔ آج کل استنجاخانوں میں قضائے حاجت کے لیے جو سیٹیں لگائی جاتی ہیں، ان میں بعض سیٹوں میں چھینٹیں اڑنے کا نسبتا زیادہ احتمال رہتا ہے اور عام استنجاخانوں میں بسا اوقات پہلے سے پانی جمع رہتا ہے، ایسی جگہوں پر زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

❖ اگر پیشاب کپڑے یا بدن میں لگ کر پھیلاؤ میں ہتھیلی کے گہراؤ (ایک روپے کے سکہ) کے بقدر یا اس سے کم ہو تو معاف ہے اور معافی کا مطلب یہ ہے کہ نماز اس حال میں ہو جائے گی؛ لیکن نہ دھونا اور اسی طرح نماز پڑھتے رہنا مکروہ اور برا ہے اور اگر روپے سے زائد ہو تو معاف نہیں، بغیر دھوئے نماز نہیں ہوگی۔ (۲)

❖ معمولی نجاست سے بھی پاکی حاصل کرلینی چاہیے، اس کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، علماء نے لکھا ہے کہ بدن کی حرارت؛ نجاست کو جذب کر کے عموما ادھر ادھر پھیلا دیتی ہے۔ (۳)

❖ اگر ٹشو پیپر وغیرہ استعمال کرنے کے بعد بھی قطرات کی شکایت رہتی ہو، تو استنجے کے بعد عضو پر کوئی کپڑا یا ٹشو پیپر وغیرہ لپیٹ لیا کریں اور جب قطرات بند ہونے کا مکمل اطمینان ہو جائے تو طہارت حاصل کر کے وضو کرلیا کریں۔

❖ جس کو دیر تک قطرے آنے کی بیماری ہو بہتر یہ ہے کہ وہ نماز سے عین قبل پیشاب نہ کیا کرے؛ بل کہ اتنی دیر پہلے استنجے سے فارغ ہو جایا کرے کہ اچھی طرح طہارت حاصل کرنے کا موقع مل جائے۔

---

(۱) ابوداؤد، رقم:۳

(۲) ردالمحتار: ۵۲۰/۱ تا ۵۲۲، باب الانجاس، زکریا، دیوبند

(۳) عمادالدین، ص: ۴۴، لاہور

❖ پاکی حاصل کرنے کے بعد اگر نالی کے آخری سرے پر پیشاب کا قطرہ ظاہر ہوجائے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، لہذا اگر کسی نے پیشاب کی نالی کو دبایا اور قطرہ نالی کے سرے پر ظاہر ہوگیا تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا اور نماز کی حالت میں ایسا ہونے سے نماز بھی فاسد ہوجائے گی، اس مسئلے کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے، بعض لوگ مسئلہ پوچھتے ہیں کہ استنجے کے وقت قطرہ آنا بند ہوجاتا ہے؛ لیکن نماز میں رکوع یا سجدہ میں جاتے وقت قطرہ آجاتا ہے، اب نماز کا کیا حکم ہے ؟ ظاہر ہے کہ اگر قطرہ آنے کے بارے میں غالب گمان ہو تو نماز فاسد ہوجائے گی، جن لوگوں کے ساتھ یہ صورت پیش آتی ہے، وہ استبراء نہیں کرتے ہیں اور استنجے میں جلد بازی سے کام لیتے ہیں۔

❖ قطرات کے سلسلے میں بلا وجہ وہم میں بھی نہیں پڑنا چاہیے، جب تک قطرے آنے کا یقین یا غالب گمان نہ ہو، محض وہم کی بناء پر بار بار استنجا اور وضو نہیں کرنا چاہیے، اس سے وسوسے کی بیماری لگ سکتی ہے۔ (۱)



(۱) مستفاد: الدر المختار مع رد المحتار: ۱۳۵/۱، ۳۴۴/۱، ۳۴۵، دار الفکر، بیروت، نور الایضاح، ص:۲۹، مکتبہ بلال، دیوبند، حاشیۃ الطحطاوی، ص:۴۳، اشرفیہ، دیوبند

وضو

آیتِ طہارت:

اللہ جل شانہ نے اپنے پاک کلام کی جس آیت میں وضو کا طریقہ بیان فرمایا ہے، اس کو آیتِ طہارت کہا جاتا ہے، پہلے، اس آیت کا ایک حصہ اور اس کا ترجمہ ضروری تفسیر کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کا ذکر برکت سے خالی نہیں۔

قال الله تعالى: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ فَٱغْسِلُواْ وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى ٱلْمَرَافِقِ وَٱمْسَحُواْ بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى ٱلْكَعْبَيْنِ﴾ [المائدة:٦]

ترجمہ وتفسیر:

اے ایمان والو! جب تم نماز کو اٹھنے لگو (یعنی نماز پڑھنے کا ارادہ کرو اور تم کو اس وقت وضو نہ ہو) تو (وضو کرلو، یعنی) اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں سمیت (دھوؤ) اور اپنے سروں پر (بھیگا) ہاتھ پھیرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت (دھوؤ)۔

[بیان القرآن]

وضو کی اہمیت وفضیلت:

اسلام میں وضو کرنا ایک اہم عبادت ہے، اللہ جل شانہ وضو کرنے والے کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں اور درجات بلند فرماتے ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مؤمن بندہ وضو کرتا ہے اور (وضو میں) وہ اپنا

چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرہ سے ہر وہ گناہ جس کی طرف اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا؛ پانی کے ساتھ ساتھ نکل جاتے ہیں (یعنی معاف ہوجاتے ہیں) اور جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھ کے وہ گناہ جو اس کے ہاتھوں سے صادر ہوئے ہوں؛ نکل جاتے ہیں اور جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو ہر وہ گناہ جو اس کے پاؤں سے صادر ہوئے ہوں؛ نکل جاتے ہیں، یہاں تک کہ (وضو مکمل کرنے والا شخص) گناہوں سے بالکل پاک صاف ہوجاتا ہے۔ (۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی تعلیم وہدایت کے مطابق باطنی پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے آداب و سنن کی رعایت کے ساتھ اچھی طرح وضو کرے گا تو اس سے صرف اعضائے وضو کی میل کچیل اور حدث والی باطنی ناپاکی ہی دور نہ ہوگی؛ بل کہ اس کی برکت سے اس کے سارے جسم کے گناہوں کی ناپاکی بھی نکل جائے گی اور وہ شخص حدث سے پاک ہونے کے علاوہ گناہوں سے بھی پاک صاف ہوجائے گا۔

بعض شارحین حدیث نے اس روایت کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے بندہ جو گناہ جس عضو سے کرتا ہے، اس کا ظلماتی اثر اور اس کی نحوست پہلے اس عضو میں اور پھر اس شخص کے دل میں قائم ہوجاتی ہے، پھر جب اللہ کے حکم سے اور اپنے کو پاک کرنے کے لیے وہ بندہ سنن و آداب کے مطابق وضو کرتا ہے تو جس جس عضو سے اس نے گناہ کیے ہوتے ہیں اور گناہوں کے جو گندے اثرات اور جو ظلمتیں اس کے اعضا اور اس کے قلب میں قائم ہوچکی ہوتی ہیں، وضو کے پانی کے ساتھ وہ سب دھل جاتی اور زائل ہوجاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی معافی اور مغفرت ہوجاتی ہے۔ (۲)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا

(۱) صحیح مسلم، رقم: ۲۴۴

(۲) معارف الحدیث: ۳۸،۳۹/ ۳، دار الاشاعت، کراچی

کہ کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جس پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹاتے ہیں اور درجات کو بلند فرماتے ہیں، صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ ! ضرور بتائیے، آپ ﷺ نے تین عمل بتائے۔ (۱) ناگواری کے باوجود وضو پورا پورا کرنا۔ (۲) مسجد کی طرف کثرت سے جانا۔ (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تینوں عمل رِباط ہیں۔[۱]

فائدہ ۱:

رباط؛ جہاد کے موقع پر رات کے وقت پہرہ دینے کو کہتے ہیں جو بہت مشقت کا عمل ہوتا ہے، اسی لیے احادیث میں اس عمل کے بہت فضائل آئے ہیں، حضور ﷺ نے ناگواری کے باوجود اچھی طرح وضو کرنے کا ثواب رِباط کے برابر قرار دیا، اس سے وضو کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

آج کل ہم لوگ نماز اور تلاوت سے پہلے بے شک وضو کرتے ہیں؛ لیکن افسوس کہ اس عمل کو اہتمام کے ساتھ انجام دینے میں کوتاہی ہوجاتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ کوئی معمولی عمل ہے، خاص طور پر جب وضو کرنے میں مشقت کا موقع آتا ہے تو لاپرواہی برتی جاتی ہے؛ حالاں کہ ایسے موقع پر حضور ﷺ نے اچھی طرح وضو کرنے کی تاکید فرمائی ہے اور اس پر گناہوں سے معافی کی بشارت سنائی ہے۔

دوسری طرف ہمارے بہت سے مسلمان بھائی اچھی طرح وضو کرنا چاہتے ہیں؛ لیکن ان کو وضو کا مسنون و مستحب طریقہ معلوم نہیں ہوتا؛ حالاں کہ حدیث میں سنن و آداب کی رعایت کے ساتھ وضو کرنے کی ترغیب آئی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ٹھیک چلو، صراطِ مستقیم پر قائم رہو؛ لیکن چوں کہ یہ استقامت بہت مشکل

---

(۱) صحیح مسلم، رقم: ۲۵۱

ہے، اس لیے تم اس پر پورا قابو ہرگز نہ پاسکو گے، لہذا ہمیشہ اپنے کو قصوروار اور خطاکار بھی سمجھتے رہو اور اچھی طرح جان لو کہ تمھارے سارے اعمال میں سب سے بہتر عمل نماز ہے (اس لیے اس کا سب سے زیادہ اہتمام کرو اور وضو کی پوری پوری نگہداشت بس بندہ مؤمن ہی کر سکتا ہے)۔ (۱)

فائدہ ۲:

وضو کی محافظت اور نگہداشت کا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ہمیشہ سنت کے مطابق اور آداب کی رعایت کے ساتھ کامل وضو کیا جائے، حضور ﷺ نے محافظت علی الوضو کو کمال ایمان کی نشانی اور اہل ایمان ویقین کا عمل بتایا ہے۔ (۲)

اس سے زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ بہت سے بھائیوں کو وضو کا مسنون و مستحب طریقہ معلوم ہوتا ہے، اس کے باوجود وہ سنتوں کا اہتمام نہیں کرتے ہیں؛ حالاں کہ حدیث میں ہے کہ ناقص وضو کی وجہ سے نماز پر برے اثرات پڑتے ہیں، ایک بار حضور ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی اور اس میں آپ ﷺ نے سورہ روم شروع کی، تو آپ پر اشتباہ ہو گیا اور خلل پڑ گیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ بعض لوگوں کی یہ حالت ہے کہ ہمارے ساتھ نماز میں شریک ہو جاتے ہیں اور وضو وغیرہ اچھی طرح نہیں کرتے ہیں، بس یہی لوگ ہمارے قرآن میں خلل ڈالتے ہیں۔ (۳)

فائدہ ۳:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو اچھی طرح نہ کرنے کے برے اثرات دوسرے

---

(۱) ابن ماجہ، رقم: ۲۷۸

(۲) معارف الحدیث: ۳/۴۲، دار الاشاعت، کراچی

(۳) مشکاۃ المصابیح مع مرقاۃ المفاتیح، رقم: ۲۹۵

صاف قلوب پر بھی پڑتے ہیں اور اتنے پڑتے ہیں کہ ان کی وجہ سے قرآن مجید کی قراءت میں گڑبڑ ہوجاتی ہے اور جب رسول اللہ ﷺ کا قلب مبارک دوسرے لوگوں کی اس طرح کی کوتاہیوں سے اتنا متاثر ہوتا تھا تو پھر ہم کس شمار وقطار میں ہیں، سوچنے کا مقام ہے کہ وضو کی سنتوں کا اہتمام نہ کرکے ہم صرف اپنا ہی نقصان نہیں اٹھاتے ہیں؛ بل کہ دوسروں کے بھی نقصان کا سبب بنتے ہیں؛ لیکن اس کا احساس اسی کو ہوسکتا ہے جس کا دل پاک وصاف ہو۔

اس لیے سب سے پہلے ہمیں وضو کی اہمیت کا احساس ہونا چاہیے کہ یہ اسلام کی ایک اہم عبادت ہے اوراس کے فضائل کا استحضار رکھنا چاہیے اور اس کے فرائض، سنتوں اور ضروری مسائل کو جاننا چاہیے، خاص طور پر وضو کی سنتوں کو سیکھنے اور آپس میں مذاکرہ کرنے کے لیے وقت نکالنا چاہیے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین کی دوسری اہم مشغولیوں کے باوجود وضو کا مسنون طریقہ سیکھا اور سکھایا کرتے تھے جیسا کہ رسالہ کے شروع میں تفصیل گذر چکی ہے۔



وضو کا مسنون و مستحب طریقہ ایک نظر میں

پہلے وضو کا مسنون و مستحب طریقہ تسلسل کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے، پھر اس کی تفصیلات الگ الگ بھی ذکر کی جائیں گی۔

بہتر یہ ہے کہ تندرست اور صحت مند آدمی نماز کا وقت آنے سے پہلے ہی وضو کرکے نماز کے لیے تیار ہوجائے، پاک اور اونچی جگہ، قبلہ رخ ہوکر؛ وضو کے لیے بیٹھے، اگر لوٹے سے وضو کررہا ہو، تو لوٹا بائیں جانب رکھے، اگر برتن بڑا ہے، تو اس کو دائیں جانب رکھے جس سے چلّو کے ذریعہ پانی لے، پھر دل سے نیت کرے اور بہتر ہے کہ زبان سے بھی اس طرح نیت کرلے کہ میں وضو کررہا ہوں، پھر بسم اللہ پڑھے: «بِسْمِ اللهِ العَظِيْمِ وَالحَمْدُ للهِ عَلٰى دِيْنِ الْإِسْلَامِ» یا اس طرح پڑھے: «بِسْمِ اللهِ وَالحَمْدُ للهِ» پھر تین دفعہ گٹوں تک دونوں ہاتھ دھوئے اس طرح کہ پہلے دائیں ہاتھ میں پانی لے اور بائیں ہاتھ پر ڈالے اور دونوں کو مَلے اور انگوٹھی ڈھیلی ہو، تو اس کو ہلالے اور اگر تنگ ہو تو ہلانا ضروری ہے، پھر ایک مرتبہ کلی کرے، پھر مسواک کرے، مسواک کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ مسواک دائیں ہاتھ سے پکڑے، سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی چھنگلی مسواک کے نیچے رکھے اور اس کے اوپر چھنگلی کے برابر والی، پھر درمیان والی انگلی، پھر شہادت کی انگلی رکھے اور انگوٹھا مسواک کے سرے کے نیچے رکھے، پہلے مسواک دائیں جانب اوپر کے دانتوں میں کرے، پھر بائیں جانب اوپر کے دانتوں میں کرے، پھر دائیں جانب نیچے کے دانتوں

میں کرے پھر بائیں جانب نیچے کے دانتوں میں کرے، پھر سامنے کے دانتوں میں کرے پھر مسواک دھوئے، یہ ایک دفعہ ہوا، اسی طرح تین دفعہ کرلے اور ہر بار نیا پانی لے، دانتوں میں عرضاً (چوڑائی میں) مسواک کرے اور زبان پر طولاً (لمبائی میں) کرے، پھر مسواک دھوئے، پھر دو کلیاں کرے اور غرغرہ بھی کرے (اس طرح تین کلیاں کی جائیں گی، ایک شروع میں اور دو مسواک کرنے کے بعد) کلی کرتے وقت منہ کا پانی قبلہ رخ نہ پھینکے، پھر دائیں ہاتھ سے ناک میں تین مرتبہ پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے، پھر تین مرتبہ چہرہ دھوئے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ اوپر سے یعنی پیشانی سے پانی ڈالے، پھر چہرے کو ملے، آنکھوں کے گوشوں کو بھی اچھی طرح مل لے، تاکہ کوئی جگہ سوکھی نہ رہ جائے، چہرہ دھونے کے بعد داڑھی کا خلال کرے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ چلّو میں پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے ڈالے اور پانی سے خلال کرے، پانی ڈالنے کی کیفیت یہ ہو کہ ہتھیلی گلے کی طرف ہو اور خلال کرتے وقت ہتھیلی کی پشت گلے کی طرف ہو اور انگلیوں کو بالوں میں داخل کرے، دائیں ہاتھ سے خلال کرے، پھر دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت تین مرتبہ دھوئے، دھونے کا طریقہ یہ ہے کہ پانی ہاتھ پر انگلیوں کی جانب سے ڈالے اور ملے، ہاتھوں کو تین دفعہ کہنیوں تک دھونے کے بعد انگلیوں کا خلال کرے، خلال کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی دائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر نیچے سے اوپر کی جانب کھینچے، پھر ہاتھوں پر نیا پانی لے کر گرادے اور بھیگے ہاتھ سے پورے سر کا ایک مرتبہ مسح کرے، مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو پیشانی پر رکھے اور ہتھیلیوں کو کنپٹیوں پر رکھے اور ہاتھوں سے سر کا مسح کرتے ہوئے پیچھے کی طرف لے جائے، پھر پیچھے سے آگے کی طرف واپس لائے، پھر سر کے مسح سے بچی ہوئی جو تری ہاتھوں میں لگی ہے اسی سے کانوں کا مسح کرے، شہادت کی انگلی کو کانوں کے سوراخوں میں ڈال کر، پھر اس کو

کانوں کے پیچوں میں گھما کر صفائی کرے اور انگوٹھے کانوں کی لو کی جڑ میں رکھ کر اور دبا کر اوپر تک لے جائے اور چھنگلی کانوں کے سوراخ میں ڈال کر ہلائے، پھر گردن کا مسح دونوں ہاتھوں کی پشت سے کرے، پھر بائیں ہاتھ سے ٹخنوں سمیت تین مرتبہ پیر دھوئے اور ایڑیوں کی پیچھے والی ہڈی کو، ٹخنوں کو اور تلووں کو اچھی طرح دھوئے کہ یہ جگہیں خشک نہ رہ جائیں، پہلے دایاں پیر دھوئے اور پھر بایاں پیر دھوئے اور پیر کی انگلیوں کی جانب سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے پیر کی انگلیوں کا خلال کرے اور خلال دائیں پیر کی چھنگلی سے شروع کرے اور بائیں پیر کی چھنگلی پر ختم کرے، بائیں ہاتھ کی چھنگلی پاؤں کے اوپر سے انگلیوں کے درمیان داخل کر کے نیچے سے اوپر کی جانب کھینچے، پھر وضو سے فارغ ہو کر آسمان کی طرف نظر کر کے یہ دعا پڑھے:

«أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلٰه الَّا اللهُ وَحْدَه لاَ شَرِيْكَ لَه، وأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُه وَ رَسُوْلُه، اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْن»

نیز دعا کے بعد درود شریف بھی پڑھے، پھر وضو کے بعد بچا ہوا پانی پی لے، چاہے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر، پھر ہاتھوں کو جھاڑے نہیں؛ بل کہ کپڑے سے تھوڑا پونچھ لے۔ (۱)



(۱) مستفاد از: علم الفقہ، ص: ۸۱ تا ۸۳، نعیمیہ، دیوبند، بہشتی زیور، ص: ۶۱،۶۰، حصہ اول، دار الاشاعت، کراچی، عماد الدین، ص:۵۲، لاہور

وضو کے فرائض

وضو میں چار فرض ہیں، ان میں سے اگر ایک بھی چھوٹ جائے یا بال برابر بھی کوئی جگہ سوکھی رہ جائے تو وضو نہیں ہوگا۔

۱- پورا چہرہ ایک مرتبہ دھونا۔

۲- دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت ایک مرتبہ دھونا۔

۳- سر کے چوتھائی حصہ کا مسح کرنا۔

۴- دونوں پیر ٹخنوں سمیت ایک مرتبہ دھونا۔

پہلا فرض: پورا چہرہ ایک مرتبہ دھونا

چہرے کی حد:

چہرے کی حد چوڑائی میں ایک کان کی لَو سے دوسرے کان کی لَو تک اور لمبائی میں پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک ہے، یعنی سامنے سے جتنا حصہ نظر آتا ہے جس سے مواجہت ہوتی ہے اور سامنا ہوتا ہے، اتنے حصہ کا دھونا وضو میں فرض ہے۔[(۱)]

❖ ٹھوڑی کا کچھ حصہ اوپر اور کچھ حصہ نیچے ہوتا ہے، فقہاء نے پوری ٹھوڑی کو بشمول نیچے والے حصے کے وضو میں دھونا فرض قرار دیا ہے، صرف ظاہری حصہ میں ٹھوڑی کے کنارے تک دھونا کافی نہیں ہے، چہرہ دھوتے وقت اس حصے تک اہتمام سے

(۱) بدائع الصنائع: ۶۶/۱، زکریا

پانی پہنچانا چاہیے۔

چہرہ دھونے کا طریقہ:

چہرہ دھونے کا طریقہ یہ ہے کہ اوپر یعنی پیشانی سے پانی ڈالے، پھر چہرے کو ملے، خصوصاً سردیوں کے موسم میں کہ پانی جسم سے الگ رہتا ہے، آنکھوں کے گوشوں کو بھی اچھی طرح مل لے، تاکہ کوئی جگہ سوکھی نہ رہ جائے، گوشوں کا دھونا بھی ضروری ہے، اکثر اس پر میل آجاتا ہے، اس کو دور کرکے پانی پہنچانا چاہیے، اسی طرح کان کی لو کے پاس والا حصہ بھی اہتمام سے دھونا چاہیے، بعض لوگ اس کا خیال نہیں کرتے ہیں، جس کی وجہ سے یہ حصہ خشک رہ جاتا ہے، چہرہ دھوتے وقت منہ یا آنکھیں اتنی زور سے بند نہیں کرنا چاہیے کہ پلک یا ہونٹ کا کچھ حصہ خشک رہ جائے، ہونٹ بند ہونے کے بعد اس کا جو حصہ نظر آتا ہے، وہ چہرے میں شامل ہے، اس کا دھونا بھی فرض ہے۔(۱)

❖ چہرے کی مذکورہ حد کا تعلق اس شخص سے ہے جس کی ڈاڑھی نہ نکلی ہو یا ڈاڑھی گھنی نہ ہو؛ بل کہ ہلکی ہو جس میں کھال نظر آئے اور جس شخص کی ڈاڑھی گھنی ہو اس کے لیے ٹھوڑی کے نیچے تک دھونا ضروری نہیں ہے؛ بل کہ بالوں کا جو حصہ چہرے کی حد میں داخل ہو اس کو اوپر سے دھونا کافی ہے۔ (وضو میں ڈاڑھی دھونے کی تفصیل آگے آرہی ہے)

❖ ڈاڑھی کے خط اور کانوں کے درمیان جو سفیدی کا حصہ ہوتا ہے، صحیح اور مفتی بہ قول کے مطابق وضو میں اس کا دھونا بھی فرض ہے۔(۲)

❖ فقہائے کرام کے نزدیک دھونے کا مطلب یہ ہے کہ پانی عضو کے ایک مقام سے

---

(۱) کبیری، ص:۴۰، اشرفیہ، دیوبند

(۲) فتاوی ہندیہ: ۵۳/۱، زکریا، دیوبند

دوسرے مقام پر بہہ جائے اور کم سے کم دو قطرے عضو سے دھونے کے بعد ٹپک جائیں۔ (۱)

بعض لوگ اس میں کوتاہی کرتے ہیں کہ پانی میں ہاتھ بھگو کر چہرے پر پھیر لیتے ہیں یا اس قدر تھوڑا پانی چہرے پر ڈالتے ہیں کہ ایک قطرہ بھی نہیں ٹپکتا ہے، صرف مسح سا ہو جاتا ہے، جیساکہ سردی کے موسم میں یا اگر کبھی پانی تیز گرم ہو جائے تو یہ صورت دیکھنے میں آتی ہے؛ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اس طرح وضو نہیں ہوتا ہے۔ (۲)

- اگر کوئی عذر نہ ہو تو وضو میں چہرہ دونوں ہاتھ سے دھونا مستحب ہے۔ (۳)
- اگر پیشانی کے بال اڑ جائیں، تب بھی اتنا ہی حصہ دھونا فرض ہے جتنا حصہ پیشانی شمار کیا جاتا ہے، اِس سے زیادہ دھونا فرض نہیں ہے۔ (۴)
- دونوں کانوں کی لو چہرے کی حد میں داخل نہیں ہیں، لہذا وضو میں اس کا دھونا ضروری نہیں ہے۔ (۵)
- جس شخص کے سر کے اگلے حصے کے بال نہ ہوں یا دونوں کنپٹیوں پر بال نہ ہوں، اس کے لیے بھی وضو میں پیشانی سے زائد حصے کا دھونا ضروری نہیں ہے، یعنی عرف میں جہاں تک پیشانی کہلاتی ہے اس سے اوپر تک دھونا فرض نہیں ہے؛ بل کہ پیشانی کے بالوں کے اگنے کی معروف جگہ تک ہی دھونا فرض ہے۔ (۶)

---

(۱) رد المحتار: ۲۰۹/۱، زکریا، دیوبند
(۲) عماد الدین، ص: ۵۴، لاہور
(۳) بخاری، رقم: ۱۴۰، فتاوی دار العلوم میں: ۱۰۸/۱، امداد الاحکام: ۳۴۷/۱، ۳۴۸، مکتبہ دار العلوم کراچی، عماد الدین، ص: ۵۹، لاہور
(۴) فتاوی ہندیہ: ۵۳/۱، زکریا، دیوبند
(۵) رد المحتار: ۲۱۰/۱، زکریا، دیوبند
(۶) رد المحتار: ۲۱۰/۱، زکریا، دیوبند

❖ جس شخص کے پیشانی کے حصے پر بال آگئے ہوں، اس کے لیے وضو میں پیشانی کے حصے کے بالوں کو دھونا ضروری ہے۔[1]

❖ طبعی طور پر دونوں ہونٹ بند کرنے کے بعد ہونٹوں کا جتنا حصہ کھلا رہتا ہے، صحیح قول کے مطابق وضو میں اس کا دھونا فرض ہے۔[2]

وضو میں ڈاڑھی دھونے کا تفصیلی حکم:

ڈاڑھی کے عموماً دو حصے ہوتے ہیں:

(۱) ڈاڑھی کے وہ بال جو چہرے کے اوپر ہوتے ہیں۔

(۲) ڈاڑھی کے وہ بال جو چہرے سے نیچے لٹک جاتے ہیں۔

جو بال چہرے کے دائرے میں ہوں (یعنی ڈاڑھی کے بال گلے کی طرف کھینچنے سے جس قدر بال چہرے کے حلقے میں آئیں) ان کا دھونا فرض ہے اور جو بال چہرے کی حد سے نیچے لٹکے ہوئے ہوں، ان کا دھونا ضروری نہیں ہے؛ بل کہ مسنون ہے۔

پھر جاننا چاہیے کہ ڈاڑھی کی دو قسمیں ہیں، ایک: خفیف، دوسری: کثیف، خفیف وہ ہے جس کے نیچے کھال نظر آئے، اس کا حکم یہ ہے کہ بالوں کے نیچے کھال تک پانی پہنچانا ضروری ہے اور جو کثیف ہے یعنی جو ڈاڑھی گھنی ہے جس کے نیچے کی کھال نظر نہ آئے، اس کا حکم یہ ہے کہ بالوں کے نیچے کھال تک پانی پہنچانا ضروری نہیں ہے؛ البتہ چہرے کی حدود میں جو بال ہوں، ان کو اوپر سے دھونا ضروری ہے، اسی طرح گھنی ڈاڑھی کی جو جڑیں رخسار سے ملی ہوئی ہوتی ہیں، ان کو دھونا ضروری ہے۔[3]

---

(۱) رد المحتار: ۲۱۰/۱، زکریا، دیوبند

(۲) رد المحتار: ۲۱۱/۱، زکریا، دیوبند

(۳) مراقی الفلاح، ص: ۶۲، دار الکتاب، دیوبند، امداد الاحکام: ۳۴۵، ۳۴۴/۱، مکتبہ دار العلوم، کراچی

❖ اگر ڈاڑھی کے کچھ حصے کے بال گھنے ہوں اور کچھ ہلکے ہوں، تو جہاں گھنے ہوں، وہاں صرف ظاہری حصہ کا دھونا اور جہاں ہلکے ہوں، ان کے نیچے کی کھال کا دھونا ضروری ہے۔(۱)

❖ جس پانی سے منہ دھویا جائے، اگر اس سے گھنی ڈاڑھی کے اوپر کے بال بھی خوب تر ہو جائیں تو گھنی ڈاڑھی دھونے کے لیے علاحدہ پانی لینے کی ضرورت نہیں ہے۔(۲)

❖ بھوؤں، مونچھوں اور ریش بچہ (نیچے والے ہونٹ کے نیچے کے بال) کا حکم بھی ڈاڑھی کی طرح ہے، بال اگر گنجان اور گھنے ہوں اور بالوں کے نیچے کی کھال نظر نہ آتی ہو، تو بالوں کے صرف ظاہری حصہ کا دھونا فرض ہے، بالوں کے نیچے کھال تک پانی پہنچانا ضروری نہیں ہے اور اگر یہ بال گنجان نہ ہوں، تو کھال تک پانی پہنچانا فرض ہے۔(۳)

❖ اگر مونچھیں اتنی بڑی ہوں کہ ہونٹوں کی سرخی کو ڈھانپ لیتی ہوں، تو ان کا خلال کرنا ضروری ہے، یعنی: مونچھوں کو ہٹا کر ہونٹوں کا دھونا فرض ہے، اس لیے کہ یہ مونچھیں پورے ہونٹ یا اس کے بعض حصے پر پانی پہنچنے سے مانع ہوں گی خاص طور پر جب کہ مونچھیں گھنی ہوں۔(۴)

❖ دھلنے والے اعضائے وضو میں اگر کوئی جزء سوکھا رہ جائے تو بعد میں صرف پانی سے تر کر لینا کافی نہیں ہے؛ بل کہ اس میں بھی تقاطر (کم از کم دو قطروں) کا ٹپکنا شرط ہے۔(۵)

---

(۱) اتحاف السادۃ المتقین: ۲/ ۳۵۸، مؤسسۃ التاریخ العربی، بیروت

(۲) امداد الاحکام: ۳۴۳/ ۱، مکتبہ دار العلوم کراچی

(۳) رد المحتار: ۲۱۱/ ۱، زکریا، دیوبند

(۴) فتح القدیر: ۱۶/ ۱، دار الفکر، بیروت

(۵) فتاوی دار العلوم دیوبند: ۱۰۷/ ۱، عماد الدین، ص: ۵۴، لاہور

دوسرا فرض: دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا

وضو کا دوسرا فرض دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت ایک مرتبہ دھونا ہے، دھونے کا طریقہ یہ ہے کہ انگلیوں کی جانب سے پانی ڈالے اور ملے، خصوصا کہنیوں کے پیچھے کے حصے تک اہتمام سے پانی پہنچائے کہ عموما جلدی کی وجہ سے یہ حصہ سوکھارہ جاتا ہے، سنن دار قطنی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو کہنیوں پر (اہتمام سے) پانی ڈالا کرتے تھے۔ (۱)

❖ آج کل ٹونٹی سے وضو کرتے وقت بعض لوگ پانی کہنی سے انگلیوں کی طرف بہاتے ہیں، یہ طریقہ قابلِ اصلاح ہے۔

تیسرا فرض: ایک بار سر کا مسح کرنا

وضو کا تیسرا فریضہ ایک بار سر کا مسح کرنا ہے، سر کا مسح کرنا کم از کم چوتھائی حصہ تک فرض ہے، یعنی: سر کے اگلے حصہ پر ہاتھ رکھنے سے جتنا بال چھپ جاتا ہے کم سے کم اتنا مسح کرنا فرض ہے، اسی کو چوتھائی سر کہا جاتا ہے، پیشانی جو ہم لوگ اردو میں بولتے ہیں وہ ماتھے کو بولتے ہیں اور قرآن میں جو ناصیہ کا لفظ آیا ہے، یہ سر کے اگلے حصہ کو کہا گیا ہے، ناصیہ کا ترجمہ کتابوں میں ماتھا لکھا ہوا ہے؛ لیکن ماتھا سے مراد پیشانی نہیں ہے؛ بل کہ سر کا اگلا حصہ ہے جہاں بال اگتے ہیں۔ (۲)

❖ سر کے مسح کا محل؛ دونوں کانوں سے اوپر کے بال ہیں، دونوں کانوں کی سیدھ

---

(۱) سنن دار قطنی، رقم: ۲۷۲، سعایہ: ۵۴/ ۱۔ بدائع الصنائع: ۱/ ۱۱۴، کتاب الطہارۃ، سنن الوضوء، زکریا، دیوبند

(۲) رد المحتار: ۲۱۳/ ۱، کتاب الطہارۃ، زکریا، دیوبند

سے نیچے جو سر کے بال ہوتے ہیں وہ مسح کی جگہ نہیں ہیں، لہذا اگر کسی کے بال بڑے ہوں اور اس نے کانوں سے نیچے لٹکنے والے گیسو پر مسح کیا، تو مسح ادا نہیں ہوگا۔ (۱)

❖ دونوں ہاتھ دھونے کے بعد ہاتھوں میں جو تراوٹ باقی رہتی ہے، اس سے سر کا مسح کرنا درست ہے؛ البتہ دوسرے اعضا سے تراوٹ حاصل کر کے مسح کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (۲)

چوتھا فرض: دونوں پیر ٹخنوں سمیت دھونا

وضو کا چوتھا فرض ایک بار دونوں پیر ٹخنوں سمیت دھونا ہے، ٹخنہ: پیر کے دونوں جانب ابھری ہوئی ہڈی کو کہتے ہیں جس کے بعد پنڈلی کا حصہ شروع ہوتا ہے، اس کے تھوڑا اوپر تک پورے پیر کو کم از کم ایک مرتبہ دھونا فرض ہے۔ (۳)

پاؤں دھونے میں بے احتیاطی کا اندیشہ زیادہ ہے:

پاؤں میں خشک رہ جانے کا اندیشہ ہاتھ کے مقابلہ میں زیادہ ہے؛ کیوں کہ اس میں کئی حصے ایسے ہیں جہاں عموماً ہاتھ نہیں پہنچتا اور نگاہ بھی فوراً نہیں جاتی ہے، دونوں ٹخنوں کے نیچے جو گڈھا ہے، اسی طرح ایڑی کا پچھلا حصہ، ایسے ہی تلوا اور انگلیوں کے درمیان کی جگہیں جب کہ کھال میں خشکی ہو، جیسے سردی کے موسم میں ہوتا ہے، تو ایسے وقت میں اس کا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے اور اس کا اطمینان ہو جانا چاہیے کہ پورا پیر اچھی طرح دھل گیا ہے۔

پاؤں دھونے میں کوتاہی کرنے پر وعید:

اس سلسلے میں ایک واقعہ ہے کہ حضور ﷺ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے لیے

---

(۱) عمدۃ الفقہ: ۱۱۱/۱، زوار اکیڈمی، کراچی

(۲) عمدۃ الفقہ: ۱۱۲/۱، زوار اکیڈمی، کراچی

(۳) رد المحتار: ۲۱۲/۱، کتاب الطہارۃ، زکریا، دیوبند

واپس لوٹ رہے تھے، سفر کے دوران عصر کی نماز کا وقت ہو گیا، راستے میں پانی کے قریب قافلہ رک گیا، کچھ لوگ یہ سوچ کر کہ نماز کا وقت ہو رہا ہے وضو کرنے کے لیے پانی کی طرف چلے گئے اور تیز چل کر اس جماعت سے جس میں خود نبی کریم ﷺ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تھے آگے نکل گئے اور پانی پر پہلے پہنچ کر وقت کی تنگی کی وجہ سے جلدی جلدی وضو کر لیا، جب حضور اقدس ﷺ ان کے قریب پہنچے، تو دیکھا کہ جلدی کی وجہ سے ان کے پیر پوری طرح دھلے نہیں ہیں جس کی وجہ سے ایڑیاں خشک رہ گئیں، اسی بنا پر آپ ﷺ نے زور سے تین مرتبہ فرمایا کہ: «وَيلٌ للأعقاب مِنَ النَّار»، ایڑیوں کے لیے آگ سے ہلاکت ہے، یعنی: ایڑیاں سوکھی رہ گئی ہیں اور ایڑی کا دھونا فرض ہے، جب ایک فرض رہ گیا تو وضو نہیں ہوا اور وضو نماز کی صحت کے لیے شرط ہے، جب وضو نہیں ہوا تو نماز نہیں ہوگی اور جس کی ایڑی سوکھی رہ گئی وہ بلا وضو نماز پڑھنے والا قرار دیا جائے گا اور قصداً نماز چھوڑنے کی وعید جہنم ہے، تھوڑی سی غفلت سے بات کہاں تک پہنچ گئی۔ (۱)

چند ضروری مسئلے:

❖ اگر وضو کے اعضا میں سے کسی حصے پر پینٹ یا کوئی ایسی چیز لگ جائے جس میں پرت ہو، جس کی وجہ سے پانی کھال تک نہ پہنچ سکے، تو وضو میں اس کا چھڑانا ضروری ہے، ورنہ وضو صحیح نہیں ہوگا۔ (۲)

❖ ووٹ دینے کے بعد انگلی پر جو نشانی لگائی جاتی ہے، جس کا اثر کئی دنوں تک رہتا ہے، اس کے ساتھ وضو صحیح ہو جاتا ہے؛ اس لیے کہ اس میں پرت نہیں ہوتی، صرف رنگ ہوتا ہے؛ البتہ بعض مفتیان کرام کی رائے یہ ہے کہ اس میں معمولی سی پرت ہوتی ہے، لہذا

(۱) بخاری، رقم: ۶۰

(۲) رد المحتار: ۲۸۸/۱، ۲۸۹، کتاب الطہارۃ، زکریا، دیوبند

احتیاط اس میں ہے کہ وضو سے پہلے اس روشنائی کو چھڑانے کی کوشش کی جائے اور اگر کوشش کے باجود نہ چھوٹے تو ایسے ہی وضو کرلیا جائے، وضو ہو جائے گا۔(۱)

❖ لمبے ناخن میں اگر انگلیوں کا سرا چھپ جائے، تو ناخن کے نیچے انگلیوں کے سرے تک پانی پہنچانا ضروری ہے۔(۲)

❖ ناخن کے اندر جو فطری میل جم جاتا ہے، اگر اس کی وجہ سے ناخن کی جڑ میں پانی نہ پہنچے، تب بھی وضو صحیح ہو جائے گا۔(۳)

❖ اگر کسی شخص نے تنگ انگوٹھی پہن رکھی ہو، تو وضو میں اس کو اتارنا یا ہلانا ضروری ہے، تاکہ نیچے پانی پہنچ جائے اور اگر انگوٹھی تنگ نہ ہو، تو اتارنا یا ہلانا ضروری نہیں ہے؛ البتہ مستحب ہے۔(۴)



(۱) رد المحتار: ۱/۲۸۸، ۲۸۹، کتاب الطہارۃ، زکریا، دیوبند

(۲) المحیط البرھانی: ۱/۳۶، الفصل الاول فی الوضوء، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(۳) رد المحتار: ۱/۲۸۸، کتاب الطہارۃ، زکریا، دیوبند

(۴) المحیط البرھانی: ۱/۳۶، الفصل الاول فی الوضوء، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

وضو کی سنتیں

سنت کسی عمل کی تکمیل کے لیے ہوتی ہے، اس سے عمل میں کمال پیدا ہوتا ہے، جان بوجھ کر سنت چھوڑنے کی عادت بنالینا گناہ ہے۔

وضو میں پندرہ سنتیں ہیں:

۱- وضو کی نیت کرنا۔

۲- بسم اللہ پڑھ کر وضو کرنا۔

۳- منہ دھونے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو تین بار گٹوں تک دھونا۔

۴- مسواک کرنا۔

۵- تین بار کلی کرنا۔

۶- تین بار ناک میں پانی ڈالنا۔

۷- ڈاڑھی کا خلال کرنا۔

۸- ہاتھوں کو انگلیوں کی طرف سے دھونا۔

۹- ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال کرنا۔

۱۰- پیر کی انگلیوں کا خلال کرنا۔

۱۱- پورے سر کا مسح کرنا۔

۱۲- کانوں کا مسح کرنا۔

۱۳- پے در پے اعضا کا دھونا۔

۱۴- ہر عضو کو تین بار دھونا۔

۱۵- ترتیب وار وضو کرنا۔(۱)

پہلی سنت: نیت

نیت کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ، پیر اور چہرہ وضو کے ارادہ سے دھلا جائے؛ کیوں کہ بسا اوقات آدمی ہاتھ پیر یوں ہی دھولیتا ہے، کہیں باہر سے آئے، گرد و غبار لگا ہوا ہے، ہاتھ پاؤں دھلتے ہیں، چہرہ بھی دھلتے ہیں، کلی کرتے ہیں اور ہاتھ تر کرکے سر پر بھی پھیر لیتے ہیں، یعنی: وضو میں جتنے اعمال ہیں سب کرتے ہیں؛ لیکن وضو کی نیت نہیں ہے، تو وضو کا ثواب حاصل نہیں ہوتا، وضو کا ثواب حاصل کرنے کے لیے شروع ہی میں نیت کرلینی چاہیے، ورنہ نیت کے بغیر پانی کے استعمال کرنے سے اِس معنیٰ میں تو وضو ہو جائے گا کہ اس سے نماز صحیح ہو جائے گی؛ لیکن وضو کا ثواب حاصل نہیں ہوگا۔

❖ وضو میں دل سے نیت کرنا سنت ہے، یعنی بس یہ ارادہ اور خیال کرنا کہ میں وضو کرہا ہوں، یہی نیت ہے اور زبان سے کرنا مستحب ہے۔(۲)

❖ اگر باوضو شخص نیا وضو کرنا چاہتا ہے، تو نئے وضو کے وقت بس نئے وضو ہی کی نیت کی جائے گی۔(۳)

❖ وضو میں نیت بالکل شروع میں کرلینی چاہیے۔(۴)

(۱) علم الفقہ، حصہ اول، ص: ۸۴، نعیمیہ، دیوبند

(۲) مراقی الفلاح، ص: ۳۷، کتاب الطہارۃ، دار الکتاب، دیوبند

(۳) رد المحتار: ۲۲۴/ ۱، کتاب الطہارۃ، زکریا، دیوبند

(۴) رد المحتار: ۲۲۵/ ۱، زکریا، دیوبند

دوسری سنت: بسم اللہ پڑھنا

وضو کی دوسری سنت بسم اللہ پڑھ کر وضو شروع کرنا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ اس شخص کا وضو نہیں ہوتا جو اللہ کا نام نہ لے، اگرچہ جمہور کے نزدیک اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ وضو میں کمال پیدا نہیں ہوتا؛ لیکن بہر حال بسم اللہ پڑھ کر وضو کرنے اور بغیر بسم اللہ پڑھے وضو کرنے میں فرق ہے، حدیث میں آیا ہے کہ جو آدمی وضو کرے اور اللہ کا نام لے، اس کی تمام کھال پاک ہو جاتی ہے، یعنی تمام بدن گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور جس شخص نے وضو کیا اور اللہ کا نام نہ لیا، تو صرف وضو کے اعضا پاک ہوں گے، ہم لوگ اس سے غفلت برتتے ہیں، اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔(۱)

❖ اگر وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے، تو درمیان میں پڑھ لینا چاہیے، اس سے اگرچہ سنت ادا نہیں ہوگی؛ لیکن چوں کہ بعض فقہاء کے نزدیک درمیان میں پڑھنا بھی کافی ہے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ درمیان میں پڑھ لے تاکہ وضو بسم اللہ سے خالی نہ رہے۔(۲)

❖ وضو کے شروع میں حضور ﷺ سے بسم اللہ اس طرح پڑھنا منقول ہے:

«بِسْمِ اللهِ وَالحَمْدُ لله».(۳)

❖ اٹیچ باتھ روم میں اگر نجاست سامنے نہ ہو، تو وضو کے شروع میں زبان سے بسم اللہ پڑھنی چاہیے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ اگر ناپاکی سامنے ہو، تو دل ہی دل میں

---

(۱) مراقی الفلاح، ص: ٦٦، ٦٧، دار الکتاب، دیوبند، رد المحتار: ۲۲٦/۱، ۲۲۷، ۲۲۸، زکریا، دیوبند

(۲) رد المحتار: ۱/ ۲۲۸، زکریا، دیوبند

(۳) المعجم الصغیر للطبرانی، رقم: ۱۹٦، رد المحتار: ۱/ ۲۲۷، زکریا، دیوبند

پڑھ لینی چاہیے۔[۱]

تیسری سنت: گٹوں تک ہاتھ دھونا

وضو کی تیسری سنت تین بار دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھونا ہے۔

ہاتھ دھونے کا طریقہ:

ہاتھ دھونے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر برتن چھوٹا ہو، تو بائیں ہاتھ سے پکڑ کر دائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر دائیں ہاتھ کو تین دفعہ دھوئے، پھر دائیں ہاتھ میں برتن لے کر بائیں ہاتھ پر پانی ڈالے اور تین دفعہ دھوئے اور اگر برتن بڑا ہے اور ساتھ میں کوئی چھوٹا برتن (مگ یا ڈونگا) ہے، تو پھر اسی طرح دھوئے جس طرح اوپر لکھا گیا اور اگر چھوٹا برتن نہ ہو، تو بائیں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر پانی میں ڈالے اور اس سے پانی لے کر دائیں ہاتھ میں ڈالے اور دھوئے، پھر دائیں ہاتھ کو برتن میں ڈال کر بائیں ہاتھ کو دھوئے، ہاتھ میں اگر انگوٹھی پہن رکھی ہو اور وہ تنگ ہو، تو وضو میں اس کو ہلانا یا نکالنا ضروری ہے، تاکہ یقینی طور پر پانی اس کے نیچے پہنچ جائے۔[۲] اور اگر ٹونٹی سے وضو کر رہا ہے، تو دونوں ہاتھ کو ایک ساتھ دھونے میں مضائقہ نہیں۔

❖ جس طرح شروع میں دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھونا مسنون ہے، اسی طرح بعد میں منہ دھونے کے بعد دونوں ہاتھ دھوتے وقت گٹوں تک کا حصہ دوبارہ دھونا مسنون ہے۔[۳]

---

(۱) رد المحتار: ۱/ ۲۲۷، زکریا، دیوبند

(۲) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ٦٦، دار الکتاب، دیوبند

(۳) رد المحتار: ۲۳۲/ ۱، زکریا، دیوبند

چوتھی سنت: مسواک کرنا

وضو کی چوتھی سنت کلی کرتے وقت تین بار مسواک کرنا ہے، مرد اور عورت دونوں کے لیے مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے، احادیث میں مسواک کے بہت فضائل اور تاکید آئی ہے، حضور ﷺ اس کا خاص اہتمام فرماتے تھے، مسواک اللہ کی خوشنودی کا سبب ہے اور سارے انبیاء کی سنت ہے، مشائخ نے لکھا ہے کہ مسواک کے اہتمام میں ستر فائدے ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ شہادت پڑھنا نصیب ہوتا ہے، جو نماز مسواک کرکے پڑھی جاتی ہے، وہ اس نماز کے مقابلے میں جو بغیر مسواک کے پڑھی گئی ہو، ستر گنا زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔(۱)

❖ اکثر علماء کے نزدیک وضو میں مسواک کلی کے وقت کرنی چاہیے، یعنی: کلی کے درمیان میں؛ کیوں کہ اسی سے اچھی طرح صفائی حاصل ہوگی۔(۲)

مسواک کرنے کا مسنون طریقہ:

مسواک کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی چھنگلی مسواک کے نیچے رکھے اور اس کے اوپر چھنگلی کے برابر والی انگلی، پھر درمیان والی انگلی، پھر شہادت کی انگلی رکھے اور انگوٹھا مسواک کے سرے کے نیچے رکھے، پہلے مسواک دائیں جانب اوپر کے دانتوں میں کرے، پھر بائیں جانب اوپر کے دانتوں میں کرے، پھر دائیں جانب نیچے کے دانتوں میں، پھر بائیں جانب نیچے کے دانتوں میں، پھر سامنے کے دانتوں میں کرے، پھر مسواک دھوئے، یہ ایک دفعہ ہوا، اسی طرح تین دفعہ کرلے اور ہر بار نیا پانی لے، دانتوں

---

(۱) ردالمحتار: ۲۳۲/ ۱تا۲۳۶، زکریا، دیوبند

(۲) ردالمحتار: ۲۳۳/ ۱، زکریا، دیوبند

میں چوڑائی میں مسواک کرنی چاہیے، یعنی: دائیں بائیں کرنی چاہیے، دانتوں میں طولاً مسواک نہیں کرنی چاہیے، اس میں مسوڑھے میں زخم ہوسکتا ہے؛ البتہ زبان پر طولاً، یعنی: لمبائی میں کی جائے۔ (۱)

❖ مسواک کا شروع میں ایک بالشت کے بقدر ہونا اور ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے برابر موٹا ہونا مستحب ہے، بعد میں استعمال کرنے سے اگر مسواک چھوٹی ہوجائے، تو مضائقہ نہیں، بہتر یہ ہے کہ پیلو یا زیتون کی لکڑی سے مسواک کی جائے اگرچہ مسواک کی سنیت کسی بھی لکڑی سے حاصل ہوجائے گی، مسواک کو استعمال کرنے کے بعد اس طرح کھڑا کر کے رکھنا چاہیے کہ ریشے والی جانب اوپر ہو، زمین پر گرا کر مسواک نہیں رکھنی چاہیے۔ (۲)

❖ اگر مسواک میسر نہ ہو، تو انگلی یا برش دانتوں میں رگڑنے سے ان شاء اللہ فعلِ مسواک کی سنت ادا ہوجائے گی؛ البتہ رسول اللہ ﷺ نے چوں کہ لکڑی کی مسواک استعمال فرمائی ہے، اس لیے آلہ مسواک کی سنت اسی وقت ادا ہوگی، جب کہ لکڑی کی مسواک استعمال کی جائے اور مسواک ہوتے ہوئے دوسری چیز استعمال کرنے سے مسواک کا ثواب حاصل نہیں ہوگا۔ (۳)

❖ انگلی سے مسواک کرنے میں بہتر یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلی استعمال میں لائے، بائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی منہ کے دائیں جانب استعمال کرے اور دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی بائیں جانب استعمال کرے۔ (۴)

---

(۱) رد المحتار: ۱/۲۳۵، زکریا، دیوبند
(۲) رد المحتار: ۱/۲۳۴، ۲۳۵، زکریا، دیوبند
(۳) رد المحتار: ۱/۲۳۶، زکریا، دیوبند
(۴) رد المحتار: ۱/۲۳۶، زکریا، دیوبند

پانچویں سنت: تین بار کلی کرنا

وضو کی پانچویں سنت تین بار کلی کرنا ہے، آپ ﷺ ہمیشہ اہتمام سے وضو میں کلی فرماتے تھے، کلی کا مطلب ہے پانی لے کر اس کو اچھی طرح منہ میں سب طرف حرکت دینا کہ پانی دانتوں کی طرف سے گذرے اور زبان کے نیچے، زبان کے اوپر، تالو میں ہر جگہ کو کھنگال دے، پھر اس پانی کو منہ سے نکال دینا، اسی طرح تین بار کلی کرنا مسنون ہے۔

بہت سے لوگ کلی صحیح طریقے سے نہیں کرتے ہیں، بس پانی منہ میں لے کر پچکاری مار دیتے ہیں، اس طرح کلی کا مقصد (منہ کی صفائی) حاصل نہیں ہوتی۔

❖ وضو میں کلی کرنا پانچ سنتوں پر مشتمل ہے:

(۱) تثلیث (تین مرتبہ کلی کرنا) (۲) ترتیب، یعنی: پہلے کلی کرنا بعد میں ناک میں پانی ڈالنا (۳) ہر مرتبہ نئے پانی سے کلی کرنا (۴) دائیں ہاتھ سے کلی کرنا (۵) کلی کرنے میں مبالغہ کرنا، یعنی غرغرہ کرنا؛ لیکن روزہ دار کلی میں مبالغہ نہیں کرے گا۔[1]

❖ کلی کا پانی نکال دینا افضل ہے، اگرچہ نگل جانا بھی جائز ہے۔[2]

چھٹی سنت: تین بار ناک میں پانی ڈالنا

وضو کی چھٹی سنت تین بار ناک میں پانی ڈالنا اور ناک کو صاف کرنا ہے، ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا مسنون ہے، یعنی ناک کے نرم حصہ تک پانی کو پہنچانا اور ناک کو صاف کرنا چاہیے، اگر یہ محسوس ہو کہ ناک میں کچھ لگا ہے، تو بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے اس کو رگڑنا اور ملنا چاہیے اور پھر پانی داخل کر کے اچھی طرح ناک صاف کرنی چاہیے، حدیث میں دو

---

(۱) رد المحتار: ۲۳۶/۱، ۲۳۷، زکریا، دیوبند

(۲) البحر الرائق: ۴۳/۱، کتاب الطہارۃ، ط: زکریا، دیوبند

الفاظ آتے ہیں: ایک استنشاق اور ایک استنثار، استنشاق کے معنی ہیں ناک میں پانی کھینچنا اور استنثار کے معنی ہیں ناک سے پانی جھاڑنا، دونوں مستقل مطلوب ہیں اور دونوں کے مجموعے کا نام ناک میں پانی ڈالنا ہے، لہذا جو لوگ یوں کرتے ہیں کہ ناک میں پانی گیا اور خود سے گر گیا، یہ طریقہ ناقص ہے۔(۱)

❖ بعض لوگ ناک صاف کرنے کے بعد پانی نہیں بہاتے، جس سے گندگی وہیں وضو کی جگہ پڑی رہ جاتی ہے اور لوگوں کے لیے تکلیف کا باعث ہوتی ہے، اس لیے اس کو بہا دینا چاہیے۔

❖ ناک میں پانی ڈالنے میں بھی وہی پانچ سنتیں ہیں جو کلی کے بیان میں گزریں۔

ساتویں سنت: ہر عضو کو تین تین بار دھونا

وضو کی ساتویں سنت ہر عضو کو تین تین بار دھونا ہے، یعنی جن اعضا کا دھونا فرض ہے، جیسے: چہرہ دھلنا، کہنیوں سمیت ہاتھ دھلنا اور ٹخنوں سمیت دونوں پیر دھلنا، ان اعضا کو ایک مرتبہ دھلنا تو فرض ہے اور تین مرتبہ دھلنا سنت ہے، تین بار سے زائد دھلنا مکروہ ہے؛ البتہ اگر شک ہو، تو اطمینان کے لیے زیادہ دھلنے میں حرج نہیں ہے؛ لیکن اگر کسی کو بار بار دھونے سے اطمینان حاصل نہ ہوتا ہو، اس کو وہم کی بیماری ہو، تو ایسے شخص کو صرف تین ہی بار دھلنا چاہیے۔(۲)

❖ مسح صرف ایک بار کیا جائے گا، سر کا مسح بھی ایک مرتبہ، کان کا مسح بھی ایک مرتبہ اور گردن کا مسح بھی ایک مرتبہ۔

---

(۱) ردالمحتار: ۲۳۶/۱، ۲۳۷، زکریا، دیوبند

(۲) ردالمحتار: ۲۳۹/۱ تا ۲۴۲، زکریا، دیوبند

آٹھویں سنت: ڈاڑھی کا خلال کرنا

وضو کی آٹھویں سنت چہرہ دھوتے وقت داڑھی کا خلال کرنا ہے۔

خلال کا مسنون طریقہ:

ڈاڑھی کے خلال کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے ڈالے اور دائیں ہاتھ کی انگلیاں بالوں میں داخل کر کے اوپر کی طرف نکالے، پانی ڈالتے وقت ہتھیلی گلے کی طرف ہو اور خلال کرتے وقت ہتھیلی کی پشت گلے کی طرف ہو، رسول اللہ ﷺ نے جب وضو فرمایا، تو چلو میں پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے ڈالا اور اس پانی سے خلال کیا اور فرمایا کہ میرے رب نے مجھے اسی طرح حکم دیا ہے۔(۱)

❖ مستحب یہ ہے کہ ڈاڑھی کا خلال منہ دھونے کے بعد کیا جائے۔(۲)

نویں سنت: ہاتھوں اور پیروں کو انگلیوں کی طرف سے دھونا

دونوں ہاتھ دھونے میں پانی انگلیوں کی جانب سے بہانا سنت ہے۔(۳)

ایک سبق آموز واقعہ:

ہمارے حضرت فقیہ الامت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اخیر عمر میں جب بینائی تقریبا ختم ہو گئی تھی اور معذور ہو گئے تھے، خدام وضو کرا رہے تھے، جو حضرات واقف تھے وہ تمام سنتوں کی رعایت کیا کرتے تھے، ایک دن ایک نئے خادم نے کہا کہ آج میں وضو کراؤں گا،

---

(۱) ردالمحتار: ۲۳۸/۱، زکریا، دیوبند

(۲) عماد الدین، ص: ۵۷، لاہور

(۳) بدائع الصنائع: ۱/۱۱۴، کتاب الطہارۃ، سنن الوضوء، زکریا، دیوبند

حضرت کے جو خادم تھے انہوں نے منع کیا؛ لیکن انہوں نے کہا کہ نہیں آج میں ہی وضو کراؤں گا؛ چناں چہ انہوں نے لوٹے میں پانی لیا اور کہنیوں کی طرف سے پانی بہادیا، حضرت نے پوچھا کون ہے ؟ بس جلدی سے وہ لوٹا رکھ کر غائب ہوگئے، ہمارے اکابر سنتوں کی کتنی رعایت فرماتے تھے، اتنی اتنی چیزوں کی بھی رعایت فرماتے تھے کہ ہاتھ دھلنے کا آغاز ہاتھ کی انگلیوں سے کہنیوں کی طرف ہو اور پیر دھلنے کا آغاز انگلیوں سے ٹخنوں کی طرف ہو، جیسے کہ سر کے مسح کا آغاز سر کے اگلے حصہ سے پیچھے کی طرف اور پھر پیچھے سے آگے کی طرف ہوتا ہے۔

دسویں سنت: انگلیوں کا خلال کرنا

دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ دھونے کے بعد انگلیوں کا خلال کرنا سنت مؤکدہ ہے، احادیث میں خلال کی بہت تاکید آئی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جب تم وضو کرو تو پورا کرو اور انگلیوں کا خلال کیا کرو۔ (۱)

❖ راجح قول کے مطابق خلال کا وقت دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت تین مرتبہ دھونے کے بعد ہے۔ (۲)

خلال کا مسنون طریقہ:

خلال کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی دائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے اور بائیں ہاتھ کی تر انگلیاں دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر نیچے سے اوپر کی جانب کھینچے۔ یہی طریقہ بہتر ہے۔ (۳)

---

(۱) ترمذی، رقم: ۳۸

(۲) رد المحتار: ۱/۲۳۸، ۲۳۹ زکریا، دیوبند

(۳) رد المحتار: ۱/۲۳۸، ۲۳۹ زکریا، دیوبند

گیار ہویں سنت: پیر کی انگلیوں کا خلال کرنا

وضو کی گیار ہویں سنت پیر کی انگلیوں کا تین مرتبہ خلال ہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے داہنے پیر کے داہنی طرف سے خلال شروع کرے اور بائیں کنارے لے جاکر ختم کردے اور اگر وقت کم ہے اور ساری انگلیوں سے ایک ساتھ خلال کرلے تو بھی خلال کی سنت ادا ہوجائے گی اور ہاتھ کی چھوٹی انگلی پیر کی انگلیوں میں ڈالنے کے دو طریقے ہیں: ایک؛ یہ کہ پاؤں کے اوپر سے چھنگلی کو انگلیوں کے درمیان داخل کرکے نیچے سے اوپر کی جانب کھینچے، دوسرے؛ یہ کہ نیچے سے انگلی داخل کرکے اوپر کی جانب کھینچے، پہلا طریقہ زیادہ بہتر ہے۔ (۱)

بار ہویں سنت: ایک بار پورے سر کا مسح کرنا

وضو کی بار ہویں سنت ایک بار پورے سر کا مسح کرنا ہے، چوتھائی سر کا مسح کرنا تو فرض ہے، اگر اس سے کم کریں گے تو وضو ہی نہیں ہوگا؛ لیکن سنت یہ ہے کہ پورے سر کا مسح کیا جائے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو پیشانی پر رکھے اور ہتھیلیوں کو کنپٹیوں پر رکھے اور ہاتھوں کو پورے سر کا مسح کرتے ہوئے پیچھے کی طرف لے جائے، پھر پیچھے سے آگے کی طرف واپس لائے، بعض لوگ جلدی میں سر کے تھوڑے سے حصہ کا مسح کرلیتے ہیں اور باقی حصے کو چھوڑ دیتے ہیں، اگرچہ چوتھائی سر کا مسح کرلینے سے وضو ہوجاتا ہے؛ لیکن سنت یہ ہے کہ پورے سر پر ہاتھ پھیرے، کوئی حصہ چھوٹے نہیں۔ (۲)

❖ بہتر یہ ہے کہ سر کا مسح کرنے سے پہلے دونوں ہاتھ تر کرلیے جائیں؛ لیکن اگر ہاتھ

---

(۱) ردالمحتار: ۲۳۹/۱، زکریا، دیوبند

(۲) ردالمحتار: ۲۴۳/۱، زکریا، دیوبند

دھلنے کے بعد ہاتھ میں تری موجود ہے اور نئے سرے سے ہاتھ کو تر نہیں کیا اور اسی تری سے سر کا مسح کرلیا تو مسح ادا ہو جائے گا؛ لیکن یہ بہتر نہیں ہے بہتر یہی ہے کہ دونوں ہاتھوں کو تازہ پانی سے تر کیا جائے اور اس سے سر کا مسح کیا جائے۔(۱)

❖ اگر کوئی شخص بلا عذر پورے سر کا مسح نہ کرے، صرف چوتھائی سر کے مسح کی عادت بنالے، تو وہ گنہگار ہوگا۔(۲)

تیرہویں سنت: کانوں کا مسح

وضو کی تیرہویں سنت سر کے مسح کے ساتھ ایک بار دونوں کانوں کا مسح کرنا ہے، دونوں کانوں کا مسح ایک ساتھ کرنا چاہیے اور اس مسح کے لیے الگ سے تری لینے کی ضرورت نہیں ہے؛ بل کہ سر کے مسح کی تری کافی ہے، حدیث میں فرمایا گیا ہے الأُذُنَانِ مِنَ الرَّأس دونوں کان سر کے تابع ہیں، یعنی سر کا مسح کرنے کے لیے جب ہاتھ کو تر کیا گیا، تو یہی تری کان کے مسح کے لیے بھی کافی ہے، الگ سے ہاتھ تر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔(۳)

کانوں کے مسح کا طریقہ:

کانوں کے مسح کا طریقہ یہ ہے کہ شہادت کی انگلیوں سے کانوں کے اندر کے حصہ کا مسح کرے اور انگوٹھے سے باہر کے حصہ کا اور چھنگلیاں کانوں کے سوراخ میں ڈال کر ہلائے، یہ مستحب ہے۔(۴)

❖ الٹے ہاتھوں سے گردن کا مسح کرنا مستحب ہے۔(۵)

---

(۱) ردالمحتار: ۲۴۳/۱، زکریا، دیوبند

(۲) ردالمحتار: ۲۴۳/۱، زکریا، دیوبند

(۳) ردالمحتار: ۲۴۳/۱، زکریا، دیوبند

(۴) ردالمحتار: ۲۴۳/۱، زکریا، دیوبند، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص:۷۶، اشرفیہ، دیوبند

(۵) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص:۷۶، اشرفیہ، دیوبند

چودہویں سنت: پے درپے وضو کرنا

وضو کی چودہویں سنت پے درپے وضو کرنا ہے، یعنی ایک عضو کے بعد دوسرے عضو کو دھونے میں اتنی تاخیر نہ کرے کہ معتدل ہوا کی صورت میں پہلا عضو خشک ہو جائے؛ بل کہ ایک عضو کے سوکھنے سے پہلے دوسرے عضو کو دھل لیا جائے، لہذا چہرہ دھلنے کے بعد اتنی دیر ٹھہرے رہنا کہ ہاتھ دھلنے کے وقت چہرہ سوکھ جائے؛ خلافِ سنت ہے۔(۱)

پندرہویں سنت: ترتیب سے وضو کرنا

وضو کی پندرہویں سنت ترتیب سے وضو کرنا ہے، اگر کسی شخص نے خلافِ ترتیب وضو کیا، مثلاً پہلے پیر دھلا پھر چہرہ دھلا، تو وضو ہو جائے گا؛ کیوں کہ تمام اعضا تک پانی پہنچ گیا؛ لیکن یہ خلافِ سنت ہے، جس ترتیب سے کلام پاک میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے، اسی ترتیب سے وضو کیا جائے، یہی سنت ہے۔(۲)



(۱) ردالمحتار: ۲۴۵/۱، زکریا، دیوبند، احسن الفتاوی: ۱۴/۲، دارالاشاعت، کراچی
(۲) ردالمحتار: ۲۴۴/۱، زکریا، دیوبند

وضو کے مستحبات

فقہ کی کتابوں میں وضو کے ستر سے زائد مستحبات ذکر کیے گئے ہیں، یہاں ان میں سے چند ایسے مستحبات کو بیان کیا جاتا ہے، جن کے سلسلے میں کچھ کوتاہی پائی جاتی ہے۔

❖ وضو کے لیے پاک اونچی جگہ بیٹھنا چاہیے، تاکہ مستعمل پانی بدن یا کپڑے پر نہ پڑے۔ (۱)

❖ وضو میں قبلہ رخ ہو کر بیٹھنا چاہیے؛ اس لیے کہ قبلہ رخ ہونے میں دعا قبول ہونے کی زیادہ امید ہے، نیز حدیث میں ہے: «أَكْرَمُ المَجَالِسِ ما استقبل به القبلة»۔ ترجمہ: معزز ترین وہ مجالس ہیں جن میں لوگ قبلہ رخ بیٹھیں۔ (۲)

آج کل واش بیسن میں کھڑے کھڑے وضو کیا جاتا ہے، جس میں پانی کے اسراف کا زیادہ احتمال رہتا ہے اور چھینٹیں بھی پڑتی ہیں اور بسا اوقات وضو کرتے ہوئے قبلہ کی طرف پیٹھ بھی ہو جاتی ہے، اس سے احتیاط کرنا چاہیے، اسی وجہ سے آج بھی مشائخ کے یہاں معمول ہے کہ وہ پاک جگہ قبلہ رخ پیڑھے وغیرہ پر بیٹھ کر لوٹے سے وضو کرتے ہیں، جس میں وضو کے آداب پر عمل آسان ہوتا ہے اور مکروہات سے بھی حفاظت رہتی ہے؛ البتہ اگر عذر ہو یا وضو کی جگہ ایسی ہو جہاں بیٹھ کر وضو کرنے میں چھینٹیں پڑنے کا زیادہ احتمال ہو اور کھڑے ہو کر وضو کرنے میں مائے مستعمل سے بچنا آسان ہو تو کھڑے ہو کر بھی وضو کرنے

---

(۱) رد المحتار: ۲۵۰/۱، ۲۵۱، زکریا، دیوبند

(۲) مراقی الفلاح، ص: ۷۵، دار الکتاب، دیوبند

میں مضائقہ نہیں۔(۱)

❖ وضو کرنے میں کسی سے مدد نہ لینا مستحب ہے، بہتر یہ ہے کہ آدمی خود وضو کرے، لیکن اگر کوئی دوسرا شخص وضو کا لوٹا بھر کر دیدے تو راجح قول کے مطابق اس میں کراہت نہیں ہے، ہاں دوسرے شخص سے اس طرح مدد لینا کہ وہ اپنے ہاتھ سے اعضا کو دھوئے اور اپنے ہاتھ سے مسح کرائے، یہ صورت اختیار کرنا بلا عذر مکروہ ہے اور عذر کی وجہ سے یہ بھی جائز ہے۔(۲)

❖ وضو میں پانی کا لوٹا اگر کوئی بھر کر دیدے تو بعض لوگ اس کو لینا مکروہ سمجھتے ہیں، یہ صحیح نہیں ہے۔

❖ اعضا کو جہاں تک دھونا فرض یا واجب ہے، اِس سے تھوڑا زیادہ دھونا بہتر ہے۔(۳)

❖ سردی کے موسم میں پہلے اعضائے وضو کو تر ہاتھ سے ملنا بہتر ہے تاکہ تمام عضو دھوتے وقت پانی آسانی سے کھال تک پہنچ جائے۔(۴)

❖ ہر عضو دھوتے وقت یا مسح کرتے وقت بسم اللہ اور کلمہ شہادت پڑھنا مستحب ہے، وضو کے درمیان پڑھنے کی جو دعائیں کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں، ان کا بھی پڑھنا مستحسن ہے۔(۵)

❖ وضو سے فارغ ہوکر آسمان کی طرف نظر کرکے یہ دعا پڑھنا مستحب ہے:

«أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰه الاَّ اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا

---

(۱) فتاوی دار العلوم زکریا: ۴۶۹/ ۱تا۴۷۱، زکریا، دیوبند

(۲) ردالمحتار: ۲۵۱/ ۱، زکریا، دیوبند

(۳) ردالمحتار: ۲۵۶/ ۱، زکریا، دیوبند

(۴) ردالمحتار: ۲۵۶/ ۱، زکریا، دیوبند

(۵) ردالمحتار: ۲۵۱/ ۱، ۲۵۲ زکریا، دیوبند

عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ»

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی تم میں سے وضو کرے اور پورے آداب کے ساتھ اچھی طرح مکمل وضو، پھر وضو کے بعد کہے: «أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلٰه الَّا اللهُ وَحْدَه لاَ شَرِيْكَ لَه، وأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُه وَ رَسُوْلُه، اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ» تو لازمی طور پر اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جائیں گے، وہ جس دروازے سے بھی چاہے گا جنت میں جاسکے گا۔[1]

❖ وضو کا بچا ہوا پانی پینا مستحب ہے۔

❖ لوگوں میں مشہور یہ ہے کہ وضو کے بعد پانی کھڑے ہو کر پینا چاہیے، اس کی زیادہ فضیلت اور زیادہ ثواب ہے، یہ بات صحیح نہیں ہے، ہر پانی کو بیٹھ کر پینا سنت ہے چاہے وہ وضو کا پانی ہو یا زمزم کا پانی ہو، افضل یہ ہے کہ ان کو بھی بیٹھ کر پیا جائے، اگر چہ کھڑے ہو کر پینا بھی جائز ہے۔[2]



(۱) ترمذی، رقم: ۵۵، رد المحتار: ۲۵۳/۱، زکریا، دیوبند

(۲) صحیح بخاری، کتاب الأشربة، باب الشرب قائما، رقم الحدیث: ۵۶۱۶، رد المحتار: ۲۵۴/۱، زکریا، دیوبند

وضو کے مکروہات

فقہ کی کتابوں میں وضو کے بہت سے مکروہات بیان کیے گئے ہیں، یہاں صرف ایک مکروہ کا ذکر کیا جاتا ہے، جس کے بارے میں آج کل زیادہ لاپرواہی برتی جارہی ہے؛ وہ یہ کہ وضومیں ضرورت سے زیادہ پانی خرچ کیا جاتا ہے؛ حالاں کہ پانی کے استعمال میں اسراف کرنا سخت مکروہ ہے، اس سے وضو میں کراہت آجاتی ہے، وضو کرنے کے لیے عموما لوگ ٹونٹی کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور پوری ٹونٹی کھول دیتے ہیں، اس میں منجن مانجھ رہے ہیں، گل کررہے ہیں اور پانی بہہ رہا ہے، اسی طرح مسح کرتے وقت ٹونٹی کو بند نہیں کرتے، ہاتھ ترکیا، ٹونٹی کھلی ہے پانی بہ رہا ہے، سر کا مسح کیا، کان کا مسح کیا، گردن کا مسح کیا اور اس کے بعد اطمینان سے پیر دھل رہے ہیں، ایسا نہیں کرنا چاہیے، پانی کے ایک ایک قطرے کا حساب اللہ کے یہاں دینا پڑے گا۔

حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ پانی کے اسراف سے بچو اگرچہ بہتے ہوئے دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے ہو، سوچنے کی بات ہے کہ دریا کے کنارہ بیٹھنے والا وضو کرے گا، تو اس کا ایک قطرہ بھی ضائع نہیں ہوگا، وہ سارا پانی پلٹ کر اسی میں جارہا ہے، یعنی اسراف اس لیے منع نہیں ہے کہ پانی نالی میں جارہا ہے؛ بل کہ وضو میں ضرورت سے زائد پانی استعمال کرنا اسراف ہے، ندی کے کنارے بیٹھ کر وضو کریں گے تب بھی اسراف کرنا منع ہے، اتنا ہی پانی استعمال کریں جتنا استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔[۱]

---

(۱) ردالمحتار: ۲۵۸/۱، زکریا، دیوبند

ایک ضروری تنبیہ:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وضو کا ایک شیطان ہے، جس کا نام ہے ولہان، وہ وضو کرتے وقت آدمی کے پاس آتا ہے اور پریشان کرتا ہے: آدمی کلی کرتا ہے اور اطمینان نہیں ہوتا ہے کہ میری کلی ہوئی کہ نہیں، چہرہ دھل رہا ہے اور دھلتا ہی چلا جارہا ہے اور ہاتھ دھل رہا ہے تو دھلے جارہا ہے، اس سے بچنا چاہیے، ورنہ شک اور وسوسہ کا مرض پیدا ہوجاتا ہے اور ایسا شخص وضو میں اتنا پانی خرچ کردیتا ہے، جتنا غسل میں خرچ ہوتا ہے، ایسے موقع پر دل میں یہ خیال لانا چاہیے کہ جس طریقہ سے ساری دنیا کے لوگوں کا وضو ہوجاتا ہے، ہمارا بھی وضو ہوگیا۔[1]

وضو کا بیان مکمل ہوا، اگر اس طرح ہم وضو کریں گے تو امید ہے کہ ہمارا وضو؛ اسباغ الوضو (وضو کو کامل و مکمل کرنے) کا مصداق بنے گا جس پر حدیث میں بشارت سنائی گئی ہے، اس طرح وضو کرنے میں ممکن ہے کہ ایک دو منٹ زیادہ خرچ ہوں؛ لیکن اتباع سنت کے خاطر اگر اتنا معمولی وقت بھی خرچ کرنا کسی کے لیے بوجھ ہو تو یہ بڑی محرومی کی بات ہے۔



(۱) ترمذی، رقم: ۵۷

نماز

نماز کی عظمت واہمیت

دین اسلام میں ایمان و توحید کے بعد اہم ترین عبادت نماز ہے، اسی سے دعوت کا آغاز ہوتا ہے۔[1] اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں نماز کے بارے میں بہت تاکید فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: أَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ: نماز کو ٹھیک ادا کرو[2] حَـٰفِظُوا۟ عَلَى ٱلصَّلَوَٰتِ: تمام نمازوں کی حفاظت کرو[3]۔ حضور ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔[4]

❖ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> نماز اپنی عظمت شان اور مقتضائے عقل و فطرت کے لحاظ سے تمام عبادتوں میں خاص امتیاز رکھتی ہے اور خداشناس و خداپرست انسانوں میں سب سے زیادہ معروف و مشہور اور نفس کے تزکیہ اور تربیت کے لیے سب سے زیادہ نفع مند ہے اور اسی لیے شریعت نے اس کی فضیلت، اس کے اوقات کی تعیین و تحدید اور اس کے شرائط وارکان اور آداب و نوافل اور اس کی رخصتوں کے بیان کا وہ اہتمام کیا ہے جو عبادات و طاعات کی کسی دوسری قسم کے لیے نہیں کیا اور انہی خصوصیات و امتیازات کی وجہ سے نماز کو دین کا عظیم ترین شعار اور امتیازی

(۱) صحیح مسلم، رقم: ۱۲
(۲) البقرۃ:۴۳
(۳) البقرۃ:۲۳۸
(۴) مسند احمد، رقم: ۲۳۰۸۸

نشان قرار دیا گیا ہے۔[١]

❖ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ لکھتے ہیں کہ دشمن سے مقابلے کے وقت کشاکشی کی حالت میں بھی نماز کی حفاظت کی تاکید کی گئی ہے۔[٢] اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دین اسلام میں نماز کس درجہ ضروری عبادت ہے کہ ایسی سخت حالت میں بھی نماز چھوڑنے کی اجازت نہیں دی گئی۔[٣]

❖ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں اسلامی قلمرو کے تمام عُمّال (صوبوں کے اعلیٰ افسران) کو ایک خاص گشتی فرمان لکھا تھا، جو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "موطا" میں لفظ بہ لفظ روایت کیا ہے، وہ یہ ہے:

"تمہارے کاموں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ مہتم بالشان کام نماز ہے، جس نے کما حقہٗ اس کی حفاظت کی اس نے اپنے پورے دین کی حفاظت کرلی اور جس نے نماز کو ضائع کیا تو وہ دین کے دوسرے کاموں کو اور زیادہ برباد کردے گا"۔[٤]

فائدہ:

ضائع کرنے کے معنی یہ بھی ہیں کہ وہ نماز نہیں پڑھے گا، اور یہ معنی بھی ہیں کہ نماز پڑھے گا؛ لیکن غلط طریقے سے پڑھے گا اور ضائع کرنے کے معنی یہ بھی ہیں کہ نماز پڑھنے میں لاپرواہی سے کام لے گا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے حکام کو یہ فرمان اس لیے لکھ کر بھیجا کہ عام طور پر حاکم کے دل میں یہ بات ہوتی ہے کہ میرے سر پر تو قوم کی بہت بڑی ذمہ داریاں ہیں، لہٰذا اگر میں ان ذمہ داریوں کی خاطر کسی وقت کی نماز قربان بھی کردوں تو کوئی

(١) معارف الحدیث، ص: ٧٥/٣، دار الاشاعت، کراچی
(٢) البقرۃ:٢٣٨
(٣) حیاۃ المسلمین، ملخصا
(٤) موطا امام مالک، رقم: ٩

حرج نہ ہوگا؛کیوں کہ میں بڑے فریضے کو ادا کررہا ہوں، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حاکموں کی اس غلط فہمی کو دور فرمارہے ہیں کہ تم یہ مت سمجھنا کہ حاکم بننے کے بعد تمہاری ذمہ داریاں نماز سے زیادہ فوقیت رکھتی ہیں؛ بل کہ میرے نزدیک سب سے اہم کام یہ ہے کہ تمہاری نماز صحیح ہونی چاہیے، اگر اس نماز کی حفاظت کروگے تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہوگے اور اگر تم نے نماز کو ضائع کردیا تو تمہارے دوسرے کام اس سے زیادہ ضائع ہوں گے اور پھر حکومت کا کام تم سے ٹھیک نہیں چلے گا؛ کیوں کہ جب تم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو توڑدیا اور اللہ تعالیٰ کی توفیق تمہارے شامل حال نہ رہی تو پھر تمہارے کام کیسے درست ہوں گے۔

اب جو لوگ نماز میں سستی کرکے حمیت اسلام کے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات پر غور کریں اور جن اسلاف کی کامیابیوں تک پہنچنے کے خواب دیکھتے ہیں، ان کے حالات کی تحقیق کریں کہ وہ دین کو کس مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے، پھر دنیا ان کے قدم کیوں نہ چومتی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنھوں نے فرمان جاری کیا تھا، خود ان کا حال دیکھیں کہ اخیر زمانے میں جب ان کو برچھا مارا گیا تو ہر وقت خون جاری رہتا تھا اور اکثر غفلت رہتی تھی، حتی کہ اسی حالت میں انتقال بھی ہوگیا؛ مگر بیماری کے ان دنوں میں نماز ادا کرتے اور فرماتے کہ ہاں ہاں ضرور، جو شخص نماز نہ پڑھے، اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں، ہمارے یہاں بیمار کی خیر خواہی راحت رسانی اس میں سمجھی جاتی ہے کہ اس کو نماز کی تکلیف نہ دی جائے، بعد میں فدیہ دے دیا جائے گا، ان حضرات کے یہاں خیر خواہی یہ تھی کہ جو عبادت بھی چلتے چلاتے کرسکے، دریغ نہ کیا جائے۔ (۱)

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مذکورہ ارشاد سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز ہی پوری

(۱) فضائل نماز ملخصا

زندگی جانچنے کے لیے میزان اور معیار ہے، جس شخص کی نماز جتنی اعلیٰ ہوگی، اس کی باقی دینی زندگی بھی اسی قدر بہتر ہوگی اور جو شخص نماز میں جتنا کوتاہ اور ناقص ہوگا، اس کی بقیہ دینی زندگی میں بھی اسی کے بقدر نقصان ہوگا، رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث سے بڑی صراحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت میں بھی نمازوں ہی کو میزان اور معیار بناکر "زندگی" کے امتحان میں کامیابی یاناکامی کا فیصلہ کیا جائے گا؛ چناں چہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کی جانچ ہوگی، اگر وہ ٹھیک نکلی تو بندہ کامیاب اور بامراد ہوگا اور اگر اس کی نمازیں خراب نکلیں تو نامراد اور خسارہ میں ہے"۔(۱)

گویا قیامت میں آدمی کی نماز اس کی پوری دینی زندگی کا نمونہ؛ بل کہ زیادہ صحیح لفظوں میں اس کی پوری زندگی کا مقیاس اور آئینہ ہوگی اور اس مادی دنیا میں بالکل خود ہمارے وجود میں اس کی نظیر یہ موجود ہے کہ حاذق طبیب صرف نبض کے ذریعہ دل کی قوت کا اندازہ کرکے (جو انسانی قوتوں کا مرکز اور منبع ہے) انسان کے پورے نظامِ جسمانی کی قوت اور کمزوری کا درجہ دریافت کرلیتا ہے، پس اسی طرح قیامت میں ہر شخص کی نماز کے کمال ونقصان سے اس کی پوری دینی زندگی کا کمال ونقصان معلوم ہوجائے گا۔(۲)

❖ ہمارے اکابر میں سب کے یہاں نماز کا جو اہتمام ملتا ہے، اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یاد تازہ ہوجاتی ہے، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کے بارے میں تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے کہ نماز آپ کو تمام مرغوبات سے زیادہ مرغوب اور محبوب تھی، اس کا اہتمام جس درجہ آپ کے یہاں دیکھنے میں آیا شاید دوسری جگہ کسی نے کم؛ بل کہ نہ دیکھا ہوگا، حجرہ

(۱) ترمذی، رقم: ۴۱۳

(۲) حقیقت نماز، ص: ۱۴ تا ۱۶، اشاعت اکیڈمی، پشاور

شریفہ میں کئی کئی گھڑیاں اور گھنٹے رہتے تھے، جن کو روزانہ دھوپ گھڑی سے ملایا جاتا تھا، اگر ایک بگڑ جاتا تو دوسرا کام دیتا اور دوسرا خراب ہوجاتا تو تیسرا وقت بتلایا کرتا تھا، خانقاہ میں سہ دری کے سامنے والے حجرہ کی دیوار پر دُھوپ گھڑی لگی ہوئی تھی، جب تک آپ کی بینائی قائم رہی اس کا اہتمام خود فرماتے تھے کہ پورے بارہ بجے گھڑیاں ملائی جائیں، بعد میں یہ خدمت حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد ہوئی، اکثر دیکھا گیا کہ جب تک دھوپ گھڑی سے گھنٹے ملا نہیں لیے گئے، اُس وقت تک حضرت کو نیند نہیں آئی، یا تو بیٹھے رہتے تھے اور اگر لیٹ بھی گئے تو کروٹیں بدل بدل کر بارہا دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کیا بجا ہے، بارہ بجے یا نہیں۔ (۱)



(۱) تذکرۃ الرشید: ۲/٦٠

نماز کے فضائل

حدیث کی کتابوں میں بہت کثرت سے نماز کی ترغیب اور اس کے فضائل آئے ہیں، حضور ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں، جو شخص ان میں لا پرواہی سے کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے، اچھی طرح وضو اور وقت پر ادا کرے، خشوع و خضوع سے پڑھے، حق تعالیٰ شانہٗ کا عہد ہے کہ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے اور جو شخص ایسا نہ کرے، اللہ تعالیٰ کا اس سے کوئی عہد نہیں، چاہے اس کی مغفرت فرمائیں، چاہے عذاب دیں(۱)

❖ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> کتنی بڑی فضیلت ہے نماز کی کہ اس کے اہتمام سے اللہ کے عہد میں اور ذمہ داری میں آدمی داخل ہوجاتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی معمولی سا حاکم یا دولت مند کسی شخص کو اطمینان دلادے یا کسی مطالبہ کا ذمہ دار ہوجائے یا کسی قسم کی ضمانت کرلے تو وہ کتنا مطمئن اور خوش ہوتا ہے اور اس حاکم کا کس قدر احسان مند اور گرویدہ بن جاتا ہے، یہاں ایک معمولی عبادت پر جس میں کچھ مشقت بھی نہیں ہے، مالک الملک، دو جہاں کا بادشاہ عہد کرتا ہے، پھر بھی لوگ اس چیز سے غفلت اور لا پرواہی کرتے ہیں، اس میں کسی کا کیا نقصان ہے، اپنی کم نصیبی

(۱) ابن ماجہ، رقم: ۱۴۰۳

اور اپنا ہی ضرر ہے۔ (۱)

حق یہ ہے کہ نماز ایسی ہی بڑی عبادت ہے کہ اس کی قدر وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ جل شانہ نے اس کا مزہ چکھادیا ہو، اسی دولت کی وجہ سے حضور ﷺ نے اپنی آنکھ کی ٹھنڈک اس میں فرمائی (۲) اور اسی لذت کی وجہ سے حضور ﷺ رات کا اکثر حصہ نماز میں ہی گزار دیتے تھے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وصال کے وقت خاص طور پر نماز کی وصیت فرمائی اور اس کے اہتمام کی تاکید فرمائی، شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ نماز تمام عبادتوں میں افضل و اشرف اور اتم و اکمل عبادت ہے، پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے، یعنی، آپ کو جو خوش دلی اور فرحت و مسرت نماز میں ہوتی تھی اور آپ اس میں جو ذوق و شہود پاتے تھے، وہ آپ کو کسی دوسری عبادت میں حاصل نہ ہوتا تھا۔ (۳)

❖ اللہ کا شکر ہے کہ ہم سب نماز کی اہمیت کو کچھ سمجھتے ہیں اور کسی درجے نمازیں بھی پڑھتے ہیں؛ لیکن ہم میں سے اکثر اپنی نمازوں کی موجودہ سطح پر بالکل مطمئن اور قناعت کیے ہوئے ہیں اور اپنی نمازوں کو بہتر بنانے کی کوئی فکر نہیں ہے، یہ بڑے خسارے کی بات ہے، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> نماز کا دنیا میں وہ مقام ہے جو آخرت میں دیدار الٰہی کا ہے، اب ہمیں خود ہی سمجھنا چاہیے کہ اپنی نمازوں کو بہتر بنانے اور ترقی دینے کی کتنی فکر اور کوشش ہونی چاہیے، نماز میں ترقی اور تکمیل کی بے انتہا گنجائش ہے، جو بہتر سے بہتر اور اچھی سی اچھی نماز دنیا میں پڑھی جاتی ہے، اگر کوشش جاری رکھی جائے تو اس میں

(۱) فضائل اعمال: ۲۱۶/۱، ادارہ دینیات، ممبئی

(۲) سنن نسائی، رقم: ۳۹۳۹

(۳) عماد الدین، ص: ۸۹، لاہور

بھی ہزاروں درجہ اور ترقی ہوسکتی ہے۔[۱]

نماز کو بہتر بنانے اور ترقی دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی اس سلسلے کی ایک نصیحت ان شاء اللہ بہت نفع مند ثابت ہوگی، اس پر عمل کرنا بھی زیادہ مشکل نہیں ہے، ایک صحابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ یا رسول اللہ مجھے کوئی مختصر نصیحت فرمادیجیے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِذَا قُمْتَ فِيْ صَلَاتِكَ فَصَلِّ صَلَاةَ مُوَدِّعٍ»[۲]

مطلب یہ ہے کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو الوداع کہنے والے کی سی نماز پڑھو، یعنی جو شخص اس دنیا کو اور دنیوی زندگی کو الوداع کہنے والا ہو اور ہمیشہ کے لیے سب سے رخصت ہونے والا، اس کی نماز جیسی ہونی چاہیے، تم ویسی ہی نماز پڑھا کرو، جس کی عملی صورت یہ ہے کہ جب ہم نماز کے لیے کھڑے ہونے لگیں تو یہ خیال کریں کہ کیا خبر ہے کہ شاید یہی ہماری آخری نماز ہو اور اس کے بعد کوئی اور نماز ادا کرنے کا مجھے موقع نہ ملے، پس یہ خیال کر کے اور اچھی طرح اس کا مراقبہ اور دھیان کر کے اپنی نماز کو ظاہر و باطن کے لحاظ سے بہتر سے بہتر ادا کرنے کی کوشش کرے، ان شاء اللہ اس تدبیر سے بے حد نفع ہوگا اور نماز میں جان آجائے گی۔[۳]

اس رسالے میں نماز کی اہمیت، اس کے فضائل اور دوسرے مضامین کا استیعاب مقصود نہیں ہے، اس کے لیے مستقل کتابیں موجود ہیں، یہاں تو اختصار کے ساتھ نماز کی اہمیت و فضیلت بتا کر اس بات پر توجہ دلانا ہے کہ دین اسلام میں اس عبادت کو جب اتنی

---

(۱) دین و شریعت، ص: ۱۴۸، مجلس نشریات اسلام، کراچی

(۲) مشکاۃ، رقم: ۵۲۲۶

(۳) دین و شریعت، ص: ۱۵۲، مجلس نشریات اسلام، کراچی

اہمیت حاصل ہے تو اس کے مسنون طریقے کو سیکھنا اور اس کے ضروری احکام و مسائل کو سمجھنا کتنا ضروری ہو گا، اسی لیے آئندہ اوراق میں نماز کے فرائض، واجبات اور سنتیں بیان کی جائیں گے اور درمیان میں ضروری اور قابل توجہ امور بھی ذکر کیے جائیں گے، ہمیں چاہیے کہ ان کو غور سے پڑھیں اور سنیں اور اپنی نماز کو ٹھیک سنت کے مطابق بنانے کی کوشش کریں تاکہ نماز کے فضائل اور دنیا اور آخرت میں اس کی برکتیں حاصل ہوں۔



نماز کی شرطیں

نماز شروع کرنے سے پہلے کچھ شرطیں ہیں، جن پر نماز کا صحیح ہونا موقوف ہے، ان شرطوں میں سے اگر ایک بھی شرط چھوٹ گئی تو نماز نہیں ہوگی۔

پہلی شرط: بدن کی پاکی

نماز صحیح ہونے کی پہلی شرط ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی ناپاکی سے بدن کا پاک ہونا ہے، ظاہری ناپاکی، جیسے: کسی نجاست، مثلاً: پیشاب، پاخانہ، خون، پیپ وغیرہ کا بدن پر لگا ہوا ہونا اور باطنی ناپاکی جیسے: بے وضو یا حالتِ جنابت میں ہونا۔ (۱)

❖ اگر کسی نمازی کے بدن یا کپڑے پر ایک درہم (ہتھیلی کے گہراؤ) سے زیادہ نجاست غلیظہ، جیسے: خون، پیشاب وغیرہ لگ جائے، تو اس کے ساتھ نماز صحیح نہیں ہوگی۔ (۲)

دوسری شرط: کپڑے کا پاک ہونا

دوسری شرط نمازی کے کپڑے کا پاک ہونا ہے۔

❖ ہر وہ کپڑا جو نمازی کے حرکت کرنے سے حرکت کرتا ہو اس کا پاک ہونا ضروری ہے، لہٰذا اگر رومال کا ایک کنارہ ناپاک ہو اور وہ نمازی کے حرکت سے حرکت کرے، تو ایسے رومال کے ساتھ نماز پڑھنا جائز نہیں ہوگا۔ (۳)

---

(۱) ردالمحتار: ۷۳/ ۲، باب شروط الصلاۃ، زکریا، دیوبند

(۲) ردالمحتار: ۵۲۰/ ۱، ۵۲۱ زکریا، دیوبند

(۳) ردالمحتار: ۷۳/ ۲، باب شروط الصلاۃ، زکریا، دیوبند

❖ جس کپڑے پر نماز پڑھی جا رہی ہے، اگر اس کا ایک کونہ ناپاک ہو؛ لیکن نمازی کے کھڑے ہونے اور سجدہ کرنے کی جگہ پاک ہو، تو ایسے کپڑے پر نماز ہو جائے گی۔ (۱)

تیسری شرط: جگہ کا پاک ہونا

تیسری شرط جگہ کا پاک ہونا ہے، جس جگہ نماز پڑھی جا رہی ہے، اس میں سے کم از کم وہ حصے جو نماز کی حالت میں جسم سے مس ہوتے ہیں، ان کا پاک ہونا ضروری ہے، کپڑا بچھانا، جائے نماز بچھانا، چٹائی بچھانا ضروری نہیں ہے، زمین کے اوپر اگر نماز پڑھی جا رہی ہو اور وہ پاک ہے تو کافی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «جُعِلَت لِيَ الارضُ مَسجِداً وَطَهُوْراً» (۲) کہ پوری زمین کو میرے لیے پاکی کا ذریعہ اور نماز پڑھنے کی جگہ بنا دیا گیا ہے، بہتر یہ ہے کہ نماز پڑھنے کی جگہ مکمل پاک ہو؛ لیکن اگر مواضعِ سجود، یعنی: دونوں قدم، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے رکھنے کی جگہ اور ناک اور پیشانی رکھنے کی جگہ پاک ہو، تب بھی نماز صحیح ہو جائے گی، گویا پاک جگہ سے مراد یہ ہے کہ مواضعِ سجود پاک ہوں؛ لیکن پاک جگہ دستیاب ہوتے ہوئے ایسی جگہ نماز پڑھنا جس کا صرف اتنا حصہ پاک ہو، جہاں اعضائے سجود رکھے جاتے ہیں؛ مکروہ ہے۔ (۳)

❖ اگر زمین ناپاک ہو؛ لیکن خشک ہو جس پر نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو، تو اس پر نماز پڑھنے کی گنجائش ہے۔ (۴)

❖ اگر کسی ناپاک جگہ پر کوئی کپڑا بچھا کر نماز پڑھی جائے اور ناپاکی نظر آ رہی ہو، تو اس

---

(۱) ردالمحتار: ۷۴/ ۲، باب شروط الصلاۃ، زکریا، دیوبند

(۲) بخاری، رقم: ۴۳۸

(۳) ردالمحتار: ۷۴/ ۲، ۷۵، باب شروط الصلاۃ، زکریا، دیوبند

(۴) ردالمحتار: ۵۱۲/ ۱، ۵۱۳، زکریا، دیوبند

میں شرط ہے کہ وہ کپڑااس قدر باریک نہ ہو کہ ناپاکی صاف طور پر اس سے نظر آئے۔ (۱)

❖ جس زمین کو گوبر سے لیپا گیا ہو، اگر اس میں گوبر کی بو محسوس ہو رہی ہو، تو اس پر پاک چیز بچھائے بغیر نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے اور اگر گوبر سے لیپنے کے بعد پاک مٹی سے بھی لپائی کی گئی جس میں گوبر بالکل چھپ گیا اور اس کی بو محسوس نہ ہو، تو ایسی جگہ کچھ بچھائے بغیر بھی نماز پڑھنا درست ہے۔ (۲)

چوتھی شرط: ستر ڈھکا ہوا ہونا

نماز صحیح ہونے کی چوتھی شرط ستر کا ڈھکا ہوا ہونا ہے، مرد کے لیے ناف سے لیکر گھٹنے کے نیچے تک کا حصہ ستر میں داخل ہے، دونوں گھٹنے بھی ستر میں شامل ہیں؛ البتہ ناف خارج ہے؛ لیکن اس کا بھی چھپالینا بہتر ہے اور پورے بدن پر لباس کا رہنا مسنون ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر نماز کے وقت اپنے لباس کو پہنو، زینت اختیار کرو یعنی وہ کپڑا پہنو جو جمال کا سبب بنے اور جس کو پہن کر آدمی لوگوں کی مجلس میں جاتا ہے۔ (۳)

❖ نماز کی حالت میں عورت کا ستر دونوں ہتھیلیوں، دونوں قدموں اور چہرے کو چھوڑ کر باقی پورا بدن ہے، عورت کے سر کے پورے بال ستر میں داخل ہیں، عورت کے لیے ایسا باریک کپڑا یا دوپٹہ پہننا جس کے اندر جسم، بال وغیرہ صاف نظر آئیں، جائز نہیں ہے، ایسے کپڑوں میں نماز صحیح نہیں ہوگی۔ (۴)

❖ ستر ڈھانکنے سے مراد دوسروں سے ستر کا چھپانا ہے؛ لہٰذا اگر نماز میں اپنا ستر نظر

---

(۱) رد المحتار: ۷۴/۲، باب شروط الصلاۃ، زکریا، دیوبند

(۲) فتاوی ہندیہ: ۶۲/۱، زکریا، دیوبند

(۳) رد المحتار: ۷۶،۷۵/۲، باب شروط الصلاۃ، زکریا، دیوبند

(۴) رد المحتار: ۷۶/۲، باب شروط الصلاۃ، زکریا، دیوبند

آگیا، تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ (۱)

❖ اگر نماز کی حالت میں ستر کے کسی عضو کا چوتھائی حصہ کھل جائے اور اتنی دیر کھلا رہے جس میں ایک رکن (تین تسبیح) ادا ہو سکتا ہے، تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر نماز پڑھنے سے پہلے سے کھلا ہو تو اس حالت میں نماز کا شروع کرنا صحیح نہ ہو گا۔ (۲)

پانچویں شرط: استقبالِ قبلہ

نماز کی پانچویں شرط استقبالِ قبلہ ہے، یعنی: قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنا، خانہ کعبہ جس رخ پر ہے اسی رخ پر اپنا رخ کرنا ضروری ہے، جیسے: ہمارے یہاں پچھم کی طرف خانہ کعبہ ہے، تو پچھم کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو جائیں گے، تو استقبال قبلہ ہو جائے گا، آج کل قبلے کا رخ معلوم کرنے کے مختلف قسم کے آلات آتے ہیں، سفر وغیرہ میں ان کو ساتھ رکھنا چاہیے۔ (۳)

❖ اگر کسی کو یہ معلوم نہ ہو کہ کعبہ مکرمہ کس طرف ہے اور نہ کوئی ایسا مسلمان ہو جس سے پوچھ لے تو اس کے لیے تحرّی کرنا ضروری ہے، یعنی: قبلہ کی تعیین میں غور و فکر کرنا اور علامات و قرائن کا جائزہ لینا ضروری ہے، غور و فکر کے بعد اس کو جس طرف کعبہ کا گمان ہو، اسی طرف نماز پڑھ لے، اگر نماز پڑھنے میں اس کا گمان بدل جائے، تو اس کو چاہیے کہ اسی طرف پھر جائے اور ایسی حالت میں اگر نماز پڑھنے کے بعد اس کو اپنے گمان کی غلطی معلوم ہو جائے، تو اس نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں اور اگر کوئی ایسی حالت میں بغیر غور و فکر کے نماز پڑھ لے، تو اس کی نماز اداء نہیں ہوگی، اگرچہ اس نے حقیقتاً کعبہ کی

---

(۱) رد المحتار: ۲/۷۶، باب شروط الصلاۃ، زکریا، دیوبند

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۸۲، باب شروط الصلاۃ، زکریا، دیوبند

(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۱۰۸ تا ۱۱۲، زکریا، دیوبند

طرف نماز پڑھی ہو۔(۱)

❖ جہاز، ٹرین وغیرہ میں بھی قبلہ رخ نماز پڑھنا ضروری ہے، خواہ فرض نماز ہو یا نفل، بعض لوگ ٹرین میں نفل نمازیں اسی رخ پر پڑھ لیتے ہیں جس رخ پر ٹرین چل رہی ہو، یہ صحیح نہیں ہے؛ ٹرین اور جہاز وغیرہ کشادہ سواری ہوتی ہے، ان میں نفل نمازوں میں بھی قبلہ رخ ہونا ضروری ہے۔(۲)

❖ اگر نماز کے دوران نمازی کا سینہ بلا عذر قبلہ کے رخ سے مکمل پھر گیا، تو فوراً نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر بھول سے پھر گیا، تو اگر ایک رکن، یعنی: تین تسبیحات پڑھنے کے بقدر پھرا رہا ہو، تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اس سے پہلے فوراً ہی رخ صحیح کر لیا، تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔(۳)

❖ نماز میں صرف چہرہ قبلہ سے پھیر لینے سے اگر چہ نماز فاسد نہیں ہوتی؛ لیکن ایسا کرنا سخت مکروہ اور گناہ ہے۔(۴)

چھٹی شرط: وقت پر نماز پڑھنا

چھٹی شرط وقت کا ہونا ہے، یعنی: فرض نماز کی صحت کے لیے یہ شرط ہے کہ جس وقت کی نماز ادا کی جارہی ہے اس نماز کا وقت داخل ہو گیا ہو، لہذا وقت سے پہلے اگر فرض نماز ادا کی جائے گی، تو نماز ادا نہیں ہوگی؛ البتہ نفل نمازیں مکروہ اوقات کے علاوہ کسی بھی وقت ادا کی جاسکتی ہیں۔

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۱۱۵ تا ۱۱۹، باب شروط الصلاۃ، زکریا، دیوبند

(۲) مستفاد: الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۴۹۱، زکریا، دیوبند

(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۳۸۸، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیہا، زکریا، دیوبند

(۴) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۴۰۹، ۴۱۰، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیہا، زکریا، دیوبند

مسجدوں میں فرض نمازیں عموماً مسنون اوقات میں ادا کی جاتی ہیں اور نمازوں کے اوقات بھی متعیّن ہوتے ہیں، اس لیے یہاں ان کی تفصیل کی ضرورت نہیں؛ البتہ وہ اوقات جن میں نماز پڑھنا ممنوع یا مکروہ ہے، اس کی تفصیل پیش کی جارہی ہے، عموماً لوگ اس سلسلے میں تردد میں رہتے ہیں۔

❖ تین وقتوں میں فرض، واجب، قضاء اور نفل ہر طرح کی نماز پڑھنا ممنوع ہے۔

۱- سورج طلوع ہونے کے وقت۔

۲- سورج غروب ہونے کے وقت۔

۳- زوال (کھڑی دوپہر) کے وقت۔

اگر ان وقتوں میں نماز شروع کی جائے گی تو صحیح نہیں ہوگی اور اگر نماز پڑھتے پڑھتے ان میں سے کوئی وقت آجائے، تو نماز باطل ہو جائے گی؛ البتہ اگر جنازہ ان وقتوں میں آجائے، تو نمازِ جنازہ پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، اسی طرح اگر کسی کی عصر کی نماز رہ گئی ہو اور وہ غروب کے وقت عصر پڑھے، تو اس کا فرض ادا ہو جائے گا۔[۱]

❖ نفل نماز دو قسم کی ہیں:

۱- وہ نمازیں جن کے اوقات مقرر ہیں۔

۲- جن کے اوقات مقرر نہیں ہیں۔

جن کے اوقات مقرر ہیں، جیسے: تہجد، اشراق، چاشت اور سنن مؤکدہ؛ یہ نمازیں بھی اپنے اوقات پر پڑھی جائیں گی، فرض کی طرح ان میں بھی تاخیر یا تقدیم کرنا صحیح نہیں ہے۔

دوسری وہ نمازیں ہیں جن کے اوقات مقرر نہیں ہیں، یعنی: مطلقاً نوافل، ایسی

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۳۰ تا ۳۲، زکریا، دیوبند

نمازیں مکروہ اوقات کے علاوہ ہر وقت پڑھنا جائز ہیں۔

❖ عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے؛ البتہ قضاء نماز پڑھی جاسکتی ہے۔[۱]

❖ طلوعِ صبح صادق (فجر کا وقت شروع ہونے) سے لے کر اشراق کا وقت شروع ہونے تک کوئی بھی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے؛ البتہ قضاء نماز پڑھی جاسکتی ہے اور فجر کی سنت؛ فجر سے پہلے ہی پڑھی جائے گی، فجر کے بعد سورج بلند ہونے سے پہلے سنتیں پڑھنا بھی مکروہ ہے۔[۲]

ساتویں شرط: نیت کرنا

نماز کی ساتویں شرط نیت کرنا ہے، یعنی دل میں نماز پڑھنے کا قصد کرنا، فرائض کی نیت میں فرض نماز کی تعیین ضروری ہے، مثلاً اگر ظہر کی نماز پڑھنا ہو، تو یہ نیت کرنا کہ میں ظہر کی نماز پڑھتا ہوں ضروری ہے، فرض کی تعیین کے بغیر مطلق نماز پڑھنے کی نیت سے فرض نماز صحیح نہیں ہوگی۔

آج کل اس میں بھی کوتاہی پائی جاتی ہے، بعض دفعہ جلدی میں آکر آدمی کھڑا ہو جاتا ہے، یہ خیال بھی نہیں ہوتا کہ کونسی نماز پڑھ رہا ہے، اس لیے نیت کا اہتمام کرنا چاہیے؛ لیکن نیت کو لے کر پریشان بھی نہیں ہونا چاہیے، اتنا استحضار کافی ہے کہ کسی کے اچانک دریافت کرنے پر بلا غور وفکر فوراً بتا سکے کہ کونسی نماز پڑھ رہا ہے۔[۳]

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۳۷، زکریا، دیوبند

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۳۷، زکریا، دیوبند

(۳) احسن الفتاوی: ۳/۱۵، ایچ ایم سعید، کراچی

❖ نیت کا تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ ہونا ضروری ہے اور اگر تکبیرِ تحریمہ سے پہلے نیت کرلے تب بھی درست ہے بشرطیکہ نیت اور تحریمہ کے درمیان میں کوئی ایسی چیز فاصل نہ ہو جو نماز کے منافی ہو، مثلاً کھانا پینا، بات چیت وغیرہ اور تکبیر تحریمہ کے بعد نیت کرنا صحیح نہیں ہے، اس نیت کا کچھ اعتبار نہیں ہوگا اور نماز نہیں ہوگی۔ (۱)

❖ واجب نمازوں میں واجب کی تعیین کی نیت ضروری ہے، مثلاً: وتر کی نماز پڑھتے وقت اس کا استحضار ضروری ہے کہ یہ وتر کی نماز ہے، اسی طرح عید کی نماز میں عید کی نیت کرنا ضروری ہے۔ (۲)

❖ رکعتوں کی تعداد کی نیت شرط نہیں، خواہ فرض نماز ہو یا واجب، مثلاً یہ نیت کہ میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں یا چار رکعت فرض ظہر، یہ ضروری نہیں ہے، ہاں افضل یہ ہے کہ اس کی بھی نیت کرلے۔ (۳)

❖ مقتدی کو اپنے امام کی اقتدا کی نیت کرنا بھی شرط ہے۔ (۴)

❖ مقتدی کے لیے امام کی تعیین شرط نہیں کہ وہ زید ہے یا عمرو؛ بل کہ صرف اسی قدر نیت کافی ہے کہ میں امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں۔ (۵)

❖ صحیح یہ ہے کہ فرض اور واجب نمازوں کے سوا اور نمازوں میں صرف مطلق نماز

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۹۳/ ۲، باب شروط الصلاۃ، زکریا، دیوبند، احسن الفتاوی: ۱۳/ ۳، ایچ ایم سعید، کراچی

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۹۶/ ۲، زکریا، دیوبند

(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۹۷/ ۲، زکریا، دیوبند

(۴) الدر المختار مع رد المحتار: ۹۸/ ۲، زکریا، دیوبند

(۵) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۰۵/ ۲، زکریا، دیوبند

کی نیت کرلینا کافی ہے، اس تخصیص کی کوئی ضرورت نہیں کہ یہ نماز سنت ہے یا مستحب اور سنت فجر کے وقت کی ہے یا ظہر کے وقت کی یا یہ سنت تہجد ہے۔[۱]

- زبان سے نیت کرنا مستحب ہے۔[۲]
- کسی نماز میں استقبال قبلہ کی نیت شرط نہیں ہے فرض نماز ہو یا واجب، سنت ہو یا مستحب۔[۳]



(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۹۴، زکریا، دیوبند
(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۹۲، زکریا، دیوبند
(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۱۰۵، زکریا، دیوبند

نماز کے ارکان

اب تک نماز کے شرائط بیان کیے گئے اب نماز کے ارکان بیان کیے جارہے ہیں، ارکان بھی سات ہیں، ان میں سے اگر ایک رکن بھی چھوٹ گیا، تو نماز نہیں ہوگی اور سجدۂ سہو سے بھی تلافی نہیں ہوگی۔

پہلا رکن: تکبیرِ تحریمہ کہنا

تکبیرِ تحریمہ حقیقت میں نماز سے خارج ہے؛ کیوں کہ نماز تکبیرِ تحریمہ کے بعد ہی شروع ہوتی ہے؛ لیکن چوں کہ تکبیرِ تحریمہ بالکل متّصل ہے، اس میں کچھ وقفہ نہیں ہے؛ اس لیے عمل کے اعتبار سے تکبیرِ تحریمہ کا شمار نماز کے فرائض میں کیا جاتا ہے۔[1]

تکبیرِ تحریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر نماز میں داخل ہو، اگر صرف کانوں تک ہاتھ اٹھایا اور نیت باندھ لی، اللہ اکبر نہیں کہا، تو نماز میں داخل نہیں ہوگا، لہذا اس صورت میں پوری نماز پڑھنے کے باوجود نماز صحیح نہیں ہوگی، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «تَحرِيمُهَا التَّكبِير وَتَحلِيلُها التَّسليم» نماز میں داخل ہونے کا تحریمہ اللہ اکبر کہنا ہے اور نماز سے نکلنے کا طریقہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا ہے۔

ضروری تنبیہ:

تکبیرِ تحریمہ نماز کا سب سے پہلا فرض ہے، اس میں کوتاہی کرنے سے نماز شروع

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۱۲۸، باب صفۃ الصلاۃ، زکریا، دیوبند

ہی نہیں ہوگی، اس لیے اس پر توجہ دینی چاہیے، آج کل نماز عموماً آٹو میٹک ہوتی ہے، امام صاحب جب نماز شروع کرتے ہیں، تو بس ہاتھ اٹھاکر نیت باندھ لی جاتی ہے اور زبان سے کچھ نہیں کہا جاتا، یہ صورت فرضی نہیں ہے؛ بل کہ پیش آتی ہے، اس طرح نماز ہی نہیں ہوگی، اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ نماز کی پہلی تکبیر فرض ہے، اس کے بغیر آدمی نماز میں داخل نہیں ہوگا۔

❖ جن نمازوں میں کھڑا ہونا فرض ہے ان کی تکبیرِ تحریمہ کھڑے ہوکر ہی کہنا ضروری ہے اور باقی نمازوں کی جس طرح چاہے، مگر اس امر کا لحاظ ہر نماز میں ضروری ہے کہ تکبیرِ تحریمہ رکوع کی حالت میں یا رکوع کے قریب جھک کر نہ کہی جائے، اگر کوئی شخص جھک کر تکبیرِ تحریمہ کہے تو اگر اس کا جھکنا رکوع کے قریب ہو تو تحریمہ صحیح نہیں ہوگی اور اگر رکوع کے قریب نہ ہو تو صحیح ہوجائے گی۔(۱)

❖ اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہنچا کہ امام رکوع میں جاچکا تھا، اس نے جلد بازی میں رکوع میں یا رکوع کے قریب پہنچ کر تکبیرِ تحریمہ کہی، تو اس کی نماز شروع نہیں ہوئی، اس تحریمہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، لہذا ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ از سر نو کھڑے ہوکر تکبیرِ تحریمہ کہے، خواہ اس کی رکعت چھوٹ جائے، بعض لوگ جب مسجد میں آکر امام کو رکوع میں پاتے ہیں، تو جلدی کے خیال میں آتے ہی جھک جاتے ہیں، اور اسی حالت میں تکبیرِ تحریمہ کہتے ہیں، ان کی نماز نہیں ہوتی، اس لیے کہ تکبیرِ تحریمہ جو نماز کی صحت کی شرط ہے، اس کا کھڑے ہونے کی حالت میں کہنا ضروری ہے، جب وہ صحیح نہیں ہوگی، تو نماز کیسے صحیح ہوسکتی ہے، اسی طرح اگر لفظ اللہ حالت قیام اور اکبر حالت رکوع میں کہا، تب بھی نماز نہیں ہوگی۔(۲)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۷۹/ ۲، باب صفۃ الصلاۃ، زکریا، دیوبند

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۵۱۶/ ۲، باب ادراک الفریضۃ، زکریا، دیوبند

❖ تحریمہ کا نیت کے بعد کہنا ضروری ہے، اگر تکبیرِ تحریمہ پہلے کہہ لی جائے اور نیت اس کے بعد کی جائے تو تکبیرِ تحریمہ صحیح نہ ہوگی۔ (۱)

❖ اللہ اکبر کے ہمزہ یا اکبر کے با کو بڑھانا صحیح نہیں ہے، اگر کوئی شخص آللہ اکبر یا اللہ اکبار کہے تو اس کی تحریمہ صحیح نہیں ہوگی، اس لیے تحریمہ کا صحیح تلفظ ضرور سیکھ لینا چاہیے۔ (۲)

❖ مقتدی کی تکبیر کا امام کی تکبیر کے بعد ہونا ضروری ہے، اگر مقتدی نے امام سے پہلے تکبیر کہی، تو بھی نماز نہیں ہوگی۔ (۳)

❖ اگر امام سے پہلے اللہ کہہ دیا، تب بھی نماز نہ ہوگی؛ کیوں کہ اس نے امام سے پہلے اپنی نماز شروع کر دی، بہتر صورت یہ ہے کہ امام اکبر کی راء کہے تو مقتدی اکبر کا ہمزہ کہے۔ (۴)

دوسرا رکن: قیام

نماز کا دوسرا رکن قیام ہے، یعنی نماز کے اندر سیدھا کھڑا ہونا فرض ہے، فقہائے کرام نے کھڑے ہونے کی حد یہ بیان کی ہے کہ اگر ہاتھ بڑھائے جائیں تو گھٹنوں تک نہ پہنچ سکیں۔ (۵)

❖ کھڑے ہونے میں معمولی سی تکلیف ہوتی ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں، قیام کی فرضیت اس وقت ساقط ہوگی کہ کھڑا نہ ہو سکے یا سجدہ نہ کر سکے؛ لیکن آج کل یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ جہاں ذرا بخار آیا یا ہلکی سی تکلیف ہوئی تو بیٹھ کر نماز پڑھنے لگے؛ حالاں کہ وہی لوگ اس حالت میں بھی کتنی کتنی دیر تک کھڑے ہو کر ادھر ادھر کی باتیں کرتے اور بے تکلف چلتے

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۹۴، زکریا، دیوبند

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۱۴۲، باب صفۃ الصلاۃ، زکریا، دیوبند

(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۱۴۱، زکریا، دیوبند

(۴) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۱۷۸، زکریا، دیوبند

(۵) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۱۳۱، باب صفۃ الصلاۃ، زکریا، دیوبند

پھرتے ہیں، ایسے لوگ بیٹھ کر نماز پڑھیں تو ان کی نماز نہیں ہوگی۔[۱] البتہ جو آدمی واقعی معذور ہے، کھڑے ہونے پر قادر نہیں ہے اس کے لیے گنجائش ہے اور فرض اور واجب دونوں طرح کی نمازوں میں قیام فرض ہے، صرف نفل نماز میں اس بات کی گنجائش ہے کہ قیام پر قادر ہونے کے باوجود بیٹھ کر پڑھی جائے؛ لیکن بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ملے گا۔

❖ اگر کوئی شخص کھڑے ہونے کی حالت میں تکبیر کہہ کر فورا رکوع میں چلا گیا تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی، اگرچہ وہ قیام میں نہ رکا ہو؛ کیوں کہ تکبیرِ تحریمہ کا حالتِ قیام میں ادا ہونا پایا گیا۔[۲]

تیسرا رکن: قراءت کرنا

نماز کا تیسرا فریضہ قراءت، یعنی: نماز میں قرآن کا پڑھنا ہے، مطلق قرآن کا پڑھنا فرض ہے، فقہاء نے اس کی کم سے کم مقدار ایک آیت بیان کی ہے اور خاص طور پر سورۂ فاتحہ اور ساتھ میں کسی سورت کا پڑھنا واجب ہے، لہٰذا اگر کسی نے کچھ نہیں پڑھا، تو فرض چھوٹ گیا اور کسی نے سورۂ فاتحہ پڑھ لی اور سورت نہیں ملائی، تو فرض ادا ہو گیا اور ایک واجب چھوٹ گیا، کسی نے سورۂ فاتحہ چھوڑ دی اور کوئی دوسری سورت پڑھ لی، تو فرض ادا ہو گیا؛ لیکن ایک واجب چھوٹ گیا، قرات سے متعلق ضروری تفصیلات آگے آ رہی ہیں۔[۳]

چوتھا رکن: رکوع کرنا

چوتھا فریضہ رکوع کرنا ہے، رکوع معروف چیز ہے، رکوع کی حد یہ ہے کہ اگر ہاتھ پھیلائے تو گھٹنوں تک پہنچ جائیں اور کامل رکوع یہ ہے کہ پیٹھ بالکل سیدھی ہو جائے اور کم

---

(۱) عماد الدین، ص: ۱۳۵، ملخصا، لاہور)
(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۳۱/ ۲، زکریا، دیوبند
(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۳۳/ ۲، باب صفۃ الصلاۃ، زکریا، دیوبند

سے کم ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے بقدر اپنی اس ہیئت پر باقی رہے، اتنا جھکنا اور اتنی دیر رکوع میں رہنا فرض ہے۔(۱)

پانچواں رکن: سجدہ کرنا

پانچواں فریضہ سجدہ کرنا ہے، یعنی زمین کے اوپر اپنی پیشانی کو رکھنا، اگر پیشانی رکھ دی اور ناک نہیں رکھی تو سجدہ ناقص ہے اور پیشانی اور ناک دونوں کو رکھا تو کامل ہے اور صرف ناک رکھی اور پیشانی نہیں رکھی اور پیشانی پر کوئی زخم وغیرہ نہیں ہے تو وہ سجدہ ادا ہی نہیں ہوگا، سجدہ اصل پیشانی کا رکھنا ہے اور ناک اس کے تابع ہے، کامل سجدہ ناک اور پیشانی دونوں کے رکھنے میں ہوتا ہے، تفصیل آگے آئے گی کہ سجدہ کن اعضا پر کرنا ہے۔

❖ نماز کی ہر رکعت کے دونوں سجدے فرض ہیں، لہذا اگر کوئی ایک سجدہ باقی رہ جائے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔(۲)

❖ اگر سجدے میں اپنی ہتھیلی زمین پر رکھی اور اسی پر پیشانی رکھ لی، زمین پر نہیں رکھی، تو بھی سجدہ ادا ہو جائے گا؛ لیکن بلا عذر ایسا کرنا صحیح نہیں ہے۔(۳)

چھٹا رکن: قعدۂ اخیرہ کرنا

چھٹا رکن قعدۂ اخیرہ ہے، نماز جتنی رکعت کی بھی ہے، دو رکعت کی ہے، تین رکعت کی یا چار رکعت کی، آخر میں بیٹھنا فرض ہے، درمیان کا جو قعدہ ہے وہ تو واجب ہے، اگر چھوٹ گیا تو سجدۂ سہو سے نماز ادا ہو جائے گی؛ لیکن قعدۂ اخیرہ فرض ہے۔

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۳۴، ۱۳۳/ ۲، باب صفة الصلاة، زکریا، دیوبند

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۳۹۲/ ۲، زکریا، دیوبند

(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۲۰۷/ ۲، زکریا، دیوبند

مثلاً: اگر فجر کی نماز میں آدمی تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا اور تیسری رکعت کے سجدے میں چلا گیا تو اس کا فریضہ ادا نہیں ہوا، کیوں کہ قعدۂ اخیرہ نہیں کیا اور اب قعدۂ اخیرہ کی تلافی کرنے کا وقت بھی ختم ہو گیا؛ البتہ تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہونے کے بعد اگر سجدے سے پہلے یاد آ گیا تو پلٹ کر بیٹھ جانا چاہیے؛ کیوں کہ فرض ادا کرنا ہے البتہ اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے۔[۱]

❖ قعدۂ اخیرہ میں کم از کم اتنی دیر بیٹھنا فرض ہے، جس میں مکمل التحیات جلدی سے جلدی پڑھی جا سکتی ہو۔[۲]

ساتواں رکن: اپنے ارادے سے نماز سے نکلنا

نماز کا آخری رکن اپنے ارادے سے نماز سے نکلنا ہے، التحیات اور درود شریف پڑھ کر اگر ایک گھنٹے تک بیٹھے رہیں گے، تو نماز کے اندر ہی رہیں گے، جب کوئی ایسا عمل کریں گے جو نماز سے نکالنے والا ہو، تبھی نماز سے نکلیں گے، واجب یہ ہے کہ سلام کے ذریعے نماز سے نکلا جائے؛ کیوں کہ حدیث میں ہے کہ نماز سے نکلنے کا طریقہ سلام کہنا ہے؛ لہٰذا اگر کوئی سلام کیے بغیر ویسے ہی اٹھ کے چلا گیا اور اس کا سینہ قبلہ سے پھر گیا، تو واجب چھوٹنے کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہوگی۔[۳]

نماز کے سات شرائط اور سات فرائض مکمل ہو گئے۔



(۱) رد المحتار: ۵۵۰/ ۲، ۵۵۱، زکریا، دیوبند

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۳۵/ ۲، ۱۳۶، زکریا، دیوبند

(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۲۳۷/ ۲، باب صفۃ الصلاۃ، زکریا، دیوبند

نماز کی سنتیں

فقہ کی کتابوں میں نماز کی بہت سی سنتیں بیان کی گئی ہیں، نور الایضاح[(۱)] میں اکیاون سنتیں شمار کرائی گئی ہیں، حقیقت یہ ہے کہ نماز کو بہتر سے بہتر بنانا مطلوب ہے اور اس میں نمونہ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کی نماز ہے، اب مشابہت کے لیے مختلف اعداد و شمار منقول ہیں، حتیٰ کہ مشہور محدث علامہ عبدالحی کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے فہرس الفہارس میں لکھا ہے کہ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اگر کوئی شمار کرنا چاہے تو چار رکعات نماز میں اس کو حضور ﷺ کی چھ سو سنتیں ملیں گے، علامہ کتانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی مبارک نماز کی خود تحقیق شروع کی تو مجھے ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کی بات صحیح معلوم ہوئی۔[(۲)] اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ اصل چیز حضور ﷺ کی نماز کی مشابہت ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا تھا: «صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ» (تم اس طرح نماز پڑھو جیسا مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو) اسی وجہ سے نماز کے مستحبات پر بھی عمل کرنا خاص طور پر مطلوب ہے، اس لیے ذیل میں "نور الایضاح" کو سامنے رکھتے ہوئے نماز کی سنتوں کی تشریح پیش کی جارہی ہے؛ کیوں کہ اس میں سب سے زیادہ سنتیں شمار کرائی گئی ہیں، تاکہ ہماری نماز بہتر سے بہتر بن کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو اور دنیا و آخرت میں برکتوں کا سبب بنے، اللہ تعالیٰ اس حقیر بندہ کو بھی عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

---

(۱) ص: ۸۷ تا ۹۲، بشریٰ، کراچی

(۲) فہرس الفہارس: ۱/۷۴۱، الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ۵/۱۸۴

قیام کی سنتیں

قیام نماز کا پہلا فریضہ ہے، اس کی گیارہ سنتیں ہیں یعنی اگر ہم گیارہ کام کریں گے تو ہمارا قیام مکمل ہوگا۔

۱- تکبیرِ تحریمہ کے وقت سیدھا کھڑا ہونا، یعنی: قد بالکل سیدھا ہو، نہ تو آگے کی طرف جھکا ہوا ہو اور نہ پیچھے کی طرف تنا ہوا ہو، نہ دائیں یا بائیں کسی ایک پہلو پر جھکا ہوا ہو، جس طرح آدمی زمین کے اوپر چت لیٹتا ہے اور زمین سے پیٹھ لگی ہوئی ہوتی ہے، اسی پوزیشن میں اسے کھڑا کر دیا جائے، تو جو حالت ہوگی اسی کو کہتے ہیں سیدھا کھڑا ہونا۔[۱]

❖ بعض لوگ کھڑے ہوتے وقت گردن کو جھکا کر ٹھوڑی سینے سے لگا لیتے ہیں؛ یہ طریقہ صحیح نہیں ہے، اسی طرح جسم کا سارا زور ایک پاؤں پر دے کر دوسرے پاؤں کو اس طرح ڈھیلا چھوڑ دینا کہ اس میں خم آجائے، نماز کے آداب کے خلاف ہے، یا تو دونوں پاؤں پر برابر زور دیں یا ایک پاؤں پر زور دیں تو اس طرح کہ دوسرے پاؤں میں خم پیدا نہ ہوں۔[۲]

۲- دونوں پیروں کی انگلیوں کو سیدھا قبلہ کی طرف رکھنا، اس میں بہت سے لوگوں سے کوتاہیاں ہوتی ہیں کہ دایاں پیر ذرا سا دائیں طرف مڑ جاتا ہے اور بایاں پیر ذرا سا بائیں طرف مڑ جاتا ہے، یہ فطری انداز ہے، آدمی اگر بلا ارادہ کھڑا ہوگا، تو دایاں پیر دائیں طرف اور بایاں پیر بائیں طرف ذارا سا مڑا رہتا ہے، لہذا نماز میں کھڑے ہونے کے وقت قصداً اپنے

---

(۱) ردالمحتار: ۲/۱۷۱، زکریا، دیوبند

(۲) امداد الفتاوی: ۱/۳۵۴، کراچی، نمازیں سنت کے مطابق پڑھیے، ص: ۷

پیروں کا رخ صحیح کرنا پڑے گا، دونوں پنجے سیدھے ہوں اور دونوں پیروں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہو۔

۳- مقتدی کی تکبیر امام کی تکبیر کے ساتھ ہونا، یعنی: امام جب اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھے، تو مقتدی بھی اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھے۔

۴- تکبیرِ تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھانا، یعنی: دونوں ہاتھ کانوں تک اس طرح اٹھائیں کہ انگوٹھوں کے سرے کان کی لو سے یا تو بالکل مل جائیں یا اس کے برابر آجائیں اور باقی انگلیاں اوپر کی طرف سیدھی ہوں۔(۱) بعض لوگ ہاتھ اٹھانے میں کوتاہی کرتے ہیں؛ چناں چہ ہاتھ پوری طرح کانوں کی لو تک اٹھائے بغیر ہلکا سا اشارہ کر کے نیت باندھ لیتے ہیں اور بعض کان کی لو ہاتھوں سے پکڑ لیتے ہیں، یہ سب طریقے غلط اور خلافِ سنت ہیں۔

❖ بہتر یہ ہے کہ پہلے دونوں ہاتھ اٹھائے جائیں گے، پھر اس کے بعد تکبیر تحریمہ کہی جائے، یہی قول راجح ہے۔(۲)

❖ تکبیر تحریمہ کہہ کر دونوں ہاتھوں کو چھوڑے بغیر فوراً باندھ لینا چاہیے، بعض لوگ اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ اٹھاتے ہیں، پھر چھوڑ دیتے ہیں، پھر فوراً ہی باندھ لیتے ہیں، یہ طریقہ غلط ہے۔(۳)

۵- ہتھیلیوں کو قبلہ کی طرف رکھنا، بعض لوگ عموماً نیت اس طرح باندھتے ہیں کہ جب ہاتھ اٹھاتے ہیں، تو دونوں ہتھیلیوں کا رخ ایک دوسرے کی طرف ہوتا ہے، یعنی: چہرہ

---

(۱) صحیح مسلم، رقم ۳۹۱، ۴۰۱

(۲) رد المحتار: ۲/ ۱۸۲، زکریا، دیوبند، احسن الفتاوی: ۳/ ۱۹، ایچ ایم سعید، کراچی

(۳) امداد الاحکام: ۱/ ۴۷۷، مکتبہ دار العلوم کراچی، فتاوی محمودیہ: ۵/ ۵۸۱، ڈھابیل، بہشتی گوہر، ص: ۳۹، دار الاشاعت، کراچی

کی طرف ہوتا ہے اور اگر ذرا سا گھما بھی لیا تب بھی ہاتھ سیدھا نہیں رہتا ہے، تو ہتھیلی کا رخ قبلہ کی طرف ہونا چاہیے اور سیدھا ہونا چاہیے، حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز شروع کرتا ہے تو اس کو چاہیے کہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور ان کی ہتھیلی والے حصہ کو قبلہ رخ کرے؛ کیوں کہ اللہ کی خاص توجہ اس کے سامنے ہوتی ہے۔(۱)

۶- انگلیوں کو سیدھا رکھنا اور اپنی حالت پر رکھنا، یعنی: نہ قصداً ان کو ملایا جائے اور نہ قصداً پھیلایا جائے، عام طور پر بلا ارادہ ہاتھ کو چھوڑنے کی صورت میں انگلیوں کے درمیان جتنا معمولی سا فاصلہ رہتا ہے، تکبیر کہتے وقت ہاتھ کو اسی حالت پر رکھنا ہے۔(۲)

گویا تین سنتوں کا تعلق ہاتھ اٹھانے سے ہے، یعنی تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو کانوں تک اٹھایا جائے اور ہتھیلیوں کا رخ قبلے کی طرف ہو اور انگلیاں اپنی حالت پر ہوں۔

۷- داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ پر رکھنا۔

۸- چھنگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر گٹے کو پکڑنا۔

۹- درمیان کی تین انگلیوں کو کلائی پر رکھنا۔

۱۰- ناف کے ذرا سا نیچے ہاتھ باندھنا۔

حضرت امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما کے شیخ اور مشہور محدث ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح سند کے ساتھ یہ روایت نقل ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا۔(۳)

(۱) المعجم الاوسط، رقم: ۷۸۰۱

(۲) رد المحتار: ۱۷۱/۲، زکریا، دیوبند

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۰/۳، ۳۲۱، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: چند اہم فتوے، ص: ۳۱، مکتبہ دار العلوم دیوبند

❖ ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ناف کے ذرا سا نیچے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی کا حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کے پہنچے کو پکڑے اور باقی تین انگلیاں کلائی پر پھیلی ہوئی اس طرح رکھے کہ ان کا رخ کہنی کی طرف ہو۔ (۱)

۱۱- قیام کی گیارہویں سنت ثنا پڑھنا ہے، ثنا یہ ہے: «سُبحَانَكَ اللّٰهُمّ وَبِحَمدِكَ وَتَبَارَكَ اسمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَلَا إِلٰه غَيرُكَ»

❖ ثنا میں ایک چیز کی تصحیح کرنے کی ضرورت ہے، وہ یہ ہے کہ بعض لوگ وَتَعَالٰی جَدُّكَ کے بجائے وَتَعَالَ جَدُّكَ لام کو کھینچے بغیر پڑھ دیتے ہیں، یہ غلط ہے وَتعالٰی میں الف ظاہر کرکے پڑھنا ضروری ہے، اسی طرح بعض لوگ دعا کی ابتدا لفظ ثناء سے کرتے ہیں، یعنی: ثنا سبحانك اللهم پڑھتے ہیں، یہ غلط ہے، ثناء کی ابتدا «سُبحَانَكَ اللّٰهُم» سے کرنی چاہیے۔

❖ دعاءِ ثنا نماز کے بالکل آغاز میں پہلی رکعت کے اندر پڑھی جائے گی اور اگر کسی شخص کی نماز میں رکعت چھوٹی ہے اور وہ ایک دو رکعت ہوجانے کے بعد امام کی اقتدا میں آکر شامل ہوا ہے، تو وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب اپنی نماز پوری کرنے کے لیے کھڑا ہوگا تو پہلی رکعت کے شروع میں دعاءِ ثنا پڑھے گا۔ (۲)

❖ جہری نماز میں اگر کوئی شخص پہلی رکعت میں آکر شامل ہوا ہے، تو امام کے قراءت شروع کرنے سے پہلے پہلے دعاءِ ثنا پڑھ سکتا ہے؛ لیکن جونہی امام قراءت شروع کردے تو

(۱) عماد الدین، ص: ۱۳۰، ۱۳۱، لاہور
(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۳۴۶، ۳۴۷، زکریا، دیوبند

پھر دعاءِ ثنا نہیں پڑھے گا؛ البتہ سری نماز میں کسی بھی رکعت میں شامل ہونے کی صورت میں دعاءِ ثنا پڑھنا صحیح ہے۔(۱)

یہ قیام کی گیارہ سنتیں ہوئیں، ان سنتوں کا جب لحاظ رکھا جائے گا، تو قیام مکمل ہو گا۔



(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۱۹۲، زکریا، دیوبند

قراءت کی سنتیں

قراءت کی سات سنتیں ہیں جن سے قراءت کامل ہوتی ہے:

۱- تعوذ یعنی أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيم پڑھنا۔

۲- تسمیہ یعنی بسم اللهِ الرحمن الرحيم پڑھنا۔

❖ مقتدی صرف ثنا پڑھے گا، تعوذ اور تسمیہ نہیں پڑھے گا؛ البتہ امام اور تنہا نماز پڑھنے والا، اسی طرح مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی نماز میں ثنا کے بعد تعوذ اور تسمیہ دونوں پڑھے گا۔(۱)

❖ تعوذ صرف پہلی رکعت کے شروع میں ہے، ہر رکعت کے شروع میں تعوذ نہیں ہے۔(۲)

❖ ہر رکعت کے شروع میں سورۂ فاتحہ سے پہلے صرف بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيم پڑھی جائے گی، پہلی رکعت میں دعائے ثنا کے بعد اَعُوذُبِاللهِ اور بِسمِ اللهِ دونوں پڑھنا ہے۔(۳)

۳- آہستہ سے آمین کہنا۔

امام کو آہستہ سے آمین کہنا چاہیے اور نماز اگر جہری ہے، تو امام کی سورۂ فاتحہ مکمل

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۹۱/۲، ۱۹۲، زکریا، دیوبند

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۲۱۴/۲، زکریا، دیوبند

(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۹۱/۲، ۱۹۲، زکریا، دیوبند

ہونے کے بعد مقتدی کے لیے بھی آہستہ سے آمین کہنا مسنون ہے، اسی طرح تنہا نماز پڑھنے کی صورت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آہستہ آمین کہنی چاہیے، احادیث سے ایسا ہی ثابت ہے، حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم «غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ» تک پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی اور پست آواز کے ساتھ کہی۔[۱]

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آہستہ آمین کہنے کا حدیث سے ثبوت نہیں ہے، ان کی بات صحیح نہیں ہے۔

۴- اگر نمازی مقیم ہو اور عجلت کی حالت نہ ہو، تو فجر اور ظہر میں طوالِ مفصل کی سورتوں میں سے قراءت کرنا اور عصر اور عشاء میں اوساطِ مفصل کی سورتیں پڑھنا اور مغرب میں قصارِ مفصل کی سورتیں پڑھنا مسنون ہے۔

طوالِ مفصل، اوساطِ مفصل، اور قصارِ مفصل کی وضاحت:

قرآن پاک کی سورتوں کو مقدار کے اعتبار سے چند حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے؛ ابتدائی سورتوں کا نام طوال ہے، جیسے: سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران، سورۂ نساء وغیرہ، اس کے بعد مئین ہے، یعنی جو سورتیں سو آیات یا اس سے زائد والی ہیں، وہ مئین کہلاتی ہیں، اس کے بعد سورۂ حجرات سے لیکر والناس تک کی سورتوں کو مفصلات کہا جاتا ہے، پھر ان مفصلات کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

سورۂ حجرات سے لیکر والسماء ذات البروج تک کی سورتیں طوالِ مفصل کہلاتی ہیں اور سورۂ والسماء والطارق سے لے کر لم یکن الذین کفروا تک کی سورتیں اوساطِ مفصل ہیں اور

(۱) ترمذی، رقم: ۲۴۸

سورۂ اذا زلزلت سے لیکر والناس تک کی سورتیں قصارِ مفصل ہیں۔(۱)

ایک ضروری تنبیہ:

ماقبل کی تفصیلات سے معلوم ہوا کہ ظہر کی قراءت اتنی ہی ہے جتنی فجر کی ہے، فجر کے وقت بھی آدمی نیند سے بیدار ہوکر آتا ہے، تو اس کی رعایت رکھی گئی ہے کہ اگر آدمی وضو کررہا ہو یا دیر میں پہنچا ہو، تو اس کو نماز مل جائے، ظہر کے وقت بھی عموماً آرام کرنے کا ہوتا ہے قیلولہ کے بعد کا وقت ہے، اس میں بھی قراءت لمبی رکھی گئی ہے، اس میں عموماً کوتاہی ہوتی ہے، ظہر کی قراءت انتہائی مختصر کی جاتی ہے؛ اس لیے ائمہ کو اس کی رعایت کرنی چاہیے کہ ظہر کی نماز میں بہت مختصر قراءت نہ کریں، جتنی قراءت فجر کی مسنون ہے، اتنی ہی قراءت ظہر میں بھی مسنون ہے۔

اسی طرح عصر اور عشاء میں اوساطِ مفصل یعنی: والسماء والطارق سے لیکر لم یکن الذین کفروا میں سے پڑھنا مسنون ہے، جتنی قراءت عشاء کی نماز میں مسنون ہے، اتنی ہی قراءت عصر کی نماز میں بھی مسنون ہے، عصر کی قراءت میں بھی عموما کوتاہی پائی جاتی ہے۔

سفر کی حالت میں مسنون قراءت:

اوپر قراءت کی جو تفصیل لکھی گئی ہے، وہ عام حالات کے اندر ہے؛ لیکن کبھی وقت کے تقاضے اور ضرورت کی بناء پر اس میں کمی بیشی بھی کی جاسکتی ہے؛ چناں چہ حالتِ سفر میں مختصر قراءت کرنے سے بھی سنت ادا ہوجائے گی، چاہے فجر کی نماز ہو یا عشاء کی، حضور ﷺ سے سفر کی حالت میں فجر کی نماز میں معوذتین پڑھنا ثابت ہے، اسی طرح اگر مجمع بڑا ہے اور لوگ آہستہ آہستہ آکر نماز میں شامل ہورہے ہیں، تو مغرب کی نماز میں بھی لمبی

(۱) ردالمحتار: ۲/۵۹ تا ۶۱، زکریا، دیوبند

قراءت کی جاسکتی ہے۔[۱]

۵- فجر کی پہلی رکعت لمبی کرنا، یعنی دوسری رکعت کے مقابلہ میں پہلی رکعت لمبی ہو، دونوں رکعت کی سورتیں طوال مفصل ہی کی ہونی چاہیے؛ لیکن پہلی کچھ لمبی ہو دوسری کے مقابلہ میں، مثلاً پہلی میں عَمَّ یَتَسَاءلُوْن پڑھ لی اور دوسری میں إذا السَّماء انفطرت یا إذا الشَّمسُ کُوِّرَت یہ چھوٹی سورت ہے، لیکن ہے طوال مفصل ہی میں سے۔[۲]

❖ نماز میں عموماً مکمل سورت ہی پڑھنی چاہیے، اگر کبھی کبھار کوئی رکوع پڑھ لیا، تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے، لیکن اس کو عادت نہیں بنانا چاہیے۔[۳]

۶- چھٹی سنت درمیانی رفتار سے قراءت کرنا ہے، نہ بہت تیز قراءت کرنا نہ بہت ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا جیسے: جلسوں میں قراءت کی جاتی ہے؛ بل کہ درمیان کی قراءت کرنا جس کو ترتیل کہتے ہیں۔[۴]

۷- ساتویں سنت ہے فرض نمازوں کی ابتدائی دو رکعت کے بعد آخر کی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا۔[۵]

❖ سورۂ فاتحہ کو فرض کی پہلی دو رکعتوں اور وتر، نفل، سنت اور واجب کی تمام رکعتوں میں پڑھنا واجب ہے۔[۶]

❖ سورۂ فاتحہ صرف امام اور منفرد پڑھے گا اور مقتدی نہیں پڑھے گا؛ کیوں کہ

---

(۱) غنیۃ المتملی، ص:۳۱۰، در سعادت
(۲) رد المحتار: ۲۶۲/۲، ۲۶۳، زکریا، دیوبند
(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۹۴/۲، زکریا، دیوبند
(۴) رد المحتار: ۲۶۲/۲، زکریا، دیوبند
(۵) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۹۱/۲، ۱۹۲، زکریا، دیوبند
(۶) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۴۹/۲، ۱۵۰، زکریا، دیوبند

مقتدی خود امام کے تابع ہے اور امام کی قراءت اس کے لیے کافی ہے، ہاں اگر مقتدی مسبوق ہو جائے تو اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں میں پڑھے گا؛ کیوں کہ وہ ان رکعتوں میں منفرد ہے۔[۱]

❖ فرض نماز کی شروع کی دو رکعت میں قراءت فرض ہے اور اخیر کی دو رکعت میں قراءت مسنون ہے، فرض نہیں ہے، اگر کوئی قراءت نہ کرے، خاموش رہ جائے یا کوئی دعا پڑھے، تو بھی اس کی نماز ادا ہو جائے گی، اس میں سنت یہ ہے کہ ظہر، عصر اور عشاء کی تیسری اور چوتھی میں اور مغرب کی آخری یعنی تیسری رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھے، اس میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی سورت ملانی نہیں ہے اور یہ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب نہیں ہے؛ بل کہ سنت ہے۔[۲]

❖ فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھنا مسنون ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی سورت ملالے، تو اس کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔[۳]

❖ فرائض کی پہلی دو رکعتوں، سنن و نوافل، جمعہ و عیدین اور وتر کی ساری رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسری کوئی سورت ملانا واجب ہے۔[۴]

قراءت سے متعلق ایک ضروری وضاحت:

قراءت سے متعلق ایک ضروری بات یاد رکھنی چاہیے، وہ یہ ہے کہ ایک جہری قراءت کہلاتی ہے اور ایک سری قراءت کہلاتی ہے، جہری قراءت کا مطلب تو واضح ہے کہ دور تک

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۴۳/۲، ۱۴۴، زکریا، دیوبند
(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۴۷۳/۲، زکریا، دیوبند
(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۲۲۱/۲، زکریا، دیوبند
(۴) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۴۹/۲، ۱۵۰، زکریا، دیوبند

سنائی دے؛ لیکن سری قراءت کس کو کہتے ہیں؟ سری قراءت کے بارے میں فقہاء نے لکھا ہے کہ اس کا ادنی درجہ یہ ہے کہ آدمی کو اپنے پڑھنے کی آواز خود سنائی دے اور اس سے بڑا درجہ یہ ہے کہ بغل والے کو سنائی دے، اس لحاظ سے اگر صرف حروف کی زبان سے ادائیگی ہوگئی اور آواز بالکل نہیں نکل رہی ہے اور خود کو بھی نہیں سنائی دے رہی ہے، تو وہ سری قراءت کا بھی درجہ نہیں ہے؛ اس لیے ہمیں اپنی قراءت کو صحیح کرنا چاہیے، اگرچہ بعض فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ آہستہ پڑھنے کا ادنی درجہ یہ ہے کہ حروف صحیح ہو جائیں اور اس کے آگے کا درجہ ہے کہ اپنی آواز اپنے کان میں آجائے؛ لیکن علامہ شامی وغیرہ نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے کہ کم از کم آواز اتنی پیدا ہو کہ جو اپنے کان میں آسکے چاہے شور کی وجہ سے سنائی نہ دے؛ لیکن اکیلے نماز پڑھنے کی صورت میں آواز اپنے کان کے اندر آئے، اتنی آواز پیدا ہونی چاہیے۔

قراءت زبان کا عمل ہے صرف زبان کی حرکت کا نام نہیں ہے، اس کے اندر حروف پیدا ہونے چاہییں اور حروف کے پیدا ہونے کا اندازہ کان کے ذریعہ ہوگا، اس کا خیال رکھنا چاہیے چاہے انفرادی نماز ہو چاہے جماعت کی نماز میں امام سری قراءت کرے، اگرچہ دوسرے قول کی بنیاد پر اس سے کم درجہ کی قراءت کرنے والے کی نماز کے فاسد ہونے کا فتوی نہیں دیا جائے گا کہ اس کی نماز نہیں ہوئی؛ کیوں کہ ایک مرجوح قول وہ بھی ہے؛ لیکن جب ہم سنتوں کی رعایت کر رہے ہیں تو جو واجب ہے فرض ہے، جس کے اوپر صحت موقوف ہے، اس کا خیال ضرور کرنا چاہیے۔ یہی حکم قراءت کے علاوہ آہستہ کہی جانے والی تسبیحات اور دعاؤں کا بھی ہے، ان سب کے اندر آہستہ پڑھنے کا مطلب یہی ہے کہ اتنی ہلکی آواز ہو کہ کم از کم اپنی آواز اپنے کان میں آسکے، اس کا خیال رکھنا چاہیے۔[1]

❖ قرآن میں سورتوں کی جو ترتیب ہے، نماز میں اسی ترتیب سے قراءت کرنی

---

(۱) رد المحتار: ۲۵۱/ ۲ تا ۲۵۳، زکریا، دیوبند

چاہیے، جان بوجھ کر تقدیم و تاخیر نہیں کرنی چاہیے، مثلا: پہلی رکعت میں سورہ اذا زلزلت اور دوسری میں الم نشرح پڑھ لی، یہ مکروہ ہے۔[۱]

❖ قراءت کرنا: چوں کہ نماز کا ایک اہم رکن ہے، اس لیے ہم لوگوں کو چاہیے کہ قرآن کی تصحیح کا اہتمام کریں، آج کل لوگ تصحیح قرآن کی طرف توجہ نہیں دیتے ہیں، نہ مخارج کی خبر ہوتی ہے اور نہ صفات کا اہتمام ہوتا ہے، ثاء، سین اور صاد میں فرق نہیں کرتے ہیں، اسی طرح بے موقع وقف کر دیتے ہیں؛ حالاں کہ اس سے بعض مواقع پر معنی میں فساد آجاتا ہے، حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم کو صحیح صحیح پڑھنا ضروری ہے، ہر حرف کو اس کے قاعدے کے مطابق ٹھیک پڑھنا چاہیے، ہمزہ اور عین میں، حائے حطی اور ہائے ہوز میں، ضاد، ظاء، ذال، زاء میں اور صاد اور ثاء میں جو فرق ہے، اس کا لحاظ کر کے پڑھنا چاہیے اور یہ کوئی مشکل نہیں ہے، اگر کسی کی زبان سے کوئی حرف ٹھیک نہیں نکلتا ہے تو اس کے لیے صحیح پڑھنے کی مشق کرنا ضروری ہے، اگر کوشش نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا؛ ہاں اگر انتہائی کوشش اور امکانی محنت سے بھی صحیح پڑھنے پر قدرت نہ پائے تو معذور ہے۔[۲]



(۱) عماد الدین، ص: ۱۴۱، لاہور

(۲) اصلاح انقلاب امت، عماد الدین ملخصا، لاہور

رکوع کی سنتیں

رکوع میں نو سنتیں ہیں:

۱- رکوع میں جاتے وقت تکبیر کہنا۔ یعنی: اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جانا۔

❖ ہر رکعت میں پانچ تکبیریں انتقالی ہیں، ایک رکن سے دوسرے رکن میں اور ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونے کے لیے جو تکبیر کہی جاتی ہے اس کو تکبیر انتقالی کہتے ہیں۔(۱)

رکوع میں جاتے وقت اللہ اکبر کہیں گے یہ پہلی تکبیر ہے اور چار تکبیر انتقالی سجدے میں ہیں: ایک سجدے میں جاتے ہوئے، دوسری سجدے سے اٹھتے ہوئے، تیسری دوسرے سجدے میں جاتے ہوئے اور چوتھی دوسرے سجدے سے اٹھتے ہوئے، تو ہر رکعت میں پانچ تکبیریں ہوئیں، اس طرح چار رکعت میں بیس تکبیریں ہوں گی، ان کے علاوہ دو تکبیریں اور ہوں گی پہلی تکبیرِ تحریمہ جو نماز میں داخل ہونے کے لیے کہی جاتی ہے یہ فرض ہے اور ایک تکبیر ہوتی ہے دو رکعت مکمل کرکے قعدۂ اولیٰ کے بعد تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے وقت، گویا تمام تکبیرات انتقالیہ اکیس ہوئیں اور تکبیرِ تحریمہ کو شامل کرکے بائیس ہوگئیں۔(۲)

❖ تکبیرِ تحریمہ جو فرض ہے، اگر چھوٹ جائے تو نماز میں آدمی داخل ہی نہیں ہوگا اور

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۱۷۵، زکریا، دیوبند

(۲) بخاری، رقم: ۷۸۸

باقی جتنی تکبیرات ہیں چار رکعت والی نماز میں اکیس تکبیریں اور دو رکعت والی نماز میں دس تکبیریں؛ یہ سنت ہیں، اگر ان میں سے کوئی تکبیر چھوٹ جائے مثلاً رکوع میں جاتے وقت تکبیر کہنا بھول گیا، سیدھا رکوع میں چلا گیا تو اس کی نماز ہوجائے گی لیکن ناقص ہوگی۔

❖ رکوع سے اٹھتے وقت تکبیر نہیں کہی جاتی؛ بل کہ «سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ» اور «رَبَّنَا لَكَ الحَمد» کہا جاتا ہے، اس کو تکبیر میں شمار نہیں کیا جاتا[۱]

❖ تکبیرات انتقالیہ امام اور مقتدی سب کے لیے ہیں، امام کے پیچھے صرف قراءت ساقط ہوتی ہے، امام قراءت کرے گا اور مقتدی قراءت نہیں کرے گا، باقی جتنے اذکار ہیں، وہ امام اور مقتدی دونوں کے لیے ہیں۔[۲]

۲- رکوع کے اندر تین مرتبہ «سُبحَانَ رَبِّيَ العَظِیم» کہنا، اس کا مطلب یہ ہے کہ طاق مرتبہ تسبیح ہوگی، تین بار پانچ بار یا سات بار، اس میں ادنی درجہ یہ ہے کہ تین بار کہا جائے، ویسے تسبیح پڑھنا خود سنت ہے، اگر رکوع میں کسی نے تسبیح نہیں کہی، تو یہ واجب نہیں چھوٹا، سنت چھوٹی، لہذا نماز اس کی ہوجائے گی؛ لیکن مسنون یہ ہے کہ تسبیح کہی جائے اور ادنی درجہ یہ ہے کہ تین بار تسبیح پڑھی جائے اور اگر تنہا کی نماز ہے، مثلاً: تہجد پڑھ رہے ہیں یا کوئی دوسری نفل نماز ہے اور اطمینان کے ساتھ پڑھ رہے ہیں تو چاہے پانچ مرتبہ کہیں یا سات مرتبہ کہیں، اختیار ہے۔[۳]

۳- رکوع میں دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر اس طرح رکھنا کہ گویا ان کو پکڑ رہا ہو۔[۴]

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲۰۰/۲، زکریا، دیوبند

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۴۳/۲، زکریا، دیوبند

(۳) نورالایضاح، ص: ۹۰، بشری، کراچی

(۴) نورالایضاح، ص: ۹۰، بشری، کراچی

۴- ہاتھ گھٹنے پر رکھتے وقت انگلیاں کشادہ رہیں؛ البتہ عورت کے لیے ستر اس میں ہے کہ انگلیاں ملاکر رکھے، اس لیے وہ تھوڑا ملاکر رکھے تو بہتر ہے۔ [۱]

۵- رکوع کرتے وقت پنڈلیوں کو سیدھا رکھنا، نہ پیچھے کی طرف کرنا اور نہ آگے کی طرف، پاؤں میں خم نہیں ہونا چاہیے۔ [۲]

۶- پیٹھ پھیلی ہوئی ہو، یعنی کمر اور سر ایک سیدھ میں رہے۔ [۳]

۷- سر سرین کے برابر رہے، نہ زیادہ جھکا ہوا ہو اور نہ اٹھا ہوا ہو۔ [۴]

مطلب یہ ہے کہ سر اور سرین کو برابر کرنا، پیٹھ کے بیچ کا حصہ، آگے کا سر اور پیچھے کی سرین بالکل سیدھی ہونی چاہیے، رکوع نام ہے نصف قیام کا، قیام ہی کی حالت کو توڑ دیا ہے، لہذا جیسے قیام کی صورت میں سر پیٹھ اور سرین سیدھ میں ہوتے ہیں اسی طرح رکوع میں بھی بالکل سیدھ میں ہونا چاہیے۔

رکوع کی غلطیاں:

رکوع میں کئی طرح کی غلطیاں ہوتی ہیں:

- بعض لوگ سر اونچا رکھتے ہیں۔
- بعض لوگ زیادہ جھک جاتے ہیں کہ ٹھوڑی سینے سے ملنے لگتی ہے۔
- اور بعض لوگوں کی پیٹھ بیچ میں نکلی ہوئی ہوتی ہے کوبڑے کی طرح سے؛ یہ سب غلط ہے، مسنون رکوع میں سر پیٹھ اور سرین سب برابر ہونا چاہیے اور بالکل سیدھا ہونا

(۱) نورالایضاح، ص: ۹۰، بشری، کراچی

(۲) نورالایضاح، ص: ۹۰، بشری، کراچی

(۳) نورالایضاح، ص: ۹۰، بشری، کراچی

(۴) نورالایضاح، ص: ۹۰، بشری، کراچی

چاہیے کہ پیالہ میں پانی بھر کر اگر اس پر رکھ دیا جائے تو چھلکے نہیں۔

اسی طرح ایک اہم چیز یہ ملحوظ رکھنی چاہیے کہ رکوع میں جانے میں اور رکوع سے اٹھنے میں امام کی اقتدا ضروری ہے، یعنی امام سے پہلے رکوع نہ کرنا اور امام سے پہلے رکوع سے سر نہ اٹھانا یہ ضروری ہے، حدیث میں ہے کہ جو آدمی امام سے پہلے رکوع سے سر اٹھا دیتا ہے، کیا اس کو اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر جیسا کر دیں گے۔[۱] بچوں میں خاص طور سے یہ بیماری ہوتی ہے کہ وہ اپنا نمازی ہونا دکھلانے کے لیے امام نے قراءت مکمل کی، بس جلدی سے امام سے پہلے رکوع میں پہنچ گئے، اسی طرح تسبیح مکمل کی اور امام سے پہلے کھڑے ہو گئے، تو ہمیشہ امام کے پیچھے چلنا ہے۔ «إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤتَمَّ به، فإذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا رَكَعَ فاركَعُوْا، وإذَا رَفَعَ فارفَعُوْا»، یعنی: امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کے پیچھے چلا جائے، اس کی پیروی کی جائے، اس کی اقتدا کی جائے، جب وہ اللہ اکبر کہے تب تم اللہ اکبر کہو، جب وہ رکوع کرے، تب تم رکوع کرو، جب وہ سجدہ کرے تب تم سجدہ کرو، جب وہ سر اٹھائے تب تم سر اٹھاو، نہ اس سے پہلے رکوع میں جانا ہے اور اس سے پہلے سر اٹھانا ہے۔

ایک عبرتناک واقعہ:

ترمذی شریف میں امام ترمذی نے جہاں یہ روایت نقل کی ہے اس کے حاشیہ پر ایک بڑا عبرتناک واقعہ لکھا ہے کہ ایک محدث تھے جو پردے کے پیچھے بیٹھ کر حدیث پڑھایا کرتے تھے، سامنے نہیں آتے تھے، بعض طلبہ نے اصرار کیا جوان کے بہت قریبی ہو گئے تھے، تو انہوں نے جو پردہ ہٹایا تو طلبہ نے دیکھا کہ ان کا سر گدھے جیسا تھا، وجہ اس کی پوچھی تو انہوں نے بتلایا کہ یہ میری شامت اعمال ہے، جب یہ روایت میں نے پڑھی کہ جو شخص امام

(۱) ترمذی، رقم: ۵۸۲

سے پہلے رکوع سے سر اٹھاتا ہے کیا اس کو اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے جیسا کردیں گے، تو میرے دل میں اس حدیث کے بارے میں شک پیدا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف ڈرانے کے لیے کہہ دیا ہوگا ایسا کیا کہ سر اٹھانے سے سر گدھے جیسا ہو جائے گا؟ اور اس سے بڑھ کر میں نے غلطی یہ کی کہ امام سے پہلے میں نے قصداً اپنا سر اٹھالیا، پس اسی وقت سے میرا چہرہ گدھے جیسا ہو گیا۔(۱)

کبھی کبھی اللہ تعالیٰ دکھلا دیتے ہیں ورنہ ظاہری آنکھوں سے اگر یہ نظر نہ بھی آئے تو اس عمل کرنے والے کا چہرہ باطنی اور معنوی اعتبار سے گدھے جیسا ہو چکا ہوگا، جو عام طور پر نظر نہیں آتا؛ اس لیے یہ جو باتیں بیان کی جارہی ہیں اس کو سرسری طور پر نہ لیں اہمیت کے ساتھ ان کو سنیں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

❖ نماز میں ایک موقع تو ایسا ہے جہاں انگلیوں کو قصداً ملانا ہے، وہ ہے سجدے کی حالت، جب سجدے میں جائیں گے تو انگلیوں کو ملا کر قبلہ کی طرف رکھیں گے اور ایک موقع ہے جہاں انگلیوں کو قصداً کھولنا ہے وہ موقع ہے رکوع کا کہ رکوع میں انگلیوں کو کھول کر گھٹنوں کو پکڑنا ہے باقی پوری نماز میں ہر حالت میں انگلیوں کو اپنے حال پر چھوڑنا ہے، اپنے حال کا مطلب یہ ہے کہ نہ قصداً ان کو ملانا ہے اور نہ قصداً ان کو کشادہ کرنا ہے، تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت بھی اور التحیات میں بیٹھتے وقت، اسی طرح جب قومہ میں کھڑے ہوئے ہیں، رکوع کے بعد باقی جتنی حالتیں ہیں جس میں ہاتھ چھوٹا ہوا ہوتا ہے بندھا ہوا نہیں ہوتا ہے، ان سب حالتوں میں انگلیوں کو اپنے حال پر چھوڑ دینا ہے۔(۲)

۸- رکوع سے اٹھتے وقت امام کا «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَه» کہنا اور مقتدی کا «رَبَّنَا

---

(۱) حاشیہ ترمذی:۱۲۹/۱، زمزم، دیوبند

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۷۱/۲، ۱۷۳، زکریا، دیوبند

لَكَ الحَمد» کہنا یا «رَبَّنَا وَلَكَ الحَمد» کہنا اور منفرد کا دونوں کہنا، یعنی: «سَمِعَ الله لِمَن حَمِدَه» کہتے ہوئے کھڑا ہونا اور کھڑے ہونے کے بعد «رَبَّنَا لَكَ الحَمد» کہنا۔ (۱)

۹- رکوع سے اٹھ کر اطمینان سے پورا کھڑا ہونا کہ جس میں کوئی خم باقی نہ رہے، اس کو قومہ کہتے ہیں۔ (۲)

رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہونے کا طریقہ:

اگر امام رکوع میں جاچکا ہے، تو رکوع میں شامل ہونے کا طریقہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔

رکوع سے پہلے قیام ہے، اس لیے ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہتے ہوئے نیت باندھ لیں گے، اب اگر یقین ہو کہ دعاءِ ثنا پڑھ لینے سے پہلے امام رکوع سے نہیں اٹھے گا، تو جلدی جلدی دعا ثنا پڑھ کر رکوع میں جانا چاہیے، ورنہ ثنا پڑھے بغیر دوسرا اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلے جانا چاہیے اور اگر خدانخواستہ ایسے وقت پہنچے کہ اگر اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھیں گے اور پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائیں گے، تب تک امام سر اٹھا دے گا، تو آخری درجہ میں اس کی بھی گنجائش ہے کہ قیام کی حالت میں ایک مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلے جائیں یا اللہ اکبر اللہ اکبر ساتھ ساتھ کہہ کر رکوع میں چلے جائیں، اگر ایک ہی مرتبہ کہا ہے تو وہ تکبیر تکبیرِ تحریمہ مانی جائے گی اور رکوع کی تکبیر ساقط ہو جائے گی اور اگر دونوں کہہ لیا تو پہلی تکبیر تکبیرِ تحریمہ اور دوسری تکبیر رکوع میں جانے کی ہوگی؛ لیکن تکبیرِ تحریمہ کھڑے ہونے کی حالت میں کہنا ضروری ہے، اس لیے پہلی تکبیر کھڑے ہونے کی حالت میں کہنا ضروری ہے، اگر رکوع سے قریب ہوتے ہوئے تکبیر کہی، تو تکبیرِ تحریمہ ادا نہیں ہوگی۔

---

(۱) نورالایضاح، ص: ۹۰، بشری، کراچی

(۲) نورالایضاح، ص: ۹۰، بشری، کراچی

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص نے تکبیر تحریمہ قیام کی حالت میں کہی یا رکوع کے لیے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچنے سے پہلے تکبیر تحریمہ کہہ لی تو نماز صحیح ہو جائے گی خواہ ہاتھ باندھے بغیر رکوع میں چلا گیا ہو اور رکوع کی دوسری تکبیر بھی نہ کہی ہو؛ اس لیے کہ امام جب رکوع میں ہو تو جماعت میں شریک ہونے والے سے فریضہ قیام جو نماز کے ارکان میں سے ہے ساقط ہو جاتا ہے؛ البتہ تکبیرِ تحریمہ کی صحت کے لیے شرط ہے کہ حالت قیام میں کہی جائے، پس قیام للتحریمة تو ضروری ہے؛ لیکن قیام للصلاة ساقط اور معاف ہے اور جب قیام ساقط ہے تو ہاتھ باندھنے کا بھی حکم نہیں ہوگا، لہٰذا بعض لوگ جو مسجد میں آکر امام کو رکوع میں پاتے ہیں، تو جلدی کے خیال سے آتے ہی جھک جاتے ہیں اور اسی حالت میں تکبیر تحریمہ کہتے ہیں، ان کی نماز نہیں ہوتی۔ (۱)



(۱) امداد الفتاوی مع حاشیہ: ۱۹۲/۱، ۱۹۳، زکریا، دیوبند، امداد الاحکام: ۴۶۵/۱، مکتبہ دارالعلوم، کراچی، فتاوی محمودیہ: ۵۴۳/۵، ڈھابیل، احسن الفتاویٰ ۳/ ۲۸۷، نیز دیکھیے: ۲۷۹/۱۰، تتمہ احسن الفتاوی، دار الاشاعت، کراچی، فتح القدیر: ۴۸۳/۱، دار الفکر، بیروت، بہشتی گوہر، ص: ۳۱، دار الاشاعت، کراچی

سجدے کی سنتیں

سجدے میں بارہ سنتیں ہیں، غور سے سنیں اور اس کی روشنی میں اپنے سجدے کا بھی جائزہ لیتے رہیں کہ ہمارا اس کے مطابق عمل ہے یا نہیں اور پھر اس کو سنتے وقت ذہن میں محفوظ رکھیں اور آئندہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوں تو جتنی سنتیں بیان کی جارہی ہیں وہ ساری سنتیں عمل کے وقت ذہن میں تازہ کریں کہ سنت کے مطابق عمل ہمارا ہورہا ہے کہ نہیں۔

۱- سب سے پہلی سنت ہے سجدے کی تکبیر کہنا، رکوع سے سیدھا کھڑے ہونا یہ مستقل ایک سنت ہے، پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں جانا یہ مستقل ایک سنت ہے، تکبیر کی ابتدا جھکنے کی ابتدا کے ساتھ ہونی چاہیے اور تکبیر کی انتہا سجدے کی ابتدا کے ساتھ ہونی چاہیے، یعنی سجدے میں پہنچتے ہی تکبیر ختم ہوجانی چاہیے۔[۱]

❖ سجدے میں جانے کی کیفیت یہ ہونی چاہیے کہ سب سے پہلے گھٹنوں کو خم دے کر انہیں زمین کی طرف اس طرح لے جائیں کہ سینہ آگے کو نہ جھکے، یعنی سجدہ کی طرف جاتے وقت کمر بالکل سیدھی رکھنی چاہیے، جب گھٹنے زمین پر ٹک جائیں، اس کے بعد سینے کو جھکائیں، آج کل اس بارے میں کوتاہی عام ہے، اکثر لوگ شروع ہی سے سینہ آگے جھکا کر سجدے میں جاتے ہیں، جو غلط طریقہ ہے۔[۲]

---

(۱) ردالمحتار: ۲۰۲/ ۲، زکریا، دیوبند، بہشتی گوہر، ص: ۷۵۲، دارالاشاعت، کراچی

(۲) ردالمحتار: ۲۰۲/ ۲، زکریا، دیوبند، احسن الفتاوی: ۳۳/ ۳، ایچ ایم سعید، کراچی،
فائدہ: سجدے میں جاتے وقت دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھنے چاہییں یا نہیں، اس بارے میں اکابر

←

۲، ۳، ۴، ۵- سجدے میں پہلے دونوں گھٹنے رکھنا، پھر دونوں ہاتھ رکھنا، پھر ناک رکھنا، پھر پیشانی رکھنا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سجدہ کروں سات ہڈیوں پر، سات ہڈیاں کیا کیا ہیں؟ دو پنجے، دو گھٹنے، دو ہتھیلیاں اور چہرہ، ان میں سے پنجہ پہلے ہی سے زمین کے اوپر ہے، سجدے میں صرف اس کی ہیئت تبدیل ہوتی ہے، باقی پانچ اعضا جس ترتیب سے ہیں، نیچے سے اوپر کی طرف، اسی ترتیب سے ان کو زمین سے لگانا ہے، پہلے دونوں گھٹنے زمین سے لگیں گے، پھر دونوں ہاتھ زمین پر رکھیں جائیں گے، پھر چہرہ رکھا جائے گا، چہرہ رکھنے میں لمحہ بھر کی تقدیم ہوگی، یعنی: زمین سے پہلے ناک لگے گی، اس کے بعد پیشانی۔ (۱)

➔

سے دونوں طرح کے قول مروی ہیں، بہشتی گوہر، ص: ۳۲ پر لکھا ہے کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے ہوئے سجدہ میں جائے، فتاوی محمودیہ میں بھی اسی کو ترجیح دی ہے، جب کہ حضرت مولانا رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں ہاتھ نہ رکھنے کو ترجیح دی ہے۔ (تتمہ احسن الفتاوی: ۲۲۱/۱۰ تا ۲۳۰، ایچ ایم سعید، کراچی)

ہماری رائے میں اصل حکم یہ ہے کہ سجدے میں جاتے وقت حتی الامکان کمر سیدھی رکھنی چاہیے اور دونوں گھٹنے زمین پر رکھنے سے پہلے سینے کو نہیں جھکانا چاہیے جیسا کہ شامی وغیرہ فقہ کی کتابوں میں صراحت ہے، جہاں تک دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھنے کا معاملہ ہے، تو اس بارے میں فقہی کتابوں میں کوئی صریح حوالہ نہیں ملا؛ لیکن چوں کہ تعامل و توارث دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھنے ہی کا ہے، اس لیے اصولاً اسی کو ترجیح ہونی چاہیے، چناں چہ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہ لکھتے ہیں: صریح جزئیہ کسی کتاب میں نہیں ملا، معمول یہ ہے کہ ہاتھوں کو رانوں اور گھٹنوں پر رکھ کر یعنی سہارا لے کر قومہ سے سجدہ میں چلے جاتے ہیں جیسے کہ سجدے سے اٹھ کر رانوں اور گھٹنوں پر سہارا لے کر کھڑے ہوتے ہیں، ویمکن أن یشم رائحة الاستدلال من حدیث استعینوا بالرکب اھ الجامع الصغیر۔ (فتاوی محمودیہ: ۶۱۸/۵، ڈھابیل، اختری بہشتی زیور، ص: ۷۵۲، دار الاشاعت، کراچی) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) رد المحتار: ۲۰۲/۲، زکریا، دیوبند

❖ اگر کسی کو کوئی عذر ہے، گھٹنے میں تکلیف ہے، بدن بھاری ہے، بڑھاپا ہے یا اور کوئی بیماری ہے اور اس کی وجہ سے وہ پہلے زمین پر ہاتھ رکھتا ہے اور اس کے بعد گھٹنا رکھتا ہے تو یہ عذر ہے اور عذر کی وجہ سے آدمی جیسے نماز پڑھ سکتا ہے اس کی گنجائش ہے؛ لیکن بہت سے لوگ محض کاہلی کی بناء پر، صرف آرام طلبی کی بناء پر ایسا کرتے ہیں تو یہ صحیح نہیں ہے، جس کو کوئی عذر نہیں ہے اس کو سنت کے مطابق سجدہ کرنا چاہیے۔(۱)

❖ سجدہ میں پیشانی کے ساتھ ناک بھی زمین پر رکھنی چاہیے، بعض فقہاء نے ناک رکھنے کو واجب قرار دیا ہے؛ اگرچہ راجح قول یہی ہے کہ ناک رکھنا واجب نہیں ہے؛ لیکن احتیاط بہرحال اسی میں ہے کہ ناک بھی زمین پر ٹکائی جائے، اول تو اس لیے کہ اس کی سنیت میں اتفاق ہے، دوسرے بعض فقہاء نے اس کو واجب قرار دیا ہے، لہذا جو لوگ صرف پیشانی پر سجدہ کرتے ہیں، ناک نہیں ٹکاتے ہیں، ان کا طریقہ خلافِ سنت ہے۔(۲)

❖ ناک کے سخت حصے پر سجدہ کرنا چاہیے، صرف نرم حصہ پر اکتفا کرنا بالاتفاق جائز نہیں ہے، اس بارے میں عموماً کوتاہی ہوجاتی ہے۔(۳)

❖ راجح اور مفتی بہ قول کے مطابق سجدے میں صرف ناک پر اکتفا کرنے سے سجدہ ادا نہیں ہوگا، پیشانی رکھنا فرض ہے۔(۴)

❖ سجدہ میں پیشانی کا اکثر حصہ زمین پر رکھنا واجب ہے۔(۵)

---

(۱) ردالمحتار: ۲/۲۰۲، زکریا، دیوبند

(۲) رد المحتار: ۲/۲۰۳، باب صفۃ الصلاۃ، زکریا، دیوبند، غنیۃ المتملی: ۲/۱۱۱، مسائل تتعلق بالسجدۃ، مکتبہ دار العلوم دیوبند، بہشتی زیور، ص: ۱۹۴، ضمیمہ ثانیہ، دار الاشاعت، کراچی، فتاوی عثمانی: ۳۶۹/۱ تا ۳۷۱، سجدے میں پیشانی کے ساتھ ناک رکھنے کی تحقیق، مکتبہ معارف القرآن، کراچی)

(۳) ردالمحتار: ۲/۲۰۳، باب صفۃ الصلاۃ، زکریا، دیوبند

(۴) ردالمحتار: ۲/۲۰۳، باب صفۃ الصلاۃ، زکریا، دیوبند

(۵) ردالمحتار: ۲/۲۰۳، باب صفۃ الصلاۃ، زکریا، دیوبند

۶- دونوں ہاتھوں کے درمیان سجدہ کرنا، یعنی سجدے میں اس طریقہ سے ہاتھ رکھیں گے کہ چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان ہو، نہ تو آگے ہاتھ کریں گے اور نہ بالکل پیچھے ہاتھ رکھیں گے؛ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کے سرے کانوں کی لو کے بالمقابل رکھے جائیں، اس سے چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان میں آجائے گا۔(۱)

سجدے کی دو کوتاہیاں:

یہاں دونوں طرح کی کوتاہیاں ہوتی ہیں، بعض لوگ دونوں ہاتھ مونڈھے کے پاس رکھ کر سجدہ آگے کرتے ہیں اور بعض ہاتھ آگے کر دیتے ہیں جس سے کلائی زمین پر بچھ جاتی ہے، یہ مکروہ ہے، جس طرح تکبیرِ تحریمہ کے وقت چہرہ دونوں ہاتھوں کے درمیان ہوتا ہے، اسی طرح سجدہ کرتے وقت بھی دونوں ہتھیلیاں چہرہ کے دائیں بائیں رہیں گی، کان سے لگانا نہیں ہے، دونوں ہتھیلیاں زمین پر رکھی جائیں اور دونوں کے درمیان چہرہ رکھا رہے اور دونوں ہاتھوں کے درمیان سجدہ کرنا ہوگا۔(۲)

❖ سجدے کی سنتوں میں یہ اہم سنت ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی ہوں اور انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہو، یہ خلافِ سنت ہے کہ انگلیاں کھلی ہوئی ہوں، اس کا بہت اہتمام کرنا چاہیے، یہ وہ سنت ہے جس کی ادائیگی میں عموماً لوگ غلطی کرتے ہیں، سجدے میں انگلیوں کو ملاتے نہیں قصداً انگلیوں کو ملانا ہے، بعض لوگ پہلو کو سمیٹ لیتے ہیں جس کی وجہ سے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا رخ دائیں بائیں ہوجاتا ہے اور بعض لوگ کشادہ سجدہ کرنے

(۱) رد المحتار: ۲۰۲/۲، باب صفۃ الصلاۃ، زکریا، دیوبند، غنیۃ المتملی:۱۷۸،۱۷۷/۲، فصل فی صفۃ الصلاۃ، مکتبہ دارالعلوم دیوبند، مصنف عبد الرزاق، رقم: ۲۹۴۸، کتاب الصلاۃ، باب موضع الیدین اذا خر للسجود، عماد الدین، ص: ۲۲۱، لاہور

(۲) رد المحتار: ۲۰۲/۲، باب صفۃ الصلاۃ، زکریا، دیوبند

کی فکر میں اتنا ہاتھ پھیلا دیتے ہیں کہ انگلیوں کا رخ ایک دوسرے کی طرف ہوجاتا ہے، کہنیوں کو دور کیا تو انگلیوں کا رخ بدل گیا، دونوں غلط ہے۔[۱]

۷- سجدے میں پیٹ کو رانوں سے الگ رکھنا، پیٹ رانوں (زانو) سے ملے ہوئے نہ ہوں، عورتوں کی طرح ان کو ملاکر سجدہ نہ کیا جائے؛ بل کہ ران پیٹ سے الگ ہو۔[۲]

۸- دونوں کہنیوں کو پہلوؤں سے علیحدہ رکھنا۔

۹- دونوں کہنیوں کو زمین سے الگ رکھنا، یعنی: زمین سے کہنی اٹھی ہوئی ہوں، زمین پر بچھی ہوئی نہ ہوں۔

یہ تین سنتیں ایسی ہیں جن کا تعلق اس بات سے ہے کہ سجدہ کھلا ہوا اور کشادہ ہونا چاہیے کہ بکری کا بہت چھوٹا بچہ درمیان سے نکل سکے۔[۳]

❖ اگر آدمی تنہا نماز پڑھ رہا ہے اور دائیں بائیں اس سے مل کر کوئی دوسرا آدمی نہیں ہے، تو اچھی طرح سے ہاتھ کو کشادہ کرنا چاہیے؛ لیکن اگر دائیں بائیں کوئی کھڑا ہوا ہے، تو ہاتھ کو کھلا ہوا تو رکھنا ہے، بازو کو پہلو سے الگ رکھنا ہے اور کہنیوں کو بھی زمین سے اونچی ضرور رکھنا ہے؛ لیکن اتنا نہیں پھیلانا ہے کہ دائیں بائیں والے آدمی کو تکلیف ہو، یہ ایذاء مسلم کے اندر آجائے گا، اتنا کھلا رکھیں کہ اپنے حد کے اندر رہیں اور دوسرے آدمی کو ہماری وجہ سے ہاتھ کو اندر دبانا نہ پڑے اور اس کو تکلیف نہ ہو۔[۴]

❖ دونوں پیروں کو کھڑا رکھنا ہے اور پیروں کی انگلیاں اچھی طرح موڑ کر قبلہ کی

---

(۱) رد المحتار: ۲۰۳/ ۲، زکریا، دیوبند، بہشتی گوہر، ص:۳۲، دارالاشاعت، کراچی

(۲) غنیۃ المتملی:۱۷۸/ ۲،۱۷۹، فصل فی صفۃ الصلاۃ، مکتبہ دار العلوم دیوبند

(۳) رد المحتار: ۲۱۰/ ۲، باب صفۃ الصلاۃ، زکریا، دیوبند، غنیۃ المتملی:۱۷۸/ ۲، ۱۷۹، فصل فی صفۃ الصلاۃ، مکتبہ دار العلوم دیوبند، مسلم، رقم: ۴۹۶، بہشتی گوہر، ص: ۳۲، دار الاشاعت، کراچی

(۴) ردالمحتار:۲۱۰/ ۲، فصل فی صفۃ الصلاۃ، زکریا، دیوبند

طرف رکھنا، یہ ہیئت دونوں سجدوں میں رہنی چاہیے۔(۱)

عموماً یہ ہوتا ہے کہ پہلے سجدے میں جب جاتے ہیں تو دونوں پیروں کی انگلیاں قبلہ کی طرف ہوتی ہیں؛ لیکن جب ایک سجدے کے بعد بائیں پیر کو موڑ کر اس پر بیٹھ جاتے ہیں اور پھر دوسرے سجدے میں جاتے ہیں، تو بایاں پیر اسی طرح ٹیڑھا رہ جاتا ہے، اس کو بھی کھڑا کر کے قصداً قبلہ کی طرف متوجہ کرنا چاہیے، تاکہ دونوں سجدوں میں اعضا کا رخ قبلہ کی طرف ہو۔ غور کیجیے پوری نماز میں حتی الامکان تمام اعضا کو قبلہ کی طرف کرنے کی رعایت کی گئی ہے۔

❖ سجدے میں دونوں ٹخنے نہیں ملانے چاہییں، قیام کی حالت میں دونوں قدم کے درمیان جتنا فاصلہ رہتا ہے، یعنی چار انگل، سجدے میں بھی اتنا ہی فاصلہ رہنا چاہیے، یعنی دونوں قدموں کو کشادہ رکھنا چاہیے۔(۲)

❖ سجدے کے دوران اس بات کا اہتمام کرنا نہایت ضروری ہے کہ دونوں پاؤں کی انگلیاں زمین سے لگی رہیں، بعض لوگ اس طرح سجدہ کرتے ہیں کہ پاؤں کی ایک انگلی بھی سجدے کے دوران زمین پر ٹکتی ہی نہیں ہے، اس طرح سجدہ نہیں ہوگا اور نماز نہیں ہوگی۔(۳)

---

(۱) ردالمحتار: ۲۱۰/۲، فصل فی صفۃ الصلاۃ، زکریا، دیوبند

(۲) یہی قول راجح ہے، تفصیل کے لیے دیکھیں: باقیات فتاوی رشیدیہ مع حاشیہ، ص: ۱۷۱، ۱۷۲، حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، امداد الفتاوی مع حاشیہ: ۲۲۲/۱ تا ۲۲۴، زکریا، دیوبند، بہشتی زیور مع حاشیہ، ص: ۱۳۱، دارالاشاعت، کراچی، امداد الاحکام: ۹۲،۹۱/۲، زکریا، دیوبند، فتاوی دار العلوم دیوبند: ۱۴۷/۲ تا ۱۴۹، مع فتوی مولانا میرک شاہ مدرس دارالعلوم، دار الاشاعت، کراچی، نظام الفتاوی: ۹۰/۵، احسن الفتاوی: ۳۶/۳ تا ۴۰، دار الاشاعت، کراچی)

(۳) ردالمحتار: ۲۰۴/۲، زکریا، دیوبند

۱۰- سجدے میں کم سے کم تین بار سبحان ربی الاعلی کہنا، یعنی سنت یہ ہے کہ تسبیح کم سے کم تین بار پڑھی جائے، اگر تنہا نماز پڑھ رہے ہیں تو جتنی چاہیں تسبیح پڑھیں؛ مگر طاق عدد کا خیال رہے، یعنی: پانچ بار، سات بار، نو بار وغیرہ اور اگر امام ہے تو تخفیف کی رعایت کرے، فقہاء نے لکھا ہے کہ امام کے لیے بہتر یہ ہے کہ رکوع و سجدہ میں پانچ دفعہ تسبیحات پڑھے؛ تاکہ مقتدیوں کو اطمینان سے کم از کم تین دفعہ تسبیح پڑھنے کا موقع مل جائے اور اگر امام رکوع اور سجدہ میں تاخیر کرے تو مقتدیوں کو تین سے زائد بار تسبیحات کہنی چاہییں۔[۱]

۱۱- سجدے سے اٹھنے کی تکبیر کہنا، سجدے سے اٹھتے وقت جب بیٹھیں گے جس کو جلسہ کہتے ہیں تو اللہ اکبر کہتے ہوئے بیٹھیں گے اور اطمینان سے دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھیں گے اور پھر دوبارہ اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے میں جائیں گے، یعنی: ایک تکبیر سنت ہے سجدے سے اٹھنے کی اور ایک تکبیر سنت ہے سجدے میں جانے کی اور سجدے سے اٹھ کر سیدھے بیٹھنا ہے، ایسا نہیں کہ ذرا سا سر اٹھالیا اور پھر سجدے میں چلے گئے۔[۲]

۱۲- سجدے سے اٹھتے ہوئے پہلے پیشانی، پھر ناک، پھر ہاتھوں کو، پھر گھٹنوں کو اٹھانا یعنی سجدے سے اٹھ کر جب کھڑا ہونا ہے، تو جس ترتیب سے سجدے میں گئے تھے اس کے برعکس ہو گا، پہلے پیشانی زمین سے الگ ہوگی، پھر فوراً ناک الگ ہوگی، کھڑے ہوں گے، تو پہلے ہاتھ زمین سے الگ ہو گا، اس کے بعد گھٹنا اور جب دونوں سجدے کے درمیان بیٹھیں گے تو صرف چہرہ اور ہاتھ زمین سے اٹھے گا اور گھٹنا اپنی جگہ پر رہے گا۔[۳]

❖ سجدے یا قعدے سے قیام کی طرف آتے وقت زمین سے سہارا نہیں لینا

---

(۱) ردالمحتار: ۱۹۷/ ۲، ۱۹۹، ۱۹۸، باب صفۃ الصلاۃ، زکریا، دیوبند، غنیۃ المتملی: ۱۷۷/ ۲ تا ۱۷۹، فصل فی صفۃ الصلاۃ، مکتبہ دار العلوم دیوبند، عماد الدین، ص: ۲۲۰، ۲۱۹، لاہور

(۲) ردالمحتار: ۲۱۱/ ۲ تا ۲۱۳، زکریا، دیوبند

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار: ۲۰۳/ ۲، دار الفکر، بیروت

چاہیے؛ البتہ گھٹنوں پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے اٹھنا چاہیے۔ (۱)

❖ دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنا، جو لوگ رکوع سے ذرا سا سر اٹھاتے ہیں اور فوراً سجدے میں چلے جاتے ہیں، ان کا عمل غلط ہے، اسی طرح سے ایک سجدے سے اٹھ کر ذرا سا سر اٹھایا پھر سجدے میں چلے گئے یہ بھی غلط ہے۔ (۲)

تعدیل ارکان کا مطلب:

تعدیل ارکان کا مطلب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے؛ اس لیے کہ نماز میں اس کی بہت اہمیت ہے، حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ارکان اربعہ، یعنی رکوع، قومہ، سجدہ اور جلسہ میں تعدیل حنفیہ کے نزدیک واجب ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک فرض ہے، جب آدمی اتنا جھکے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں تو رکوع ہو گیا، پھر پیٹھ سیدھی کرنا، یعنی با اطمینان رکوع کرنا تعدیل ہے، اسی طرح جب کھڑے ہونے کے قریب ہو گیا، تو قومہ ہو گیا اور پیٹھ سیدھی کرنا یعنی با اطمینان کھڑا ہونا قومہ کی تعدیل ہے اور زمین پر پیشانی رکھنے سے سجدہ ہو گیا اور اس میں ٹھہرنا تعدیل ہے اور جب بیٹھنے کے قریب ہو گیا تو جلسہ ہو گیا اور با اطمینان بیٹھنا جلسہ کی تعدیل ہے۔ (۳)



(۱) ردالمحتار: ۲۱۳/۲، زکریا، دیوبند، امداد الفتاویٰ: ۱۹۹/۱، کراچی، احسن الفتاویٰ: ۴۵/۳، ایچ ایم سعید، کراچی

(۲) نور الایضاح، ص: ۹۰، بشریٰ، کراچی

(۳) تحفۃ الالمعی: ۶۰، ۵۹/۲، زمزم پبلشرز، کراچی)

قعدہ کی سنتیں

قعدہ کے معنی ہیں بیٹھنا، دو رکعت کی نماز میں جو قعدہ ہے، وہ قعدۂ اخیرہ ہے اور تین اور چار رکعت والی نماز میں پہلا قعدہ، قعدۂ اولیٰ اور دوسرا قعدۂ اخیرہ کہلاتا ہے، قعدۂ اولی واجب ہے اور قعدۂ اخیرہ فرض ہے؛ اب قعدہ کی سنتیں بیان کی جاتی ہیں۔

قعدہ کی تیرہ سنتیں ہیں:

۱- قعدہ میں داہنے پیر کو کھڑا رکھنا اور دائیں پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف رکھنا اور بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھنا اور اس کی انگلیاں بھی حتی الامکان قبلہ کی طرف رکھنے کی کوشش کرنا۔[۱]

۲- دونوں ہاتھوں کو رانوں پر رکھنا، جس کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر قبلہ رخ اس طرح رکھا جائے کہ انگلیوں کے آخری سرے گھٹنے کے ابتدائی کنارے تک پہنچ جائیں اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں تھوڑی کشادہ رکھی جائیں، نہ بالکل کھولی جائے اور نہ بالکل بند کی جائے، بعض لوگ ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے ہیں، ان کی انگلیوں کا رخ نیچے کی طرف ہوتا ہے، یہ صحیح نہیں ہے، انگلیاں لٹکی ہوئی نہیں ہونی چاہییں۔[۲]

---

(۱) ردالمحتار: ۲/۲۱۶، باب صفۃ الصلاۃ، زکریا، دیوبند، مسلم، رقم: ۲۴۰

(۲) ردالمحتار: ۲/۲۱۶، باب صفۃ الصلاۃ، زکریا، دیوبند، عماد الدین، ص: ۱۸۰، لاہور

۳- تشہد پڑھنا اور اس میں انگلی اٹھانا، اس کا طریقہ یہ ہے کہ التحیات پڑھتے ہوئے جب کلمہ شہادت پر پہنچے، تو داہنے ہاتھ کی کنارے کی دو چھوٹی انگلیوں کو بند کرلیں، درمیانی انگلی اور انگوٹھے کو ملاکر اس طرح حلقہ بنالیں کہ انگوٹھا اور درمیان والی انگلی دونوں کا سرا ایک دوسرے سے مل جائے اور جب أَشهَدُأن لاَ اِلٰه پر پہنچیں تو کلمہ کی انگلی اٹھاکر اشارہ کریں اور إلاّ الله کہتے ہوئے انگلی کے اشارے کو ختم کرکے نیچے کی طرف ہلکا سا جھکا دیں، شہادت کی انگلی اس طرح اٹھانی چاہیے کہ انگلی قبلہ کی طرف جھکی ہوئی ہو، بالکل سیدھی آسمان کی طرف نہیں اٹھانی چاہیے اور شہادت کی انگلی جھکانے کے بعد باقی انگلیوں کی جو ہیئت اشارے کے وقت بنائی تھی، اس کو آخر تک برقرار رکھنا چاہیے اور اشارے کے وقت نگاہ شہادت کی انگلی کی طرف کرلینا حدیث سے ثابت ہے؛ لیکن آخر تک اسی پر نگاہ رکھنا ثابت نہیں ہے، اس لیے اشارہ ختم ہوجانے کے بعد نگاہ گود کی طرف کرلینی چاہیے۔ (۱)

تشہد کے ماثور الفاظ یہ ہیں:

«اَلتَّحِيَّاتُ لله وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ الله وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ الله الصَّالِحِيْنَ أَشْهَدُ أَنْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ».

یہ تشہد حضور ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نماز میں پڑھنے کے لیے بہت اہتمام کے ساتھ سکھایا تھا۔ (۲)

(۱) رد المحتار: ۲۱۸، ۲۱۷/ ۲، زکریا، دیوبند، رسالہ رفع التردد فی عقد الاصابع عند التشہد لابن عابدین، رسائل ابن عابدین: ۱۱۹/ ۱، زکریا، دیوبند، امداد الفتاوی: ۱۸۸/ ۱ تا ۱۹۳، کراچی، احسن الفتاوی: ۳۰/ ۳، ۳۱، ایچ ایم سعید، کراچی، امداد الاحکام: ۴۶۴/ ۱، ۴۶۵، مکتبہ دار العلوم، کراچی، فتاوی محمودیہ: ۶۳۵/ ۵، ڈھابیل

(۲) بخاری، رقم: ۶۲۶۵

۴- قعدۂ اخیرہ میں التحیات پڑھنے کے بعد درود شریف پڑھنا۔ (۱)

درود شریف کے الفاظ یہ ہیں:

«اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلیٰ إِبْرَاھِیْمَ وَعَلیٰ آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِ مُحَمَّدٍ کَمَابَارَکْتَ عَلیٰ إِبْرَاھِیْمَ وَعَلیٰ آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ»

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ! ہم آپ پر اور آپ کے اہلِ بیت پر کس طرح درود بھیجیں، آپ نے یہی درود پاک پڑھ کر بتایا۔ (۲)

۵- درود شریف کے بعد قرآن کے مشابہ دعائے ماثورہ پڑھنا۔ (۳)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ یارسول اللہ ! مجھے کوئی دعا سکھا دیجیے جو نماز میں پڑھا کروں، آپ نے یہ دعا سکھائی:

«اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْلِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ، إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ». (۴)

یہی دعا پڑھنی چاہیے، اسی کا معمول رہے۔

۶- سلام دونوں طرف پھیرنا اس طرح کہ گردن کو اتنا موڑیں کہ پیچھے بیٹھے آدمی کو رخسار نظر آجائے۔ (۵)

---

(۱) رد المحتار: ۲۲۲ / ۲، باب صفۃ الصلاۃ، زکریا، دیوبند

(۲) بخاری، رقم: ۳۳۷۰

(۳) رد المحتار: ۲۳۳ / ۲ تا ۲۳۷، باب صفۃ الصلاۃ، زکریا، دیوبند

(۴) بخاري، رقم: ۸۳۴

(۵) رد المحتار ۲۳۸ / ۲، ۲۳۹، باب صفۃ الصلاۃ، زکریا، دیوبند

اور سلام پھیرتے وقت نظریں کندھے کی طرف ہونی چاہییں۔

۷- سلام کی ابتدا داہنی طرف سے کرنا، یعنی پہلے داہنی طرف سلام پھیرنا، پھر بائیں جانب سلام پھیرنا۔(۱)

۸- امام کا سلام میں فرشتوں، نیک جنات اور نماز میں شامل تمام مقتدیوں کی نیت کرنا۔(۲)

۹- مقتدیوں کا سلام میں امام، نیک جنات، فرشتوں اور دائیں بائیں کے مقتدیوں کی نیت کرنا۔(۳)

۱۰- منفرد کا سلام میں صرف فرشتوں کی نیت کرنا۔(۴)

۱۱- مقتدیوں کا امام کے ساتھ سلام پھیرنا۔(۵)

۱۲- دوسرے سلام کی آواز پہلے سلام سے کچھ پست رکھنا۔(۶)

۱۳- مسبوق کا امام کے فارغ ہونے کا انتظار کرنا، یعنی اپنی چھوٹی ہوئی نماز پوری کرنے کے لیے اس وقت اٹھنا جب امام دونوں طرف سلام پھیر دے؛ کیوں کہ ممکن ہے کہ وہ سجدۂ سہو کرے۔

❖ دعا کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ اتنے اٹھائے جائیں کہ وہ سینے کے سامنے

---

(۱) ردالمحتار ۲۳۸/۲، باب صفۃ الصلاۃ، زکریا، دیوبند

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار: ۲۴۱/۲، ۲۴۲، زکریا، دیوبند

(۳) الدرالمختار مع ردالمحتار: ۲۴۶/۲، زکریا، دیوبند

(۴) الدرالمختار مع ردالمحتار: ۲۴۶/۲، زکریا، دیوبند

(۵) الدرالمختار مع ردالمحتار: ۲۳۹/۲، زکریا، دیوبند

(۶) الدرالمختار مع ردالمحتار: ۲۴۱/۲، زکریا، دیوبند

آجائیں، دونوں ہاتھوں کے درمیان معمولی سا فاصلہ ہو، نہ ہاتھوں کو بالکل ملائیں اور نہ دونوں کے درمیان زیادہ فاصلہ رکھیں اور دعا کے دوران ہاتھوں کے اندرونی حصے کو چہرے کے سامنے رکھیں۔[۱]



(۱) نمازیں سنت کے مطابق پڑھیے، ص: ۱۳۰

نماز کے چند مکروہات

پچھلے صفحات میں نماز کی جو سنتیں ذکر کی گئی ہیں، ان میں سے کسی سنت کے خلاف عمل کرنا مکروہ ہے، مثلاً: تکبیرِ تحریمہ کہتے ہوئے مردوں کو کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھانے چاہییں، لہذا اگر کوئی شخص کندھوں سے نیچے تک ہاتھ اٹھائے یا کانوں سے بھی اوپر تک ہاتھ اٹھالے، تو یہ مکروہ ہوگا، اسی طرح رکوع میں سر کو پیٹھ کے برابر رکھنا مسنون ہے، لہذا اس کے خلاف کرنا مکروہ ہوگا، حاصل یہ ہے کہ کسی سنت کے خلاف عمل کرنے سے نماز میں کراہت آجاتی ہے، پھر بھی یاد دہانی کے لیے نماز کے چند ایسے مکروہات ذکر کیے جارہے ہیں، جو اس وقت لوگوں کی نمازوں میں نظر آتے ہیں، دھیان اور توجہ سے سنیں اور اپنی نماز کی ان مکروہات سے بطور خاص حفاظت کریں۔

❖ ایسے چست کپڑے پہن کر نماز پڑھنا جن سے واجب الستر اعضا میں سے کسی عضو کی شکل اور بناوٹ اور عضو کا ابھار ظاہر ہو؛ سخت مکروہ ہے۔ (۱)

❖ دونوں کہنیاں کھول کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، آج کل ایسے لباس پہنے جارہے ہیں، جن میں کہنیاں کھلی ہوئی ہوتی ہیں، ایسے لباس میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے، اگر کبھی جلدی میں کہنیاں کھلی رہ جائیں، تو نماز ہی میں عمل قلیل کے ذریعے آستین کو نیچے کردینا چاہیے۔ (۲)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۸۴، باب شروط الصلاۃ، زکریا، دیوبند

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۴۰۶، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیہا، زکریا، دیوبند

ننگے سر نماز پڑھنا:

آج کل ننگے سر نماز پڑھنے کا فیشن چل رہا ہے، بعض لوگ ٹوپی پہننے میں اہانت سمجھتے ہیں؛ جب کہ ٹوپی نہ پہننا فساق کا شعار بن چکا ہے، اس لیے نماز میں ٹوپی پہننے کا اہتمام کرنا چاہیے، روایات سے ثابت ہے کہ عام حالات میں حضور ﷺ اور صحابہ کرام ٹوپی یا عمامہ پہننے کا اہتمام فرماتے تھے۔(۱)

❖ ایسے کپڑوں میں نماز پڑھنا جن کو پہن کر دوسری مجلسوں میں جانا عار سمجھا جاتا ہو، مثلاً: گھر کے روز مرہ کے کپڑوں میں نماز پڑھنا جن کو آدمی صرف گھر میں پہنتا ہے؛ مکروہ ہے، بشرطیکہ دوسرے کپڑے میسر ہوں، اسی طرح آج کل مسجدوں میں مختلف قسم کی ٹوپیاں رکھی رہتی ہیں، جو بوسیدہ ہوتی ہیں، عموماً ایسی ٹوپیاں پہن کر آدمی کسی دوسری مجلس میں جانے میں شرم محسوس کرتا ہے، اس لیے ایسی ٹوپیوں کو پہن کر نماز نہیں پڑھنی چاہیے، صاف ستھری ٹوپی پہن کر نماز پڑھنی چاہیے۔(۲)

❖ نماز کی حالت میں کپڑے یا بدن سے کھیلنا مکروہ ہے، بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ کپڑوں کی کلف کا خیال رکھتے ہیں اور رکوع یا سجدے سے اٹھتے بیٹھتے دامن اور آستین یا رومال کی ہیئت درست کرتے رہتے ہیں، اسی طرح بعض لوگ ہاتھ یا انگلی وغیرہ رگڑتے رہتے ہیں یا ناخن چھیلتے رہتے ہیں یا ناک کریدتے رہتے ہیں؛ یہ سب مکروہ تحریمی ہے، اس سے نماز کا خشوع ختم ہو جاتا ہے۔(۳)

❖ نماز کی حالت میں چہرے کو ڈھانک لینا مکروہ ہے، آپ ﷺ نے اس سے

(۱) تفصیل کے لیے دیکھیں: ٹوپی کی شرعی حیثیت، ادارہ غفران، پاکستان
(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۴۰۷/ ۲، باب مایفسد الصلاۃ و مایکرہ فیہا، زکریا، دیوبند
(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۴۰۶/ ۲، باب مایفسد الصلاۃ و مایکرہ فیہا، زکریا، دیوبند

منع فرمایا ہے۔[۱]

❖ تصویر دار کپڑے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے؛ البتہ چھپی ہوئی تصویر میں نماز مکروہ نہ ہوگی، اس سے شناختی کارڈ اور پیسوں کا حکم معلوم ہوگیا کہ جب وہ جیب میں ہوں تو بلاکراہت نماز صحیح ہوگی، اسی طرح وہ بنیائن ٹی شرٹ، جس پر مختلف تصویریں بنی ہوتی ہیں، اگر ان کو اندر پہنے اور اوپر کرتا یا قمیص ہو، تو نماز اگرچہ بلاکراہت صحیح ہو جائے گی؛ لیکن ایسی بنیائن نہیں پہننی چاہیے۔[۲]

❖ نماز کے دوران پسینہ پوچھنا مکروہ ہے، بعض لوگ پیشانی کا پسینہ پوچھ کر ہاتھ سے چھڑک دیتے ہیں، جس سے مسجد بھی گندی ہوجاتی ہے، اس میں احتیاط برتنی چاہیے، اگر کسی کو زیادہ پسینہ آتا ہو، تو ساتھ میں کوئی رومال وغیرہ رکھا کرے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد پسینہ پوچھ لیا کرے۔

❖ نماز کے دوران سجدے کی جگہ بار بار صاف کرنا مکروہ ہے، اگر کنکری وغیرہ کوئی تکلیف دہ چیز ہو، تو ایک بار صاف کر لینے میں حرج نہیں؛ لیکن بار بار صاف کرنا مکروہ ہے، بعض لوگ دھول صاف کرنے کے لیے پھونک مارتے ہیں، یہ بھی مکروہ ہے۔[۳]

❖ نماز کے دوران انگلیاں چٹخانا مکروہ ہے، اسی طرح مسجد میں نماز کے انتظار کی حالت میں انگلیاں چٹخانا مکروہ ہے۔[۴]

❖ نماز کے دوران کنکھیوں سے اِدھر اُدھر دیکھنا مکروہ ہے۔[۵]

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار:۴۲۵/۲، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیہا، زکریا، دیوبند

(۲) الدر المختار مع رد المحتار:۴۱۷/۲، ۴۱۸، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیہا، زکریا، دیوبند

(۳) الدر المختار مع رد المحتار:۴۰۹/۲، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیہا، زکریا، دیوبند

(۴) الدر المختار مع رد المحتار:۴۰۹/۲، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیہا، زکریا، دیوبند

(۵) الدر المختار مع رد المحتار:۴۱۰/۲، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیہا، زکریا، دیوبند

❖ سجدے کی حالت میں مرد کا کہنیاں زمین پر ٹیکنا اور زمین سے چپک کر سجدہ کرنا مکروہ ہے، آج کل بہت سے لوگ سجدہ اسی طرح کرتے ہیں، سنت کے مطابق سجدہ کرنا چاہیے۔[۱]



(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۴۱۱، باب مایفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا، زکریا، دیوبند

نماز باجماعت کی اہمیت و فضیلت

جماعت کی فضیلت اور تاکید صحیح حدیثوں میں اس کثرت سے وارد ہوئی ہیں کہ اگر سب کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو ایک بڑا رسالہ تیار ہو جائے، ان احادیث سے بلا شبہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جماعت؛ نماز کی تکمیل کے لیے ایک اعلی درجہ کی شرط ہے، نبی ﷺ نے کبھی جماعت ترک نہیں فرمائی، حتیٰ کہ مرض کی حالت میں جب آپ کو خود چلنے کی قوت نہ تھی، دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد میں تشریف لے گئے اور جماعت سے نماز پڑھی، نماز چھوڑنے والے پر آپ ﷺ کو سخت غصہ آتا تھا اور جماعت چھوڑنے پر سخت سے سخت سزا دینے کو آپ کا جی چاہتا تھا، دوسری طرف آپ ﷺ نے جماعت کے فضائل بھی امت کو سنائے تاکہ شوق ورغبت پیدا ہو۔ (۱)

چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ ہوتی ہے۔ (۲)

فائدہ: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا قدس سرہ لکھتے ہیں:

جب آدمی نماز پڑھتا ہے اور ثواب ہی کی نیت سے پڑھتا ہے، تو معمولی سی بات ہے کہ گھر میں نہ پڑھے، مسجد میں جاکر جماعت سے پڑھ لے کہ نہ اس میں کچھ مشقت ہے، نہ دقت، اور اتنا بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے، کون شخص ایسا

---

(۱) بہشتی گوہر بتصرف، ص:۴۱، دار الاشاعت، کراچی

(۲) بخاری، رقم: ۶۱۹

ہوگا جس کو ایک روپے کے ستائیس یا اٹھائیس روپے ملتے ہوں اور وہ ان کو چھوڑدے؟ مگر دین کی چیزوں میں اتنے بڑے نفع سے بھی بے توجہی کی جاتی ہے، وجہ اس کے سوا کیا ہوسکتی ہے کہ ہم لوگوں کو دین کی پرواہ نہیں، اس کا نفع ہم لوگوں کی نگاہ میں نفع نہیں، دنیا کی تجارت جس میں ایک آنہ، دوآنہ فی روپیہ نفع ملتا ہے، اس کے پیچھے دن بھر خاک چھانتے ہیں، آخرت کی تجارت جس میں ستائیس گنا نفع ہے، وہ ہمارے لیے مصیبت ہے، جماعت کی نماز کے لیے جانے میں دکان کا نقصان سمجھا جاتا ہے، بِکری کا بھی نقصان بتایا جاتا ہے، دکان بند کرنے کی بھی دقت کہی جاتی ہے؛ لیکن جن لوگوں کے یہاں اللہ جل شانہ کی عظمت ہے، اللہ کے وعدوں پر ان کو اطمینان ہے، اس کے اجروثواب کی کوئی قیمت ہے، ان کے یہاں یہ لچر عذر کچھ بھی وقعت نہیں رکھتے ایسے ہی لوگوں کی اللہ جل شانہ نے کلام پاک میں تعریف فرمائی ہے۔ (۱)

صحابہ کرام کے یہاں جماعت کا اس قدر اہتمام تھا کہ اگر بیمار بھی کسی طرح جماعت میں جاسکتا تھا تو وہ بھی جاکر شریک ہوجاتا تھا، چاہے دو آدمیوں کو کھینچ کر لے جانے کی نوبت آتی اور یہ اہتمام کیوں نہ ہوتا جب کہ ان کے اور ہمارے آقا نبی اکرم ﷺ کو اسی طرح کا اہتمام تھا؛ چناں چہ حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک روز ہم ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھے کہ نماز کی پابندی اور اس کی فضیلت اور تاکید کا ذکر نکلا، اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تائیداً نبی کریم ﷺ کے مرض وفات کا قصہ بیان کیا کہ ایک نماز کا وقت آیا اور اذان ہوئی، تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو نماز پڑھادیں، عرض کیا گیا کہ ابوبکر رقیق القلب آدمی ہیں، جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو بے طاقت ہوجائیں گے اور نماز نہیں پڑھا سکیں گے، آپ نے پھر وہی فرمایا، خیر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز

(۱) فضائل اعمال: ۱/ ۴۱۳، ۴۱۲، مکتبۃ الذکری، اسلام آباد)

پڑھانے کے لیے نکلے، اتنے میں نبی کریم ﷺ کو مرض میں کچھ تخفیف معلوم ہوئی تو آپ دو آدمیوں کے سہارے سے نکلے، حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ میری آنکھوں میں اب تک وہ حالت موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ کے قدم مبارک زمین پر گھسٹتے ہوئے جاتے تھے، یعنی اتنی قوت بھی نہ تھی کہ زمین سے پیر اٹھا سکیں، وہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز شروع کر چکے تھے، آپ نے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں؛ مگر حضور ﷺ نے منع فرمادیا اور انھی سے نماز پڑھوائی۔ (۱)

شارح بخاری علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ بیماری کے باوجود دو آدمیوں کے سہارے حضور ﷺ کی مسجد کی جماعت میں شرکت سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام میں جماعت کی کتنی اہمیت ہے، گویا حضور ﷺ نے اپنے عمل کے ذریعے ساری امت کو ترغیب دی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو مسجد کی جماعت میں شرکت کرنی چاہیے؛ اس لیے کہ اس میں بڑی فضیلت ہے۔ (۲)

> حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور بلا کسی عذر کے نماز کو نہ جائے (وہیں پڑھ لے) تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی، صحابہ نے عرض کیا کہ عذر سے کیا مراد ہے؟ ارشاد ہوا کہ مرض ہو یا کوئی خوف ہو۔ (۳)

قبول نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس نماز پر جو ثواب اور انعام حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہوتا وہ نہ ہوگا، گو فرض ذمہ سے اتر جائے گا، یہ ہمارے امام کے نزدیک ہے، ورنہ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کے نزدیک بلا عذر جماعت کا چھوڑنا حرام ہے اور

(۱) بخاری، رقم: ۶۶۴، باب حد المریض أن یشهد

(۲) عمدۃ القاری: ۵/۱۸۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت

(۳) ابوداود، رقم: ۵۵۲، باب فی التشدید فی ترک الجماعۃ

جماعت سے پڑھنا فرض ہے حتیٰ کہ بہت سے علماء کے نزدیک نماز ہوتی ہی نہیں، حنفیہ کے نزدیک اگرچہ نماز ہوجاتی ہے؛ مگر جماعت کے چھوڑنے کا مجرم تو ہو ہی جائے گا۔

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سراسر ظلم ہے اور کفر ہے اور نفاق ہے اس شخص کا فعل جو اللہ کے منادی یعنی مؤذن کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔ (۱)

کتنی سخت وعید اور ڈانٹ ہے اس حدیث پاک میں کہ اس حرکت کو کافروں کا فعل اور منافقوں کی حرکت بتایا ہے کہ گویا مسلمان سے یہ بات ہو ہی نہیں سکتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے چند جوانوں سے کہوں کہ بہت سا ایندھن اکھٹا کرکے لائیں، پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا عذر گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جاکر ان کے گھروں کو جلادوں۔ (۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس شفقت اور رحمت کے جوامت کے حال پر تھی اور کسی شخص کی ادنی سی تکلیف بھی گوارا نہ تھی، ان لوگوں پر جو گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں، اس قدر غصہ ہے کہ ان کے گھروں میں آگ لگا دینے کو بھی آمادہ ہیں۔

لہٰذا ہر مسلمان مرد پر ضروری ہے کہ وہ پانچوں نمازیں مسجد میں جاکر باجماعت ادا کرنے کا اہتمام کرے، اور اس بارے میں ہرگز سستی اور غفلت سے کام نہ لے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ہم نے اپنے کو (یعنی مسلمانوں کو) اس حال میں دیکھا ہے کہ نماز باجماعت میں شریک نہ ہونے والا یا تو بس کوئی منافق ہوتا تھا جس کی منافقت ڈھکی چھپی نہیں

---

(۱) مسند احمد، رقم: ۱۵۶۲۷

(۲) صحیح مسلم، رقم: ۱۴۸۱، باب ماروی فی التخلف عن الجماعۃ

ہوتی تھی؛ بل کہ عام طور سے لوگوں کو ان کی منافقت کا علم ہوتا تھا یا کوئی بے چارہ مریض ہوتا تھا (جو بیماری کی مجبوری سے مسجد تک نہیں آسکتا تھا) اور بعضے مریض بھی دو آدمیوں کے سہارے چل کر آتے اور جماعت میں شریک ہوتے تھے، اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سنن ہدیٰ کی تعلیم دی ہے (یعنی دین و شریعت کی ایسی باتیں بتلائی ہیں جن سے ہماری ہدایت و سعادت وابستہ ہے) اور انہی سنن ہدیٰ میں سے ایسی مسجد میں جہاں اذان دی جاتی ہو، جماعت سے نماز ادا کرنا بھی ہے اور ایک دوسری حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھنے لگو گے جیسا کہ ایک آدمی جماعت سے الگ اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے (یہ اس زمانے کے کسی خاص شخص کی طرف اشارہ تھا) تو تم اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ چھوڑ دو گے اور جب تم اپنے پیغمبر کا طریقہ چھوڑ دو گے تو یقین جانو کہ تم راہ ہدایت سے ہٹ جاؤ گے اور گمراہی کے غار میں جاگرو گے۔ (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابتدائی دور میں منافقین اور مجبور مریضوں کے علاوہ ہر مسلمان جماعت ہی سے نماز ادا کرتا تھا اور جماعت کی پابندی نہ کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقے کو چھوڑنا ہے۔

اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ اصحاب رضی اللہ عنہم کے اقوال سنیے کہ انھیں جماعت کا کس قدر اہتمام مد نظر تھا اور ترک جماعت کو وہ کیسا سمجھتے تھے اور کیوں نہ سمجھتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور ان کی مرضی کا ان سے زیادہ کس کو خیال ہو سکتا تھا۔

ایک دن حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق نے سلیمان بن ابی حثمہ کو صبح کی نماز میں نہ

(۱) صحیح مسلم، رقم ۶۵۴، باب صلاۃ الجماعۃ من سنن الہدی

پایا تو ان کے گھر گئے اور ان کی ماں سے پوچھا کہ آج میں نے سلیمان کو فجر کی نماز میں نہیں دیکھا، انھوں نے کہا کہ وہ رات بھر نماز پڑھتے رہے اس وجہ سے اس وقت ان کو نیند آگئی، تب حضرت فاروق نے فرمایا مجھے فجر کی نماز جماعت سے پڑھنا زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے تمام شب عبادت کروں۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ نماز باجماعت پڑھنے میں تہجد سے بھی زیادہ ثواب ہے، اس لیے علماء نے لکھا ہے کہ اگر شب بیداری نماز فجر میں مخل ہو تو ترک اس کا اولیٰ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> جو شخص چالیس دن اخلاص کے ساتھ ایسی طرح نماز پڑھے کہ اس کی تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو تو اس کو دو پروانے ملتے ہیں، ایک پروانہ جہنم سے چھٹکارے کا، دوسرا نفاق سے بری ہونے کا۔ (۱)

یعنی چالیس دن ایسی پابندی اور اہتمام کے سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا کہ تکبیر اولیٰ بھی فوت نہ ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا مقبول و محبوب عمل ہے اور بندہ کے ایمان و اخلاص کی ایسی نشانی ہے کہ اس کے لیے فیصلہ کر دیا جاتا ہے کہ اس کا دل نفاق سے پاک ہے اور یہ ایسا جنتی ہے کہ دوزخ کی آنچ سے بھی وہ کبھی آشنا نہ ہوگا، اللہ کے بندے صدق دل سے ارادہ اور ہمت کریں تو اللہ تعالیٰ سے توفیق کی امید ہے، کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

بائیس سال کے بعد تکبیر اولیٰ چھوٹنے پر افسوس:

ہمارے بزرگوں میں حضرت گنگوہی قدس سرہ کے بارے میں حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: آج جب کہ آپ کو دنیا سے اُٹھے ہوئے دو سال ہو لیے، اگر مخلوق جمع ہو کر پوری ہمت خرچ کرے اور یادداشت کو پوری طرح کام میں لا کر مہینوں بھی

(۱) ترمذی، رقم: ۲۴۰، باب ماجاء فی فضل تکبیرۃ الاولی

سوچے تو ان شاء اللہ ایک واقعہ بھی ایسا نہ نکال سکے گی جس میں آپ کی نماز کا قضاء ہوجانا یا جماعت سے کاہلی وسستی یا کسی شرعی مسلم پسندیدہ امر سے ذرّہ برابر بے رغبتی یا غفلت آپ کی ثابت ہوتی ہو، دیوبند کے جلسہ دستار بندی میں جب آپ تشریف لائے ہیں تو غالبًا عصر کی نماز میں ایک دن ایسا اتفاق پیش آیا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہ نماز پڑھانے کو مصلّے پر جاکھڑے ہوئے، مخلوق کے ازدحام اور مصافحہ کی کثرت کے باعث باوجود عجلت کے جس وقت آپ جماعت میں شریک ہوئے ہیں تو قراءت شروع ہوگئی تھی، سلام پھیرنے کے بعد دیکھا گیا تو آپ اُداس اور چہرہ پر اضمحلال برس رہا تھا اور آپ رنج کے ساتھ یہ الفاظ فرمارہے تھے کہ: ”افسوس بائیس برس کے بعد آج تکبیر اولیٰ فوت ہوگئی“۔(۱)

❖ راجح قول کے مطابق پہلی رکعت کے رکوع تک شامل ہوجانے سے تکبیر اولیٰ کی فضیلت حاصل ہوجائے گی، تاہم بہتر یہی ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت سے جماعت میں شامل ہویا جائے۔(۲)



(۱) تذکرۃ الرشید

(۲) ردالمحتار: ۲۴۰/ ۲، مطلب فی ادراک فضیلۃ الافتتاح، زکریا، دیوبند، نظام الفتاوی: ۸۶/ ۵، فتاوی دار العلوم دیوبند: ۴۸/ ۳، دار الاشاعت، کراچی

صف بندی کی اہمیت

نماز باجماعت میں صفیں درست رکھنا، یعنی: نمازیوں کا ایک ہی لائن میں برابر کھڑا ہونا اور صف کے درمیان فاصلہ نہ رکھنا ضروری ہے، نبی اکرم ﷺ نے باجماعت نماز ادا کرتے ہوئے صفوں کے بارے میں خصوصی تاکید فرمائی ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ اپنی صفوں کو سیدھا رکھا کرو اس لیے کہ صف کو سیدھا رکھنے سے نماز مکمل ہوتی ہے۔(۱)

نبی ﷺ ایک عرصہ تک بذات خود صفیں درست فرماتے تھے، پھر جب آپ ﷺ کو اطمینان ہوگیا کہ لوگ صف سیدھی کرنے کا طریقہ سیکھ گئے تو آپ ﷺ نے صف سیدھی کرنے کا اہتمام چھوڑ دیا، اب لوگ خود ہی صفیں سیدھی کرنے لگے؛ لیکن ایک دن اچانک آپ ﷺ نے دیکھا کہ کسی کا سینہ آگے نکلا ہوا ہے، تو آپ ﷺ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا: اللہ کے بندو! صفیں سیدھی کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمھارے چہروں کو پھیر دیں گے، یعنی صفیں سیدھی کرنے میں کوتاہی کروگے تو اللہ تعالیٰ اس کی سزا میں تمھاری درمیان اختلاف ڈال دیں گے اور تمھاری وحدت پارہ پارہ ہوجائے گی۔(۲)

صفیں درست کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملائے جائیں، کندھے سے کندھا ملانا تو ظاہر ہے اور قدم سے قدم ملانا یہ ہے کہ لوگ اس طرح کھڑے ہوں کہ اگر ایک جانب سے لوگوں کے ٹخنوں میں سوئی داخل کی جائے تو سب ٹخنوں

---

(۱) بخاری، رقم: ۷۲۳

(۲) تحفۃ القاری: ۲/ ۵۸۱

میں سے ہوکر نکل جائے، یعنی تمام لوگوں کے ٹخنے ایک سیدھ میں آجانے چاہییں۔(۱) بعض لوگ پیر کی انگلیوں کے سرے کو ایک دوسرے کے برابر کر کے صفیں درست کرنا چاہتے ہیں، اس سے صفیں ٹیڑھی ہوجاتی ہیں، ٹخنے ایک دوسرے کے برابر کرنے چاہییے، جو شخص عین امام کے پیچھے کھڑا ہے اس کو دیکھ کر صف سیدھی کرنی چاہیے اس طرح کہ امام کے داہنی طرف والے تو اپنے بائیں طرف والے کو دیکھ لیا کریں اور بائیں طرف والے اپنے دائیں طرف والے کو دیکھ لیا کریں، اسی طرح ہر صف میں کیا جائے۔(۲)

آج کل مساجد میں الگ الگ صفیں بچھی رہتی ہیں اور تھوڑی سی توجہ سے صفیں سیدھی ہوسکتی ہیں؛ لیکن پھر بھی اس معاملہ میں تساہل برتا جاتا ہے اور لوگ آگے پیچھے کھڑے ہوجاتے ہیں، خاص طور پر صفوں کے درمیان خلا رہ جاتا ہے، لوگ مل مل کر کھڑے ہونے میں غفلت برتتے ہیں؛ حالاں کہ صفوں کی درستگی میں جس طرح قطار کو سیدھا کرنا شامل ہے، تراص (مل کر کھڑا ہونا) بھی شامل ہے، لوگوں کو اس طرح مل کر کھڑا ہونا چاہیے کہ دو شخصوں کے درمیان سے ہاتھ نہ گذر سکے، لوگ قطار درست کرنے کا تو اہتمام کرتے ہیں؛ مگر مل کر نہیں کھڑے ہوتے حدیث میں تراص کا بھی حکم ہے۔(۳)

بسا اوقات صفوں کے درمیان اتنی جگہ خالی رہتی ہے کہ اگر نمازی مل مل کر کھڑے ہوں تو آسانی سے ایک دو نمازی کی جگہ نکل آئے؛ لیکن اگر کوئی شخص اس خلا کو پر کرنا چاہے تو دائیں بائیں کھڑے ہوئے لوگ کھسکنے کو تیار نہیں ہوتے، ایسا نہیں کرنا چاہیے، حدیث میں ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو نماز میں اپنے مونڈھوں کو نرم رکھے، یعنی اگر کوئی صف

(۱) تحفۃ القاری: ۲/۵۸۱، زمزم پلشرز، کراچی

(۲) اشرف الاحکام، ص: ۸۷، حسن العزیز: ۳/۴۱۵

(۳) تحفۃ القاری: ۲/۵۸۰، زمزم پلشرز، کراچی

سیدھی کرنے یا صف کی خلاء کو پر کرنے کے لیے اسے اپنی جگہ سے کچھ آگے پیچھے کرنا چاہے تو اس میں بلا تاخیر خوشی خوشی ساتھ دے، ایسے موقع پر اڑے رہنا تکبر کی علامت ہے۔(۱)

دوسری طرف مل کر کھڑے ہونے میں اتنی تنگی بھی نہیں کرنی چاہیے کہ نماز کے ارکان سنت کے مطابق ادا کرنے مشکل ہوجائیں، بعض لوگ پہلی صف کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے جگہ نہ ہونے کے باوجود زبردستی درمیان میں داخل ہوجاتے ہیں، جس سے دوسرے نمازی کو تکلیف پہنچتی ہے، اس سے بھی بچنا ضروری ہے، ہمیں مسنون طریقہ پہلے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے اور پھر اس پر عمل کرنا چاہیے۔

امام صاحب کو چاہیے کہ صفیں سیدھی کرانے کا اہتمام کریں، اللہ کے رسول ﷺ اور صحابۂ کرام بالخصوص خلفائے راشدین جب امامت فرماتے تو مقتدیوں کی صفوں کو درست کرانے کا اہتمام کیا کرتے تھے۔

صحیح طریقہ یہ ہے کہ تکبیر کی ابتدا ہی سے سارے مقتدی کھڑے ہوکر صفیں درست کرلیں، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مسند عبد الرزاق کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور ﷺ کے وقت میں لوگ مؤذن کے اللہ اکبر کہتے ہی کھڑے ہونا شروع کردیتے تھے اور آپ ﷺ کے مصلی پر تشریف لانے سے پہلے صفیں سیدھی ہوجایا کرتی تھیں(۲)

پہلی صف کی فضیلت:

احادیث میں پہلی صف کی بڑی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

(۱) بذل المجہود: ۳۳۸/۴، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، عکس قدیم

(۲) فتح الباری: ۱۲۰/۲، کتاب الاذان، باب متی یقوم الناس اذا رأوا الامام عند الاقامۃ، دار نشر الکتب الاسلامیۃ، لاہور، جواہر الفقہ: ۳۰۹/۱ تا ۳۲۴، زکریا، دیوبند، فتاوی عثمانی: ۴۷۲/۱، مجلس جامع الخیر، آمبور، انڈیا

فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اگر تمہیں یہ پتا چل جائے کہ صفِ اول میں کتنا ثواب ہے تو پھر قرعہ اندازی کر کے پہلی صف میں پہنچنے کی کوشش کرو گے۔ (۱) یعنی ہر آدمی چاہے گا کہ وہ صفِ اول میں شامل ہو اور جب سب کو جگہ نہ مل پائے گی تو قرعہ ڈال کر جس کا نام نکلے گا وہی صفِ اول میں کھڑے ہونے کا مستحق ہوگا، ایک دوسری حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

آج کل پہلی صفوں کے اہتمام میں بہت کوتاہی پائی جاتی ہے، سردی کے زمانہ میں لوگوں کی کوشش ہوتی ہے کہ دھوپ کی جگہ نماز پڑھیں جب کہ آگے کی صفیں خالی پڑی رہتی ہیں اور گرمی کے زمانہ میں ایسی جگہ تلاش کی جاتی ہے جہاں پنکھوں کی یا کولر کی ہوا زیادہ آ رہی ہو، قطعِ نظر اس سے کہ وہ پہلی صف ہے یا بعد کی؟ یہ طریقہ قطعاً مناسب نہیں ہے، ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہم اگلی صفوں میں نماز پڑھ کر زیادہ سے زیادہ ثواب کے مستحق بنیں؛ کیوں کہ نماز میں اللہ کی رحمت اس شخص کی طرف زیادہ متوجہ ہوتی ہے جو امام کے بالکل پیچھے ہوتا ہے، اس کے بعد صفِ اول کے دائیں بائیں جانب کھڑے ہوئے نمازیوں کی طرف اور پھر دوسری صف اور بقیہ صفوں کی طرف متوجہ ہوتی ہے تاہم اگر دائیں طرف آدمی زیادہ ہوں تو بائیں طرف کھڑے ہونا ضروری ہے تاکہ دونوں جانب کا توازن برابر رہے۔ (۲)

❖ اگر مقتدی ایک مرد ہو یا بچہ ہو تو وہ امام کے دائیں طرف برابر میں اس طرح کھڑا ہو کہ اس کا قدم امام کے قدم سے آگے نہ بڑھے، یعنی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے نہ بڑھے، خواہ انگلیوں کا کچھ حصہ آگے بڑھ جائے؛ لیکن اگر مقتدی کے قدم کا اکثر حصہ امام کے قدم

---

(۱) بخاری، رقم: ٦١٥

(۲) آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲/۵۳۴، امداد الاحکام: ۱/۵۳۹، مکتبہ دار العلوم کراچی

سے آگے بڑھ گیا تو اقتداء صحیح نہیں ہوگی۔ (۱)

❖ اگر جماعت کی نماز میں اگلی صف مکمل ہونے کے بعد کوئی شخص آئے اور دائیں بائیں جانب جگہ خالی نہ ہو تو ایسی صورت میں پچھلی صف میں تنہا ہی کھڑے ہو جانا چاہیے، اس زمانے میں فتوی اسی پر ہے؛ اس لیے کہ اگلی صف سے اگر کسی کو کھینچ کر پیچھے لانے کا حکم دیا جائے گا تو جہالت کی وجہ سے نماز فاسد ہونے کا اندیشہ ہے۔ (۲)

❖ رسول اللہ ﷺ نے صفوں میں مل مل کر کھڑے ہونے کا حکم فرمایا ہے، لہٰذا ابتداءً ہی اس کا بہت اہتمام کرنا چاہیے، اگر کسی عارض کی وجہ سے نماز کے درمیان کسی صف میں جگہ خالی ہو جائے، تو بعد میں آنے والے کو وہ خالی جگہ پر کر لینی چاہیے، خواہ نمازیوں کے سامنے سے گزرنا پڑے، اسی طرح نماز میں موجود لوگوں میں سے وہ شخص جو خالی جگہ کے پیچھے کھڑا ہے اس کے لیے بھی ایک صف کے بقدر آگے چل کر خلا کو پر کرنے کی گنجائش ہے۔ (۳)

❖ اگر مسجد میں جگہ کی تنگی ہے تو ستون (کالم) کے درمیان صف بنانے کی گنجائش ہے اور اگر مسجد میں گنجائش ہے تو بہتر یہ ہے ستون کے درمیان صف نہ بنائی جائے؛ اس لیے کہ بعض فقہاء کے نزدیک ستون کے درمیان صف بنانا مکروہ ہے۔ (۴) لیکن اگر کبھی ستون کے درمیان چند لوگ کھڑے ہو گئے تو نکیر میں شدت نہیں کرنی چاہیے؛ اس لیے کہ

---

(۱) بخاری، رقم: ۶۹۸، رد المحتار: ۲/۳۰۳، زکریا، دیوبند

(۲) امداد الاحکام: ۱/ ۵۳۸، ۵۴۲، مکتبہ دار العلوم کراچی، قال الطحطاوي: والقيام وحده أولى في زماننا لغلبة الجهل فلعل إذا جره تفسد صلاته (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۳۰۷/۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت

(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۳۱۲، زکریا، دیوبند، و:۲/ ۲۱۲، ط: زکریا دیوبند

(۴) امداد الاحکام: ۱/۵۲۳، مکتبہ دار العلوم کراچی)

احناف کا اصل مذہب مطلقاً عدمِ کراہت کا ہے؛ ہاں اگر ستون بے ترتیب بنے ہوئے ہوں جس کی وجہ سے صفیں ٹیڑھی ہونے کا خطرہ ہو، تو اس طرح کے ستون کے مابین ٹیڑھی صف بناکر کھڑا ہونا مکروہ ہوگا، واضح رہے کہ یہ حکم جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والوں کے لیے ہے، منفرد کے لیے دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔(۱)



(۱) ستون کے درمیان صف لگانے کے سلسلے میں احناف کا مذہب کیا ہے؛ اس بارے میں مطبوعہ کتابوں میں اضطراب ہے، راجح قول یہی ہے کہ بلا کراہت جائز ہے۔ تحقیق کے لیے دیکھیں: بذل المجہود: ۳/ ۶۱۹ تا ۶۲۲، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، درس ترمذی: ۴۸۷/۱، مکتبہ دارالعلوم کراچی، فتاوی محمودیہ: ۵۱۲/۶، ڈھابیل

مسبوق کی نماز

اول تو ہر مسلمان کی کوشش یہی ہونی چاہیے کہ تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ جماعت سے پانچوں نمازیں پڑھے، تاہم اگر کبھی جماعت کی رکعت فوت ہوجائے تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد چھوٹی ہوئی رکعت پڑھنی ضروری ہوتی ہے، فقہ کی اصطلاح میں ایسے مقتدی کو جو ساری یا کچھ رکعتوں کے بعد جماعت میں شامل ہوا ہو؛ مسبوق کہتے ہیں۔(۱)

فقہ کی کتابوں میں مسبوق کے بھی مستقل احکام ہیں جن کو جاننا اور اُن کا استحضار رکھنا ضروری ہے؛ اس لیے کہ غلطی کی وجہ سے کبھی نماز ہی فاسد ہوسکتی ہے اور کبھی نماز کا ثواب کم ہوسکتا ہے، ذیل میں چند ضروری مسائل بیان کیے جارہے ہیں۔

❖ اگر کسی شخص کی ظہر یا عصر میں مثلاً تین رکعتیں نکل گئیں اور امام کے ساتھ صرف ایک رکعت ملی، تو یہ شخص امام کے سلام کے بعد جب فوت شدہ تین رکعتیں ادا کرے گا تو ترتیب یہ رہے گی کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملائے گا اور پھر رکوع سجدے کے بعد قعدہ کرے گا اور تشہد پڑھے گا، پھر باقی دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں سورت ملائے گا اور تیسری رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھے گا۔(۲)

❖ اگر کسی شخص کو امام کے ساتھ مغرب کی صرف ایک رکعت ملی تو وہ مابقیہ دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملائے گا اور بہتر ہے کہ دونوں رکعتوں میں قعدہ

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۳۴۶/ ۲، باب الامامۃ، زکریا، دیوبند، الفتاوی الہندیۃ: ۹۰/ ۱، زکریا، دیوبند

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۳۴۷/ ۲، باب الامامۃ، زکریا، دیوبند، الفتاوی الہندیۃ: ۹۱/ ۱، زکریا، دیوبند

کرے (گویا تین قعدے ہوجائیں گے، ایک امام کے ساتھ اور دو اپنی نماز میں) لیکن اگر پہلی رکعت میں قعدہ نہیں کیا، صرف دوسری رکعت میں قعدہ کیا تو بھی نماز درست ہوجائے گی اور سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا۔(۱)

❖ جہری نماز میں امام کے ساتھ شامل ہوکر تحریمہ کے بعد مسبوق ثنا نہیں پڑھے گا؛ بل کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب اپنی فوت شدہ نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوگا تو اس وقت ثنا پڑھے گا اور تسمیہ و تعوذ بھی پڑھے گا؛ البتہ سری نمازوں میں جس رکعت میں بھی حالتِ قیام میں شامل ہو، مسبوق تکبیرِ تحریمہ کے بعد ثنا پڑھے گا؛ لیکن تعوّذ نہیں پڑھے گا۔(۲)

❖ اگر مسبوق نے امام کو رکوع یا سجدہ کی حالت میں پایا، تو اگر اس کو ثناء پڑھنے کے بعد رکوع یا سجدہ میں شامل ہوجانے کی امید ہو تو اس کو تکبیرِ تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لینا چاہیے، پھر ثناء پڑھ کر رکوع یا سجدے میں شامل ہونا چاہیے اور اگر امید نہ ہو تو بغیر ہاتھ باندھے اور بغیر ثناء پڑھے رکوع یا سجدے میں شامل ہوجانا چاہیے اور اگر مسبوق امام کو قعدہ کی حالت میں پائے تو پہلے تکبیر تحریمہ کہنی چاہیے، اس کے بعد تکبیر کہتے ہوئے قعدے میں شامل ہوجانا چاہیے، ثناء نہیں پڑھنی چاہیے خواہ سری نماز ہو یا جہری، اس صورت میں بھی تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ نہیں باندھے جائیں گے۔(۳)

❖ مسبوق کو اس وقت کھڑا ہونا چاہیے جب اسے اطمینان ہوجائے کہ امام کے ذمہ کوئی سجدۂ سہو نہیں ہے، یہ اطمینان امام کے دوسرے سلام پھیرنے سے ہوجاتا ہے، اس

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۳۴۷، باب الامامۃ، زکریا، دیوبند، الفتاوی الہندیۃ: ۱/۹۱، زکریا، دیوبند، امداد الاحکام: ۱/۵۴۷، ۵۴۸، مکتبہ دار العلوم کراچی

(۲) الفتاوی الہندیۃ: ۱/۹۰،۹۱، زکریا، دیوبند، فتاوی عثمانی: ۱/۴۲۰، ۴۲۱، مسبوق کی ثناء سے متعلق شرح وقایہ کی ایک عبارت کی تحقیق، مکتبہ معارف القرآن، کراچی

(۳) الفتاوی الہندیۃ: ۱/۹۱، زکریا، دیوبند

لیے مسبوق کو اس وقت کھڑا ہونا چاہیے جب امام دوسرا سلام پھیرنے لگے۔ (۱)

❖ مسبوق کو کب کھڑا ہونا چاہیے، اس بارے میں اصل حکم یہ ہے کہ مسبوق کو اس وقت کھڑا ہونا چاہیے جب کہ اس کو معلوم ہو جائے کہ امام پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے، اس کی تعیین میں فقہاء کے دو قول ہیں: امام جب دوسرا سلام پھیرنا شروع کرے تو مسبوق کھڑا ہو جائے یا دوسرا سلام مکمل ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد کھڑا ہو جائے، اس سے معلوم ہوا کہ پہلے سلام کے فوراً بعد مسبوق کو کھڑا نہیں ہونا چاہیے؛ بل کہ دوسرا سلام شروع ہونے یا مکمل ہونے کے بعد کھڑا ہونا چاہیے۔ (۲)

❖ اگر مسبوق شخص نے بھول سے سلام پھیر دیا تو اس کی تین صورتیں ہیں: (۱) امام سے پہلے سلام پھیرا (۲) امام کے بالکل ساتھ ساتھ سلام پھیرا (۳) امام کے بعد سلام پھیرا (جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے) تو ان میں پہلی اور دوسری صورت میں مسبوق پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے اور تیسری صورت میں واجب ہے، خواہ ایک طرف سلام پھیرا ہو یا دونوں طرف پھیر دیا ہو۔

❖ امام کے بالکل ساتھ مقتدی کا سلام پھیرنا ایک نادر الوقوع صورت ہے، عموماً مقتدی امام کے سلام کے بعد ہی سلام پھیرتا ہے، اس لیے اگر مسبوق سہواً سلام پھیر دے تو احتیاط اسی میں ہے کہ اس کو سجدۂ سہو کر ہی لینا چاہیے۔ (۳)

---

(۱) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۲۷۶/۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(۲) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۴۶۴/۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، رد المحتار: ۵۹۷/۱، دار الفکر، بیروت، الفتاوی الہندیۃ: ۹۱/۱، زکریا، دیوبند، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲۲۷/۲

(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۵۹۹/۱، کتاب الصلاۃ، ط: دار الفکر، بیروت، الفتاوی الہندیۃ: ۹۱/۱، زکریا، دیوبند، فتاوی دار العلوم دیوبند: ۴۴۵/۳، جدید، احسن الفتاوی: ۲۸/۴، دار الاشاعت، کراچی، امداد الفتاوی: ۳۹۵/۲، جدید، فتاوی رحیمیہ: ۱۹۲/۵

❖ اگر امام پر سجدۂ سہو واجب ہو تو مسبوق کو بھی اس کے ساتھ سجدۂ سہو کرنا ضروری ہے؛ لیکن وہ سلام نہیں پھیرے گا اور اگر مسبوق اپنی نماز پوری کرنے کے لیے کھڑا ہو گیا ہو، پھر اس کے بعد امام سجدۂ سہو کرنے لگے، تو اسے واپس لوٹ کر سجدۂ سہو میں شامل ہونا چاہیے۔(۱)

❖ اگر مسبوق کے اقتداء کر کے بیٹھتے ہی امام سلام پھیر دے، تب بھی مسبوق کو تشہد پوری کر کے کھڑا ہونا چاہیے؛ لیکن اگر تشہد پورا کیے بغیر کھڑا ہو گیا تو نماز ہو جائے گی، سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔(۲)

❖ اگر مسبوق کے جماعت میں شامل ہوتے ہی امام سلام پھیر دے تو اگر مسبوق اللہ اکبر کہہ چکا تھا، اس کے بعد امام نے سلام پھیرا ہے تو اس کی اقتداء صحیح مانی جائے گی اور اس کو جماعت میں شامل مانا جائے گا خواہ وہ بالکل بھی نہ جھکا ہو اور بیٹھا بھی نہ ہو۔(۳)

❖ مسبوق کو امام کے ساتھ قعدۂ اخیرہ میں صرف تشہد پڑھنی چاہیے، درود شریف اور دعا نہیں پڑھنی چاہیے، اب خواہ تشہد کو آہستہ آہستہ ٹھہر اکر اس طرح پڑھے کہ امام کے سلام تک ممتد ہو جائے یا تشہد کو مکرر پڑھتا رہے۔(۴)



---

(۱) فتاوی ہندیۃ: ۹۲/ ا، زکریا، دیوبند

(۲) رد المحتار: ۲۰۰/ ۲، زکریا، دیوبند، امداد الاحکام: ۵۵۱/ ا، مکتبہ دار العلوم کراچی، فتاوی عثمانی: ۴۲۱/ ا، مکتبہ معارف القرآن، کراچی

(۳) امداد الاحکام: ۵۵۰/ ا، مکتبہ دار العلوم کراچی

(۴) الفتاوی الہندیۃ: ۹۱/ ا، زکریا، دیوبند، امداد الاحکام: ۵۵۰/ ا، مکتبہ دار العلوم کراچی

قضاء نمازیں

اگر کسی شخص کی فرض اور واجب نمازیں چھوٹی ہوں، خواہ بھولے سے یا نیند کی وجہ سے یا سستی اور غفلت سے، اس کے لیے ایسی نمازوں کی قضاء ضروری ہے، چاہے چھوٹی ہوئی نمازیں کم ہوں یا زیادہ ہوں، قضاء پڑھے بغیر محض توبہ کرنا کافی نہیں ہوگا، حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اُس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو نماز کے وقت سو جائے یا غفلت کی وجہ سے نماز چھوڑ دے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب بھی اسے نماز یاد آئے، وہ نماز پڑھے۔ (۱)

آج کل نمازوں کے سلسلے میں سستی اور کوتاہی عام ہے، ہمارے بہت سے مسلمان بھائی نماز کا اہتمام نہیں کرتے ہیں، ان کے ذمہ کئی کئی نمازوں کی قضاء باقی رہتی ہے؛ لیکن ٹالتے رہتے ہیں، یہ بہت افسوس ناک صورتِ حال ہے، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جس کی کوئی نماز قضاء ہوگئی اور اس نے فوراً اس کی قضاء نہ پڑھی، دوسرے وقت پر یا دوسرے دن پر ڈال دی اور اس دن سے پہلے ہی اچانک موت آگئی تو دوہرا گناہ ہوگا، ایک تو نماز کے قضاء ہوجانے کا اور دوسرے فوراً قضاء نہ پڑھنے کا۔ (۲)

ہاں ایسے بھی اللہ کے بندے ہیں جن کو توبہ کی توفیق مل جانے کے بعد آخرت کی فکر

---

(۱) البحر الرائق: ۲/ ۱۴۰، ط: زکریا، فتاوی ہندیۃ: ۱۲۱/۱، زکریا، دیوبند، تفصیلی دلائل کے لیے دیکھیے: فقہی مقالات: ۱۶/۴

(۲) بہشتی زیور، ص:۱۴۷، دار الاشاعت، کراچی

سوار ہوجاتی ہے اور جب تک وہ اپنی نمازوں کا معاملہ صاف نہیں کر لیتے ہیں، ان کو کسی طرح چین نہیں آتا، در حقیقت یہی خوش نصیب لوگ ہیں جن کی توبہ قبول کی جاتی ہے اور ان کے درجات بلند ہوتے ہیں، ایک سچے مسلمان کی شان یہی ہونی چاہیے کہ اگر اس کے ذمہ نمازوں کی قضاء باقی ہو تو جلد از جلد ان کو ادا کرنے کی کوشش کرے اور جب تک معاملہ صاف نہ ہوجائے، کسی طرح بے فکر نہ ہو، اللہ جل شانہٗ محض اپنے فضل کرم سے ہمت و حوصلہ عطا فرمائے اور آخرت کی فکر پیدا فرما کر اپنی مرضیات پر چلنا آسان فرمائے، آمین۔

اب قضاء نماز سے متعلق چند ضروری مسائل لکھے جاتے ہیں:

❖ مرد پر نماز بالغ ہوجانے کے بعد فرض ہوتی ہے اور لڑکا اس وقت بالغ ہوتا ہے جب اس کو احتلام ہونے لگے اور اگر احتلام نہ ہو تو اس کی عمر عربی سال کے اعتبار سے پندرہ برس کی ہوجائے۔[۱]

❖ اگر کسی کی کئی نمازیں قضاء ہوگئیں تو جہاں تک ہوسکے جلدی سے سب کی قضاء پڑھ لے، ہوسکے تو ہمت کر کے ایک ہی وقت سب کی قضاء پڑھ لے، یہ ضروری نہیں ہے کہ ظہر کی قضاء ظہر کے وقت پڑھے اور عصر کی قضاء عصر کے وقت اور اگر بہت سے نمازیں کئی مہینے یا کئی برس کی قضاء ہوں تو ان کی قضاء میں بھی جہاں تک ہوسکے جلدی کرے، ایک ایک وقت دو دو چار چار نمازیں قضاء پڑھ لے، اگر کوئی مجبوری ہو تو خیر ایک وقت ایک ہی نماز کی قضاء سہی، یہ بہت کم درجہ کی بات ہے۔[۲]

❖ اگر کسی کو قضاء نمازوں کی تعداد یاد نہ ہو تو اس کو ظنِ غالب پر عمل کرنا چاہیے، ظنِ غالب میں جتنی نمازیں قضاء ہوئی ہوں، اتنی نمازوں کی قضاء پڑھنی چاہیے۔[۳]

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۵۳/۲، ۱۵۴، دار الفکر، بیروت
(۲) بہشتی زیور، ص: ۱۴۷، دار الاشاعت، کراچی
(۳) عماد الدین، ص: ۴۲۰

❖ قضاء نماز کی نیت میں ضروری ہے کہ جس نماز کی قضاء پڑھی جا رہی ہے اس کی مکمل تعیین کی جائے یعنی فلاں دن کی فلاں نماز کی قضاء پڑھ رہا ہوں؛ البتہ فوت شدہ نمازیں اگر زیادہ ہوں جس کی وجہ سے تعیین مشکل ہو تو اس طرح بھی نیت کی جاسکتی ہے کہ مثلاً: جتنی فجر کی نمازیں قضا ہوئی ہیں ان میں سے پہلی فجر کی نماز ادا کر رہا ہوں، یا مثلاً: جتنی ظہر کی نمازیں قضاء ہوئی ہیں ان میں سے پہلی ظہر کی نماز ادا کر رہا ہوں، اسی طرح یوں بھی نیت کی جاسکتی ہے کہ جتنی ظہر کی نمازیں قضاء ہوئیں ان میں سے سب آخری ظہر کی نماز ادا کر رہا ہوں۔[۱]

❖ قضائے عمری کی نمازیں مکروہ اوقات (طلوع وغروب اور زوال) کے علاوہ سب اوقات میں پڑھی جاسکتی ہیں، حتیٰ کہ فجر سے پہلے اور فجر کے بعد اور عصر کے بعد سورج زرد ہونے سے پہلے تک قضاء نمازیں پڑھنے میں حرج نہیں ہے؛ لیکن عام جگہوں مثلاً مسجد میں انہیں نہ پڑھا جائے کہ اس میں اپنی کوتاہی کا اظہار پایا جاتا ہے جو ممنوع ہے، گناہ کا اظہار بجائے خود گناہ ہے؛ لہذا جہاں تک ممکن ہو قضاء نمازوں کی ادائے گی میں اخفا سے کام لینا چاہیے، فقہا نے لکھا ہے کہ دوسروں کے سامنے اظہار کر کے نمازوں کا قضاء کرنا مکروہ ہے، آج کل بعض جگہوں میں عید گاہ میں نمازِ عید سے پہلے برملا فجر کی قضاء نماز پڑھی جاتی ہے، یہ صحیح نہیں ہے۔[۲]

❖ قضاء نمازوں کی وجہ سے سننِ مؤکدہ چھوڑنا درست نہیں ہے؛ بل کہ فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم عام حالات میں نوافل ماثورہ جیسے چاشت، اوابین، صلاۃ التسبیح وغیرہ کو بھی قضاء پر

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۷۶، ۷۷، دار الفکر، بیروت

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۷۶، ۷۷، دار الفکر، بیروت، کتاب المسائل: ۱/۳۱۹، ۳۲۰، المرکز العلمی للنشر والتوزیع، مراد آباد

مقدم فرماتے ہیں؛ البتہ اگر اسبابِ ظاہرہ کے پیشِ نظر موت سے پہلے قضاء نمازوں سے سبکدوشی مشکل ہو، قضاء نمازیں بہت زیادہ ہوں، عمر کم نظر آرہی ہے تو نوافل پر قضاء نمازوں کو ترجیح دینا چاہیے؛ لیکن سننِ مؤکدہ نہیں چھوڑنی چاہیے۔ (۱)

❖ اگر خدانخواستہ جمعہ کی نماز فوت ہوجائے تو ظہر کی نماز کی قضاء کی جائے گی، یعنی چار رکعت قضاء کرنی ہوں گی۔ (۲)

❖ اگر ظہر سے پہلے کی چار سنتیں رہ جائیں، تو ظہر کی فرض نماز کے بعد وقت کے اندر اُس کو پڑھ لینا چاہیے، حضور ﷺ سے اس طرح سنتیں پڑھنا ثابت ہے، یہ سنت کی قضاء نہیں ہے؛ بل کہ وقت کے اندر سنت کی ادائے گی ہے۔ (۳)

❖ سنتوں کی قضاء نہیں ہے؛ البتہ اگر فجر کی سنتیں چھوٹ جائیں، تو طلوعِ شمس کے بعد دوپہر سے پہلے پہلے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قضاء کرلینا بہتر ہے۔ (۴)

❖ شرعی سفر کی حالت میں جو نمازیں قضاء ہوگئی ہوں، گھر واپس آنے کے بعد بھی ان کی قضاء قصر ہی پڑھی جائے گی، پوری نہیں پڑھی جائے گی۔ (۵)

❖ زندگی میں نمازوں کے فدیہ کی ادائیگی کی کوئی شکل نہیں؛ بل کہ جس طرح بھی ممکن ہو نمازوں کا ادا کرنا فرض ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص عذر کی وجہ سے نمازیں نہ پڑھ سکے اور

---

(۱) حاشیۃ الطحطاوي علی مراقي الفلاح، ص: ۴۴۷، باب قضاء الفوائت، دار الکتاب، دیوبند، امداد الفتاویٰ: ۶۱۳/۲، جدید، احسن الفتاویٰ: ۱۹/۴، زکریا، دیوبند، فتاوی دار العلوم دیوبند: ۴۲۸/۴، جدید

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۵۷/۲، دار الفکر، بیروت

(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۵۹/۲، باب ادراک الفریضۃ، ط: دار الفکر، بیروت

(۴) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۲۴۶، مصطفی البابي الحلبی، بہشتی زیور، ص: ۱۴۸، دارالاشاعت، کراچی

(۵) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۳۱/۲، دار الفکر، بیروت

اسے قضاء کا بھی موقع نہ ملے؛ تاآں کہ اس کی موت کا وقت آجائے تو اس کے لیے نمازوں کی طرف سے فدیہ کی وصیت کرجانا واجب اور ضروری ہے، نہیں تو گناہ ہوگا، پس اگر اس نے اپنی نمازوں کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت کی ہے اور مال چھوڑا ہے تو فی نماز بشمول وتر ایک صدقہ فطر کے بقدر گیہوں، یعنی: ایک کلو ۶۳۳ر گرام گیہوں یا اس کی قیمت اس کے تہائی مال سے نکالنا وارثین پر لازم ہوگا اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس نے وصیت نہیں کی یا مال نہیں چھوڑا، تو ایسی صورت میں وارثین پر اس کی طرف سے فدیہ کی ادائیگی لازم تو نہیں ہے؛ لیکن اگر ادا کردیں گے تو امید ہے کہ میت کا ذمہ عنداللہ بری ہوجائے گا۔[1]

آج کل اس بارے میں بھی کوتاہی عام ہے کہ باوجودیکہ بہت سی نمازیں ذمہ میں باقی رہتی ہیں اور آدمی بڑھاپے کی عمر کو پہنچنے کے بعد بھی وصیت نہیں کرتا ہے، در حقیقت آخرت کی فکر اور مرنے کے بعد کی زندگی کے معاملات کو اگر انسان سوچے تو سب کچھ کرنا آسان ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ خود انسان کو اس کی ذات سے غافل کردیتے ہیں، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

نوٹ: قضاء نماز کے باب میں صاحب ترتیب، یعنی جس کے ذمہ کسی نماز کی قضاء باقی نہ ہو، اس کے مسائل بھی بیان کیے جاتے ہیں؛ لیکن اس کی صورتیں تھوڑی مشکل ہیں، اس لیے اگر کوئی خوش نصیب صاحب ترتیب ہو تو اس کو چاہیے کہ ترتیب کے مسائل بہشتی زیور وغیرہ کتابوں سے کسی عالم دین سے سمجھ لے۔



(۱) فتاوی ہندیۃ: ۱/۱۲۵، زکریا، دیوبند، کتاب المسائل: ۱/۳۲۴، المرکز العلمی للنشر والتوزیع، مراد آباد، بہشتی زیور، ص: ۱۴۹، ۱۵۰، دار الاشاعت، کراچی

سجدۂ سہو

نماز میں سجدۂ سہو اُس وقت واجب ہوتا ہے جب کہ بھول سے کسی فرض یاواجب عمل کواپنی اصل جگہ سے مقدم یامؤخر کر دیا جائے: مثلاً قراءت سے پہلے رکوع کرلیایاسورۂ فاتحہ سے پہلے سورت ملالی یاپہلی رکعت میں ایک سجدہ بھول گیااور دوسری رکعت میں یاد آنے پر تین سجدے کرلیے یاسورۂ فاتحہ سورت کے بعد پڑھ لی یاکسی فرض یاواجب کو دو بار اداکرلیا: مثلاً رکوع دوبارہ کرلیا، یاایک رکعت میں تین سجدے کرلیے یانماز کے شروع میں سورۂ فاتحہ دو مرتبہ پڑھ لی یاکسی واجب کی صفت کوبدل دیا: مثلاً جہری نماز میں امام نے آہستہ قراءت کردی یاسری نماز میں زور سے قراءت کی یاکسی واجب کوسرے سے چھوڑ دیا: مثلاً قعدہ چھوٹ گیایاسورۂ فاتحہ چھوڑدی، ان سب صورتوں میں سجدۂ سہوواجب ہوتا ہے۔ (۱)

سجدۂ سہو کا طریقہ:

سجدۂ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد دائیں جانب ایک سلام پھیر کر دو سجدے اداکریں، اس کے بعد بیٹھ کر تشہد پڑھیں اور پھر درود شریف اور دعائیں پڑھ کر سلام پھیر دیں۔ (۲)

❖ اگر کسی شخص نے جان بوجھ کر نماز میں کسی واجب کو ترک کر دیا تو وہ نماز واجب الاعادہ رہے گی، محض سجدۂ سہو کرنے سے تلافی نہیں ہوگی۔ (۳)

---

(۱) غنیۃ المتملی: ۲/ ۳۹۷تا۳۹۹، مکتبہ دار العلوم دیوبند

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۵۴۰، ۵۴۱، زکریا، دیوبند

(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۱۴۶، ۱۴۷، زکریا، دیوبند

❖ اگر نفل کی کسی رکعت میں اور فرض کی ابتدائی دو رکعتوں میں سے کسی میں سورۂ فاتحہ بھول سے نہیں پڑھی یا مکمل نہیں پڑھی تو سجدۂ سہو واجب ہو گا۔(۱)

❖ اگر شروع میں سورۂ فاتحہ پڑھنا بھول گیا اور کوئی سورت شروع کر دی پھر یاد آیا، تو اب اسے چاہیے کہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر پھر کوئی سورت ملائے اور اخیر میں سجدۂ سہو کرے۔(۲)

❖ اگر کوئی شخص سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد سورت ملائے بغیر رکوع میں چلا گیا پھر اسے رکوع میں یا رکوع سے اٹھ کر اس بھول کا احساس ہوا، تو اس پر لازم ہے کہ پہلے سورت ملائے پھر دوبارہ رکوع کرے اور اخیر میں سجدۂ سہو کرے۔(۳)

❖ اگر کسی نے نماز میں اتنی جلد بازی کی کہ قومہ اور جلسہ کی حالت میں ایک تسبیح کے بقدر بھی رکا نہ رہا، تو ترکِ واجب کی وجہ سے اس پر سجدۂ سہو لازم ہو گا۔ اس مسئلہ کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کیوں کہ عام طور پر لوگ قومہ اور جلسہ میں جلد بازی سے کام لیتے ہیں۔(۴)

❖ قعدہ میں بیٹھتے ہی تشہد پڑھنا واجب ہے؛ لہٰذا اگر تشہد شروع کرنے سے پہلے کچھ اور پڑھ لیا تو تاخیر واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو کرنا واجب ہو گا۔(۵)

❖ اگر فرض نماز کے قعدۂ اولیٰ میں تشہد پڑھنے کے بعد بھول سے درود شریف پڑھنا شروع کر دیا اور علی آل محمد تک پڑھ لیا تو سجدۂ سہو واجب ہو گا۔(۶)

❖ اگر قعدۂ اولیٰ یا قعدۂ اخیرہ میں تشہد یا اس کا کچھ حصہ پڑھنے سے رہ گیا تو سجدۂ سہو

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۱۴۹، زکریا، دیوبند
(۲) طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۴۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت
(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۵۴۳، ۵۴۴، زکریا، دیوبند
(۴) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۱۵۷، زکریا، دیوبند
(۵) طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۴۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت
(۶) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۵۴۳، ۵۴۴، زکریا، دیوبند

کرنا ضروری ہے۔[۱]

❖ اگر فرض نماز کے قعدۂ اولیٰ میں تشہد کو دو بار پڑھ دیا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا۔[۲]

❖ اگر قعدۂ اخیرہ میں تشہد (التحیات) دو مرتبہ پڑھ لیا تو سجدۂ سہو واجب نہیں؛ کیوں کہ پہلی مرتبہ پڑھنے سے واجب ادا ہوجائے گا اور دوسری مرتبہ پڑھنا ذکر شمار ہوگا جو قعدۂ اخیرہ میں ممنوع نہیں ہے۔[۳]

❖ اگر بھول سے قعدۂ اولیٰ کرنے کے بجائے کھڑا ہوگیا تو جب تک کھڑے ہونے کے قریب نہ ہو لوٹ آئے؛ لیکن اگر نہیں لوٹا یا کھڑے ہونے کے قریب پہنچ کر لوٹا تو سجدۂ سہو کرنا لازم ہوگا، خواہ نماز فرض ہو یا نفل۔[۴]

❖ اگر سری نمازوں مثلاً ظہر وعصر میں تین آیتوں یا ایک طویل آیت کے بقدر جہرا قراءت کردی تو سجدۂ سہو لازم ہے۔[۵]

❖ اگر امام نے جہری نمازوں میں بھول کر تین آیتوں یا ایک لمبی آیت کے بقدر قراءت سرّاً کردی تو ترکِ واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہوگا۔[۶]

❖ اگر کوئی شخص وتر کی نماز میں دعائے قنوت بھول کر رکوع میں چلا گیا تو نہ تو رکوع میں دعائے قنوت پڑھے اور نہ اسے دوبارہ کھڑے ہوکر دعائے قنوت پڑھنے کی ضرورت ہے؛ بل کہ بس اخیر میں سجدۂ سہو کرلے، لیکن اگر رکوع سے قیام کی طرف لوٹ آیا اور دعائے قنوت

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۶۰،۱۵۹/ ۲، زکریا، دیوبند
(۲) فتاوی ہندیہ: ۱۲۷/ ۱، دار الفکر، بیروت
(۳) فتاوی ہندیہ: ۱۲۷/ ۱، دار الفکر، بیروت
(۴) الدر المختار مع رد المحتار: ۵۴۷/ ۲، ۵۴۹، ۵۵۵، زکریا، دیوبند
(۵) الدر المختار مع رد المحتار: ۵۴۵/ ۲، ۵۴۶، زکریا، دیوبند
(۶) الدر المختار مع رد المحتار: ۵۴۵/ ۲، ۵۴۶، زکریا، دیوبند

پڑھ لی تو بھی اس کی نماز درست ہو جائے گی؛ البتہ سجدۂ سہو کرنا بہر حال لازم ہو گا۔ (۱)

❖ اگر کوئی شخص آخری قعدہ میں بیٹھنے کے بجائے کھڑا ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اگلی رکعت کے سجدہ سے پہلے پہلے قعدۂ اخیرہ کی طرف لوٹ آئے اور اخیر میں سجدۂ سہو کر لے اور اگر قعدہ کی طرف نہ لوٹا اور سجدہ کر لیا تو سجدے سے سر اٹھاتے ہی اس کی نماز فرض کے بجائے نفل ہو جائے گی۔ (۲)

❖ اگر کوئی شخص قعدۂ اخیرہ میں بیٹھنے کے بعد پھر تیسری یا پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا تو اس کا فرض ادا ہو گیا؛ لیکن اسے چاہیے کہ فوراً قعدہ کی طرف لوٹ آئے اور اخیر میں سجدۂ سہو کر لے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ چھٹی رکعت بھی ساتھ ملا لے تاکہ اخیر کی دو رکعتیں نفل ہو جائیں؛ لیکن سجدۂ سہو کرنا بہر صورت ضروری ہو گا۔ (۳)

❖ اگر کسی شخص پر سجدہ کرنا واجب تھا؛ لیکن اس نے سلام پھیر دیا اور سجدۂ سہو کرنا اسے یاد نہ رہا تو اگر اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے قبلہ سے سینہ پھیرنے اور کسی منافی صلاۃ عمل کرنے سے پہلے اسے یاد آجائے تو اب سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کر لے۔ (۴)

❖ اگر کسی شخص نے مثلاً ظہر کی چار رکعت نماز کی نیت باندھی پھر دو رکعت پڑھ کر بھول سے سلام پھیر دیا، تو اس سلام سے وہ نماز سے خارج نہیں ہوا اسے چاہیے کہ چار رکعت پوری کر کے اخیر میں سجدۂ سہو کر لے۔ (۵)

❖ اگر کسی شخص کو بار بار نماز میں شک ہو جاتا ہو تو غلبۂ ظن پر عمل کر لے یعنی جتنی

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۷ ۴۴ / ۲، ۴۴۶، زکریا، دیوبند

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۵۵۱ / ۲، ۵۵۵، زکریا، دیوبند

(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۵۵۳ / ۲، ۵۵۴، زکریا، دیوبند

(۴) الدر المختار مع رد المحتار: ۵۵۸ / ۲، زکریا، دیوبند

(۵) الدر المختار مع رد المحتار: ۴۸۸ / ۲، زکریا، دیوبند

رکعت پڑھ لینے کا گمان غالب ہو اس کو بنیاد بنائے اور اگر کوئی فیصلہ نہ کر سکے تو جتنی رکعت پڑھنے کا یقین ہو، مثلاً ایک اور دو میں شک ہے تو ایک کا پڑھنا یقینی ہے، لہذا ایک رکعت سمجھ کر آگے کی نماز پڑھے اور ساتھ میں ہر رکعت پر قعدہ کرے اور اخیر میں سجدۂ سہو کر لے۔(۱)

❖ سلام پھیرنے کے بعد نماز کی رکعتوں کے بارے میں امام اور مقتدیوں میں اختلاف ہو گیا تو اب کیا کیا جائے؟ اس بارے میں قدرے تفصیل ہے:

الف: اگر امام کو مکمل نماز پڑھانے کا یقین ہو تو اس کے لیے نماز کا اعادہ لازم نہیں ہے۔

ب: اگر مقتدیوں میں بھی دو فریق ہوں کچھ لوگ کہیں کہ نماز پوری ہوئی اور کچھ لوگ کہیں کوئی رکعت کم رہ گئی تو امام کی رائے پر عمل کیا جائے گا۔

ج: اگر امام کو یقین ہو کہ رکعات کم ہوئی ہیں تو اعادہ لازم ہے؛ البتہ اس صورت میں اگر کسی مقتدی کو نماز مکمل ہونے کا یقین ہو تو اس کو اجازت ہے کہ اعادہ والی نماز میں شریک نہ ہو۔

د: اگر خود امام کو شک ہو جائے کہ نماز پوری ہوئی ہے یا ناقص اور مقتدی یہ کہیں کہ نماز کی رکعتوں میں کمی رہ گئی، تو امام پر مقتدیوں کی بات ماننا اور اعادہ کرنا لازم ہے۔(۲)

❖ اگر نماز وتر پڑھتے ہوئے شک ہو جائے کہ دوسری رکعت ہے یا تیسری؟ تو اسے چاہیے کہ قنوت پڑھے پھر قعدہ کرے اس کے بعد اگلی رکعت میں بھی قنوت پڑھے اور اخیر میں سجدۂ سہو کر لے۔(۳)



(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۵۶۱، زکریا، دیوبند

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۵۶۳، زکریا، دیوبند

(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۵۶۳، زکریا، دیوبند

وِتر

وترکی نماز ہر عاقل بالغ مسلمان پر واجب ہے اور واجب کا مرتبہ قریب قریب فرض کے ہے، چھوڑ دینے سے بڑا گناہ ہوتا ہے، شریعتِ اسلام میں اس نماز کی بہت اہمیت ہے، احادیث میں اس کی بہت تاکید آئی ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے اہل قرآن! وتر پڑھا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ وتر (طاق) ہیں اور وتر کو پسند فرماتے ہیں۔[1] ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے تین بار یہ ارشاد فرمایا کہ وتر حق ہے، جو وتر نہ پڑھے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔[2] ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے ایک نماز کو زیادہ کیا ہے اور وہ وتر کی نماز ہے، تم اس کی حفاظت کرو۔[3] ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے ایک نماز زیادہ فرمائی ہے جو سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اور وہ وتر کی نماز ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو تمھارے لیے عشاء کی نماز سے لے کر فجر کی نماز کے درمیان تک مقرر کیا ہے۔[4]

حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتر کا اہتمام فرماتے تھے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فرماتے تھے کہ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں وتر چھوڑوں اگرچہ اس کے بدلے مجھے سرخ اونٹ ہی کیوں نہ حاصل ہوں[5] لہذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ فرض نمازوں کی

---

(۱) ابو داؤد، رقم: ۱۴۱۶
(۲) ابو داؤد، رقم: ۱۴۱۹
(۳) مسند احمد، رقم: ٦٩١٩
(۴) مستدرک حاکم، رقم: ۱۱۴۸
(۵) مصنف ابن ابی شیبہ، رقم: ٦٩٣٣

طرح وتر کی نماز کا بھی خوب اہتمام کرے، اس نماز کا قصداً چھوڑنا سخت گناہ ہے، اگر کبھی چھوٹ جائے تو فرض نمازوں کی طرح اس کی بھی قضاء واجب ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کی وتر کی نماز سونے کی وجہ سے یا بھول سے چھوٹ جائے، اسے چاہیے کہ جب یاد آجائے یا بیدار ہوجائے تو پڑھ لے (۱)

نماز وتر پڑھنے کا مسنون طریقہ:

نماز وتر کی تین رکعتیں ہیں، نماز مغرب کی طرح اس میں بھی دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھتے ہیں اور التحیات پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، پھر تیسری رکعت پڑھ کر قعدہ میں بیٹھتے ہیں اور التحیات، درود اور دعا پڑھ کر سلام پھیرتے ہیں؛ البتہ نماز وتر کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کی تینوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانے کا حکم ہے اور تیسری رکعت میں سورت ملانے کے بعد دعائے قنوت پڑھی جائے گی جس کا طریقہ یہ ہے کہ سورت سے فارغ ہونے کے بعد رکوع سے پہلے تکبیر کہہ کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور پھر ہاتھ باندھ لیں اور یہ دعا آہستہ پڑھیں:

«اللّٰهُم إنَّا نستَعِينُكَ وَنَستَغفِرُكَ وَنُؤمِنُ بِكَ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيكَ وَنُثنِي عَلَيكَ الخَيرَ وَنَشكُرُكَ وَلَا نَكفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَترُكُ مَن يَفجُرُكَ اللّٰهُمَّ إيَّاكَ نَعبُدُ وَلَكَ نُصَلِّي وَنَسجُدُ وإلَيكَ نَسعٰى وَنَحفِدُ وَنَرجُو رَحمَتَكَ وَنَخشٰى عَذَابَكَ إنَّ عَذَابَكَ بِالكُفَّارِ مُلحِق».

اس دعا کو پڑھنے کے بعد رکوع میں جائیں گے۔ (۲)

(۱) مسند احمد، رقم: ۱۱۲۶۴، فتاوی ہندیۃ: ۱۱۱/۱، دار الفکر، بیروت

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۵/۲، ۶، دار الفکر، بیروت، شرح النقایۃ: ۳۲۳/۱، بیروت، سنن النسائی، رقم: ۱۶۸۱، سنن ابن ماجہ، رقم: ۱۱۸۲، الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ: ۱۹۴/۱، دار المعرفۃ، ←

❖ وتر کی نماز کو رات کی آخری نماز بنانا مستحب ہے، لہذا جس شخص کو رات کے آخری حصہ میں بیدار ہونے کا غالب گمان ہو، اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ آخری حصہ میں بیدار ہوکر تہجد کی نماز پڑھے اور آخر میں وتر ادا کرے؛ لیکن اگر آخر رات میں بیدار ہونے پر اطمینان نہ ہو تو ایسی صورت میں حسبِ توفیق کچھ نوافل پڑھ کر سونے سے پہلے ہی وتر پڑھ لینی چاہیے۔ (۱)

❖ وتر کی نماز بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں ہے۔ (۲)

❖ وتر کی پہلی رکعت میں ﴿سَبِّحِ اسْمِ رَبِّكَ الأعلٰى﴾ اور دوسری رکعت میں ﴿قُلْ يَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور تیسری رکعت میں ﴿قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ﴾ پڑھنا مسنون ہے؛ لیکن اس کا اتنا زیادہ التزام نہ کیا جائے کہ لوگ انھی سورتوں کو پڑھنا واجب سمجھنے لگیں۔ (۳)

❖ جس شخص کو دعائے قنوت یاد نہ ہو تو اسے یاد کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور جب تک یاد نہ ہو اس وقت تک یہ دعا: «رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنيَا حَسَنَةً وَفِي الاٰخِرَة حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النّار» تین مرتبہ پڑھ لے، اور یہ بھی نہ پڑھ سکے تو کم از کم «اللّٰهُمَّ اغفِرلِي» یا «يَا رَبِّ» تین مرتبہ کہہ لے۔ (۴)

❖ رمضان المبارک میں تراویح کے بعد وتر کی نماز باجماعت پڑھنا مسنون ہے۔ (۵)

❖ رمضان المبارک میں اگر کسی شخص کی عشاء کی جماعت نکل گئی اور وہ مسجد میں



بیروت، بہشتی زیور، ص: ۱۴۱، دار الاشاعت، کراچی، دعا کے مشہور الفاظ اس میں ہیں۔

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۳۶۹/ ۱، دار الفکر، بیروت

(۲) فتاوی ہندیۃ: ۱۱۱/ ۱، دار الفکر، بیروت

(۳) سنن النسائی، رقم: ۱۶۹۹، الدر المختار مع رد المحتار: ۶/ ۲، دار الفکر، بیروت

(۴) فتاوی ہندیۃ: ۱۱۱/ ۱، دار الفکر، بیروت، غنیۃ المتملی: ۳۳۶/ ۲، مکتبہ دار العلوم دیوبند

(۵) غنیۃ المتملی: ۳۴۱/ ۲، مکتبہ دار العلوم دیوبند

اس وقت پہنچا جب کہ تراویح کی جماعت ہورہی تھی، تو اسے چاہیے کہ اولاً عشاء کے فرض اور دو رکعت سنت پڑھے، اس کے بعد تراویح میں شریک ہو اور وتر بھی جماعت سے پڑھے، اور تراویح کی اگر کچھ رکعتیں رہ جائیں، تو انہیں وتر کے بعد ادا کرلے۔(۱)

❖ ابھی مقتدی دعائے قنوت پوری نہیں کرپایا تھا کہ امام رکوع میں چلا گیا، تو مقتدی کو چاہیے کہ اپنی دعائے قنوت چھوڑ کر امام کے ساتھ رکوع میں چلا جائے۔(۲)

❖ اگر مقتدی نے وتر کی آخری رکعت امام کے ساتھ پالی اور اس میں وہ قنوت پڑھ سکا ہو یا نہ پڑھ سکا ہو، بہر صورت وہ بعد میں قنوت نہیں پڑھے گا؛ بل کہ بقیہ دو رکعتیں بغیر قنوت کے پوری کرے گا۔(۳)

❖ اگر تیسری رکعت میں بھولے سے دعائے قنوت نہیں پڑھی، رکوع میں جانے کے بعد یاد آیا تو اب دعائے قنوت نہیں پڑھنی چاہیے؛ بل کہ آخر میں سجدۂ سہو کرنا چاہیے۔(۴)



(۱) ردالمحتار:۴۳/۲، دار الفکر، بیروت
(۲) الدر المختار مع ردالمحتار: ۱۰/۲، دار الفکر، بیروت
(۳) الدر المختار مع ردالمحتار: ۱۱، ۱۰/۲، دار الفکر، بیروت
(۴) الدر المختار مع ردالمحتار:۹/۲، دار الفکر، بیروت

سنن ونوافل

شریعت اسلام میں ہر فرض نماز کے ساتھ کچھ سنتیں بھی مقرر فرمائی گئی ہیں؛ اس لیے کہ بسا اوقات فرائض کی ادائیگی میں کچھ کمی رہ جاتی ہے، اِس کمی کی تلافی آخرت میں سنن ونوافل کے ذریعہ کی جائے گی۔

چناں چہ ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ حضرت حریث بن قبیصہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے گاؤں سے مدینہ منورہ آئے اور مسجد نبوی میں نماز پڑھ کر دعا کی: اے اللہ! میرے لیے کوئی اچھا ہم نشیں آسان فرما (تاکہ میں اس کی مجلس میں بیٹھ کر فائدہ اٹھا سکوں) پھر اٹھے اور مسجد نبوی میں جو اسباق ہو رہے تھے ان کے پاس سے گذرے، ایک مجلس کی طرف ان کا میلان ہوا، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مجلس تھی، وہ اس مجلس میں بیٹھ گئے اور عرض کیا: میں نے یہاں پہنچ کر نماز پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے اچھے ہم نشین کی دعا کی ہے اور میرے دل کا میلان آپ کی طرف ہوا ہے، پس آپ مجھے کوئی ایسی حدیث سنائیے جو آپ نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو، شاید اللہ تعالیٰ مجھے اس حدیث سے نفع پہنچائیں (یعنی میں اس پر عمل کروں)؛ چوں کہ وہ نماز پڑھ کر آئے تھے، اس لیے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز ہی کے بارے میں ایک حدیث سنائی کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ بات سنی ہے کہ قیامت کے دن بندے کے جس عمل کا سب سے پہلے حساب ہوگا، وہ نماز ہے، اگر نماز کامل نکلی تو وہ کامیاب ہوگیا اور اس میں خرابی پائی گئی تو وہ ناکام و نامراد ہوگیا اور اگر کسی بندے کے فرائض میں کمی رہی تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے: دیکھو! میرے بندے کے پاس نوافل ہیں؟ اگر نفل ہوں گے تو ان کے ذریعے فرائض کی کمی پوری کی جائے گی، پھر تمام

عملوں کا اسی طرح حساب ہوگا۔ (یعنی جو بھی فرض ناقص ہوگا اور اس کی جنس سے نوافل ہوں گے، تو ان کے ذریعے اس کمی کو پورا کیا جائے گا)(۱)

فرض اور واجب نمازوں کے علاوہ باقی ساری نمازوں کو فقہ میں تطوع اور نفل کہا جاتا ہے، پھر اس تطوع کی تین قسمیں ہیں:

(۱) سنن مؤکدہ۔ (۲) سنن غیر مؤکدہ۔ (۳) مندوبات (۲)

یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ سنت نمازوں میں بعض وہ ہیں جو فرائض کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں، جن میں سے بعض مؤکدہ ہیں اور بعض غیر مؤکدہ اور بعض سنتیں وہ ہیں جو مستقل مشروع ہیں۔

سننِ مؤکدہ:

سنن مؤکدہ کل بارہ رکعتیں ہیں:

فجر سے پہلے دو رکعت۔

ظہر سے پہلے چار رکعت اور ظہر کے بعد دو رکعت۔

مغرب کے بعد دو رکعت۔

عشاء کے بعد دو رکعت۔

یہ بارہ رکعتیں سنتِ مؤکدہ ہیں، ان کو سنن راتبہ اور رواتب بھی کہا جاتا ہے، ان سنتوں میں سے کسی بھی سنت کو بلا عذر چھوڑنا بڑی محرومی کی بات ہے، حضور ﷺ کا فرمان ہے: جس نے میری سنت کو ترک کیا، وہ میری شفاعت نہیں پائے گا۔

احادیث میں ان سنتوں کی پابندی پر بڑی فضیلتیں آئی ہیں۔

---

(۱) ترمذی، رقم: ۴۱۳ باب ما جاء أن أول ما يحاسب به العبد يوم القيامة الصلاة، تحفة الالمعی: ۲/۳۵۳، زمزم پبلشرز، کراچی

(۲) کتاب المسائل: ۱/۴۸۲، اضافہ شدہ ایڈیشن

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ہر دن بارہ رکعات فرض سے زائد (سنتیں) پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنادے گا، حضرت ام حبیبہ فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی، کبھی بھی ان سنتوں کو نہیں چھوڑا۔ (۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے دن رات میں بارہ رکعات سنت پابندی کے ساتھ ادا کیں تو اللہ جل شانہ اس کے لیے جنت میں گھر بنادیتے ہیں (وہ بارہ رکعات یہ ہیں) چار رکعات ظہر کی فرض نماز سے پہلے، دو رکعات ظہر کی فرض نماز کے بعد، دو رکعات مغرب کی فرض نماز کے بعد، دو رکعات عشاء کی فرض نماز کے بعد اور دو رکعات فجر کی فرض نماز سے پہلے۔ (۲)

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بہت سے آثار نقل کیے گئے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کے یہاں ان سنتوں کا بہت اہتمام پایا جاتا تھا اور وہ ان کو کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔ (۳)

فائدہ: اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے قاضی ابوبکر ابن العربی نے فرمایا ہے کہ آخرت میں فرائض کی تلافی نوافل سے ہو سکتی ہے؛ لیکن دوسرے علماء، مثلاً: امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ فرائض میں اگر کمًّا (مقدار کے اعتبار سے) نقص رہ گیا ہو، یعنی فرائض چھوٹ گئے ہوں تو ان کی تلافی ہزاروں نفلیں بھی نہیں کر سکتی ہیں، ہاں اگر کیفًا (کیفیت کے اعتبار سے) نقص رہ گیا ہو تو نوافل سے اس کی تلافی ہو سکتی ہے اور حدیث میں کیف ہی کا نقص مراد

---

(۱) صحیح مسلم، رقم: ۱۰۳، باب فضل السنن الراتبۃ قبل الفرائض وبعدھن، وبیان عددھن

(۲) ترمذی، رقم: ۴۱۴

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ، رقم: ۶۰۲۱، ۶۰۲۲، ۶۰۲۴، ۶۰۲۵، ۶۰۳۴

ہے اور حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں اقوال میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ اگر فرائض سہواً چھوٹ گئے ہوں تو نوافل سے تلافی ہو سکتی ہے؛ لیکن عمداً چھوڑے ہوں تو تلافی نہیں ہو سکتی۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم لکھتے ہیں کہ یہ ساری گفتگو اصل ضابطے کے بارے میں ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت کسی ضابطے کی پابند نہیں ہے، وہ نوافل کے ذریعے فرائض کے کم اور کیف دونوں کی تلافی کردے تو کیا بعید ہے؟ لیکن دنیا میں عمل ضابطے ہی کو مد نظر رکھ کر کرنا ضروری ہے۔(۱)

سننِ غیر مؤکدہ:

سنن غیر مؤکدہ یہ ہیں:

ظہر کے بعد دو رکعت۔

عصر سے پہلے چار رکعات۔

عشاء سے پہلے چار رکعات اور عشاء کے بعد چار رکعات۔(۲)

اِن سنتوں کو بلا عذر چھوڑنا خلافِ اولیٰ ہے، یعنی بہتر نہیں ہے۔

اب ہر سنت کی الگ الگ تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

فجر کی سنتیں:

سنن مؤکدہ میں سب سے زیادہ تاکید فجر کی سنتوں کی ہے، حتی کہ بعض علماء کے نزدیک اس کا درجہ وجوب کا ہے، اگرچہ اس پر فتوی نہیں ہے(۳) لیکن احادیث میں ان سنتوں کی بہت فضیلت اور تاکید آئی ہے، چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیں:

---

(۱) درس ترمذی: ۲/۱۸۰، ۱۸۱، مکتبہ دار العلوم کراچی

(۲) رد المحتار: ۲/۴۵۲، زکریا، دیوبند

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ، رقم: ۶۳۸۹

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فجر کی دو رکعت سنتیں دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے۔(۱)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دو رکعتیں مجھے تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہیں۔(۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں اتنی نگہداشت کسی کی نہیں کرتے تھے جتنی صبح کی فرض سے پہلے کی دو رکعتوں کی فرماتے تھے۔(۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فجر کی دو رکعت سنتیں نہ چھوڑو اگرچہ گھوڑے تم کو روند دیں۔(۴) یعنی اگر جنگ کا میدان ہو، کفار صبح سویرے جنگ کے لیے تیار ہوجائیں اور اندیشہ ہو کہ اگر سنتیں پڑھ کر فجر کے فرض پڑھیں گے تو دشمن حملہ کردے گا اور ان کے گھوڑے روند ڈالیں گے تو بھی اس نماز کو ترک نہ کرو، اس کو ضرور پڑھو۔(۵)

حضرت ابن عون رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ کیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فجر کی دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے، تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے انھیں کبھی سفر اور حضر میں ان دو رکعتوں کو چھوڑتے ہوئے نہیں دیکھا(۶)

حضرت خالد بن عبدالرحمن سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فجر سے

---

(۱) صحیح مسلم، رقم: ۹۶، باب فضل رکعتي الفجر
(۲) صحیح مسلم، رقم: ۹۷، باب فضل رکعتي الفجر
(۳) صحیح مسلم، رقم: ۹۴، باب فضل رکعتي الفجر
(۴) ابوداود، رقم: ۱۲۵۸
(۵) بذل المجهود: ۶/۳۸۰، قدیم، تحفة الالمعی: ۲/۲۵۸
(۶) مصنف ابن ابی شیبہ، رقم: ۳۹۵۳، رکعتا الفجر تصلیان فی السفر

پہلے کی دو رکعتیں نہ چھوڑیں؛ کیوں کہ ان میں رغبت کی چیزیں (بیش بہا اجر و ثواب اور انعامات) ہیں۔[۱]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ فجر سے پہلے کی دو رکعت سنتوں کو خاص اہمیت حاصل ہے، اس لیے ہمیں ان سنتوں کا خوب اہتمام کرنا چاہیے، افسوس کہ آج کل اول تو فجر کی نماز میں اٹھنا مشکل ہے اور اگر کسی طرح مسجد آ گئے تو دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے لوگ سیدھے جماعت میں شریک ہو جاتے ہیں اور سنتوں کو سرے سے چھوڑ دیتے ہیں؛ حالاں کہ ہمارے اور آپ کے آقا حضرت محمد ﷺ ان سنتوں کے سلسلے میں کس طرح متنبہ فرما رہے ہیں کہ ان سنتوں کو نہ چھوڑو اگرچہ گھوڑے تم کو روند دیں۔

❖ فجر کی سنتیں بلا عذر بیٹھ کر یا سواری پر پڑھنا درست نہیں ہے۔[۲]

❖ فجر کی سنتوں کے بارے میں سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ گھر میں ادا کر کے مسجد جائیں اور اگر گھر میں پڑھے بغیر مسجد پہنچ جائیں تو جب تک جماعت کی نماز کا تشہد مل سکتا ہو فجر کی سنتیں دور ہٹ کر کسی مقام پر پڑھ لینی چاہیے خواہ جماعت شروع ہو چکی ہو[۳]

اگر فجر کے وقت مسجد میں اس حال میں پہنچا کہ جماعت شروع ہو چکی ہے تو فجر کی سنت پڑھے یا نہ پڑھے؟ اس بارے میں درج ذیل صورتیں ہیں:

۱- اگر مسجد میں ایک ہی ہال ہے جہاں جماعت ہو رہی ہے یا مسجد کشادہ ہے؛ لیکن نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے صفیں پیچھے تک پہنچ چکی ہیں اور کوئی جگہ خالی نہیں ہے، تو اس صورت میں فجر کی سنت چھوڑ دے اور فوراً فرض نماز میں شریک ہو جائے، اس لیے کہ فرض

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، رقم: ٦٣٨٣

(۲) رد المحتار: ۴۵۴/ ۲، زکریا، دیوبند، فتاوی عثمانی: ۴۴۲/ ۱

(۳) فتاوی عثمانی: ۴۴۱/ ۱، مکتبہ معارف القرآن، کراچی

نماز کی صفوں کے ساتھ مل کر سنتیں پڑھنا سخت مکروہ ہے۔

۲- اگر مسجد کشادہ ہے اور باہری حصہ تک نماز کی صفیں نہیں پہنچ رہی ہیں، تو اگر سنت کی ادائیگی کے بعد امام کے ساتھ تشہد میں شریک ہونے کی امید ہو تو باہری حصہ میں جماعت کی جگہ سے دور ہٹ کر مثلاً اندر نماز ہو رہی ہے تو دالان میں یا ملحقہ کمرے میں سنت پڑھ کر جماعت میں شریک ہو جائے۔

۳- اگر یہ اندیشہ ہے کہ سنت پڑھنے کی وجہ سے پوری جماعت ہی چھوٹ جائے گی تو اب سنت نہ پڑھے؛ بل کہ جماعت میں شریک ہو جائے اور بہتر یہ ہے کہ اشراق کے وقت یہ چھوٹی ہوئی سنتیں ادا کر لے۔(۱)

❖ اگر فرض نماز ہو رہی ہو تو پھر سنت وغیرہ نہ شروع کی جائے بشرطیکہ کسی رکعت کے چلے جانے کا خوف ہو؛ ہاں اگر یقین یا گمان غالب ہو کہ کوئی رکعت نہ جانے پائے گی تو پڑھ لے، مثلاً ظہر کے وقت جب فرض شروع ہو جائے اور خوف ہو کہ سنت پڑھنے سے کوئی رکعت فرض کی جاتی رہے گی تو پھر سنت مؤکدہ جو فرض سے پہلے پڑھی جاتی چھوڑ دے، پھر ظہر اور جمعہ میں بعد فرض کے بہتر یہ ہے کہ بعد والی سنت مؤکدہ اول پڑھ کر ان سنتوں کو پڑھ لے؛ مگر فجر کی سنتیں؛ چوں کہ زیادہ مؤکد ہیں لہٰذا ان کے لیے یہ حکم ہے کہ اگر فرض شروع ہو چکا ہو، تب بھی ادا کر لی جائیں بشرطیکہ قعدہ ملنے کا یقین ہو اگرچہ دونوں رکعتیں فوت ہو جائیں۔(۲)

❖ اگر یہ خوف ہو کہ فجر کی سنت اگر نماز کی سنن اور مستحبات کی پابندی سے ادا کی جائے گی تو جماعت نہ ملے گی تو ایسی حالت میں چاہیے کہ صرف نماز کے فرائض اور واجبات

(۱) ردالمحتار: ۴۵۳/ ۲، زکریا، دیوبند

(۲) ردالمحتار: ۴۵۳/ ۲، زکریا، دیوبند

پر اکتفاء کرے، سنن وغیرہ کو چھوڑ دے۔[۱]

نمازِ پنج گانہ میں تعدادِ رکعات کا نقشہ:

نماز	سنت مؤکدہ	سنت غیر مؤکدہ	فرض	سنت مؤکدہ	سنت غیر مؤکدہ	وتر	کل رکعات
فجر	۲	–	۲	–	–	–	۴
ظہر	۴	–	۴	۲	۲	–	۱۲
عصر	–	۴	۴	–	–	–	۸
مغرب	–	–	۳	۲	۲	–	۷
عشاء	–	۴	۴	۲	۴	۳	۱۷
جمعہ	۴	–	۲	۴	۲	–	۱۲



(۱) ردالمحتار: ۴۵۳/ ۲، زکریا، دیوبند

نمازِ اوابین

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی، پھر میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء تک نماز میں مشغول رہے۔(۱) حضرت عبد الرحمن بن یزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بھی میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پاس آیا تو انہیں مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھتے ہوئے پایا اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ لوگ اس وقت میں غفلت برتتے ہیں؛ حالاں کہ یہ وقت غفلت کا نہیں ہے (۲)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مغرب کے بعد کا وقت بہت قیمتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اورآپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اس وقت میں عبادت کا خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے، اسی وجہ سے محدثین نے مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھنے کا مستقل عنوان قائم کیا ہے، کم از کم اوابین کی چھ رکعتیں پڑھنے کا تو خاص اہتمام کرنا چاہیے، احادیث میں اس کی مستقل فضیلت آئی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعتیں اس طرح پڑھتا ہے کہ ان کے درمیان کوئی فضول بات نہیں کرتا تو اسے بارہ سال کی عبادت کے برابر ثواب ملتا ہے۔(۳) شیخ عبد الحق محدث

(۱) سنن کبری للنسائی، رقم: ۳۸۰، باب الصلاۃ ما بین المغرب والعشاء
(۲) مصنف ابن ابی شیبہ، رقم: ۵۹۷۲، باب فی الصلاۃ بین المغرب والعشاء
(۳) ترمذی، رقم: ۴۳۵، اعلاء السنن: ۱۹/۷، ادارۃ القرآن، کراچی

دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سلف صالحین اوابین کی نماز کا اہتمام کیا کرتے تھے اور ہمارے اکابر میں تقریباً سب ہی کے یہاں اوابین کا اہتمام ملتا ہے۔ (۱)

❖ مغرب کے بعد جو دو رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں، وہ اوابین میں شامل ہوں گی یا نہیں؛ اس بارے میں فقہائے کرام سے دونوں قول منقول ہیں، احتیاط یہ ہے کہ چھ رکعتیں دو سنتوں کے علاوہ پڑھی جائیں (۲)



(۱) عماد الدین، ص:۴۷۹، لاہور

(۲) رد المحتار: ۲/ ۱۴، دار الفکر، بیروت، احسن الفتاوی: ۳/ ۴۶۶، ایچ ایم سعید، کراچی

تحیۃ الوضو

حدیث شریف میں وضو کرنے کے بعد تحیۃ الوضو پڑھنے کی بہت فضیلت آئی ہے،
ایک حدیث شریف میں جناب رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ: جو شخص بھی اچھی طرح وضو کرنے کے بعد پورے خشوع وخضوع کے ساتھ دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے لیے جنت کو واجب قرار دے دیتے ہیں۔ (۱)

ایک اور حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک روز نمازِ فجر کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے بلال! اسلام لانے کے بعد اپنا وہ عمل بتاو جس سے تمہیں ثواب کی سب سے زیادہ امید ہو؛ کیوں کہ میں نے جنت میں اپنے آگے آگے تمہارے جوتوں کی آہٹ سنی ہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مجھے اپنے اعمال میں سب سے زیادہ امید جس عمل سے ہے وہ یہ ہے کہ میں نے رات یا دن میں جب کسی وقت وضو کیا ہے، تو اس وضو سے اتنی نماز (تحیۃ الوضو) ضرور پڑھی ہے جتنی مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وقت توفیق ملی ہے۔ (۲)

❖ اعضائے وضو خشک ہونے سے پہلے پہلے تحیۃ الوضو کی نماز پڑھ لینی چاہیے۔ (۳)

---

(۱) نسائی، رقم:۱۵۱
(۲) مسلم، رقم:۲۴۵۸
(۳) ردالمحتار:۴٦۴/۲، زکریا، دیوبند

تحیۃ المسجد

مسجد میں داخل ہوتے ہی دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنا مسنون ہے، حضور اکرم ﷺ نے تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم فرمایا ہے[۱] بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو۔[۲]

❖ اگر کوئی شخص مسجد میں آتے ہی فوراً کوئی نماز مثلاً فرض، سنت یا نفل پڑھنے لگتا ہے تو اس کو اس نماز کے علاوہ تحیۃ المسجد کا بھی ثواب ملتا ہے، اور بہتر ہے کہ دل میں باقاعدہ تحیۃ المسجد کی نیت بھی کرلے۔[۳]

❖ صبح صادق سے سورج نکلنے تک تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد یا کوئی دوسری نفل نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اس وقت میں دو رکعت فجر کی سنتِ مؤکدہ کے علاوہ کوئی بھی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔[۴]

❖ بیٹھنے سے پہلے پہلے تحیۃ المسجد پڑھنا افضل ہے؛ مگر بیٹھنے کے بعد بھی پڑھنے سے ان شاء اللہ ثواب کی امید ہے۔[۵]



(۱) بخاری، رقم: ۴۴۴

(۲) رد المحتار: ۴۵۸/ ۲، زکریا، دیوبند

(۳) رد المحتار: ۴۵۹/ ۲، زکریا، دیوبند

(۴) رد المحتار: ۳۷/ ۲، زکریا، دیوبند

(۵) رد المحتار: ۴۶۰/ ۲، زکریا، دیوبند

نمازِ تہجد

قرآن کریم میں فرض نماز کے بعد جس نماز کا ذکر تاکید کے ساتھ بار بار کیا گیا ہے وہ تہجد کی نماز ہے جو تمام نوافل میں سب سے افضل نماز ہے، احادیثِ شریفہ میں نمازِ تہجد کی بہت زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے، ہر زمانے میں نیک لوگوں کا یہ معمول رہا ہے کہ عام لوگ جب رات کے آخری حصہ میں خواب شیریں کے مزے لیتے ہیں تو اللہ کے نیک بندے اپنی نیند کو قربان کر کے اللہ سے مناجات کرتے ہیں، رات کا آخری حصہ نیند کے لحاظ سے سب سے شیریں ہوتا ہے، گرمیوں میں اس وقت رات ٹھنڈی ہوجاتی ہے اور سردیوں میں لحاف کی گرمی عروج پر ہوتی ہے، سناٹا بھی گہرا ہوجاتا ہے، تمام آوازیں خاموشی کے آغوش میں سوچکی ہوتی ہیں، اس وقت اللہ کی محبت کا شدید تقاضا ہوتا ہے جو انسان کو بستر راحت سے اٹھاتا ہے اور خدا کے حضور کھڑا کرتا ہے۔

تہجد کے چار فائدے:

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم رات کے قیام کو یعنی تہجد کی نماز پڑھنے کو اپنے اوپر لازم کرو؛ کیوں کہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا معمول ہے، اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ ہے، برائیوں کو مٹانے والی ہے اور گناہوں سے روکنے والی ہے۔ [1]

اس حدیث میں تہجد کے چار فائدے ذکر کیے گئے ہیں: (۱) تہجد گذشتہ امتوں کے

(۱) ترمذی، رقم: ۳۵۴۹

صالحین میں معمول بہ تھی، اس کی یہ قدامت اس کی اہمیت کی دلیل ہے۔ (۲) وہ فرائض کی طرح قربِ خداوندی کا ذریعہ ہے، نبی ﷺ کو مقامِ محمود (شفاعت کبریٰ کا مقام) اسی نماز کی برکت سے حاصل ہوا ہے[1] (۳) تہجد برائیوں کو مٹاتی ہے؛ کیوں کہ نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں (۴) تہجد گناہوں سے روکتی ہے؛ کیوں کہ رات میں اٹھ کر نماز پڑھنا نفس کو بہت زیادہ روندتا ہے۔

حق یہ ہے کہ نمازِ تہجد عظیم ترین دولت ہے، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے وصال کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کیا گزری اورآپ کے پروردگار نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ جواب میں فرمایا: حقائق و معارف کی جو اونچی اونچی باتیں ہم عبارات و اشارات میں کیا کرتے تھے، وہ سب وہاں ہوا ہوگئیں اور بس وہ دو رکعتیں کام آئیں جو رات میں ہم پڑھا کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر رات کو جس وقت آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے، سمائے دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں: کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اس کو عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت اور بخشش چاہے میں اس کو بخش دوں۔[2]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات کے آخری تہائی حصے میں اللہ تعالیٰ اپنی خاص شان رحمت کے ساتھ بندوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور خود ان کو دعا اور سوال اور استغفار کے لیے پکارتے ہیں، جو بندے اس حقیقت پر یقین رکھتے ہیں، ان کے لیے اس

---

(۱) سورہ بنی اسرائیل، آیت: ۷۹)

(۲) بخاری، رقم: ۱۱۴۵

وقت بستر سے اٹھنا کچھ مشکل نہیں ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس حقیقت کا ایسا یقین نصیب فرمائے جو اس وقت بے چین کر کے اللہ تعالیٰ کے دربار کی حاضری اور دعا، سوال اور استغفار کے لیے کھڑا کر دیا کرے۔[۱]



(۱) مستفاد از: تہجد گزار بندے، مؤلفہ: حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمیؒ، مکتبہ ضیاء الکتب، مئو، معارف الحدیث: ۳/۲۰۶، دار الاشاعت، کراچی، (تحفۃ الالمعی: ۸/۲۱۰، زمزم پبلشرز، کراچی

نمازِ اشراق

سورج طلوع ہونے کے بعد جب آفتاب میں اتنی تیزی آجائے کہ اس پر کچھ دیر نظر جمانا مشکل ہو یعنی طلوع شمس کے پندرہ بیس منٹ کے بعد کم از کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ چار رکعت اشراق کی نماز پڑھنا مستحب ہے۔[۱]

ایک حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم! تو دن کے شروع حصہ میں خالص میرے واسطے چار رکعات نماز پڑھ لیا کر، میں دن کے آخر حصہ تک (شام تک) تیری (ضرورتوں کی) کفایت کرتا رہوں گا۔[۲]



(۱) ترمذی، رقم: ۵۹۸

(۲) ترمذی، رقم: ۴۷۵

نمازِ چاشت

دس گیارہ بجے جب سورج خوب روشن اور چمک دار ہوجائے تو اس وقت چاشت کی نماز پڑھنا مستحب ہے، چاشت کی نماز دو رکعات سے بارہ رکعات تک پڑھنا حضور ﷺ سے ثابت ہے۔ (۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص چاشت کی بارہ رکعات نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک سونے کا محل تیار کرتے ہیں۔ (۲)

فائدہ: اشراق اور چاشت دو الگ الگ نمازیں ہیں، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا قدس سرہ نے اوجز اور لامع کے حاشیہ میں اس پر تحقیقی کلام فرمایا ہے۔ (۳)



(۱) ردالمحتار: ۴۶۵/ ۲، زکریا، دیوبند

(۲) ترمذی، رقم: ۴۸۳

(۳) اوجز المسالک: ۲۲۳، ۲۲۲/ ۳، دار القلم، دمشق، لامع الدراری: ۲۷۰/ ۴، ۲۷۱، المکتبۃ الامدادیۃ، مکۃ المکرمۃ، بذل المجہود: ۵۱۶/ ۵، ۵۱۷، دار البشائر الاسلامیۃ، معارف السنن: ۲۶۶/ ۴ تا ۲۷۳، ایچ ایم سعید، کراچی، تحفۃ الالمعی: ۳۲۹/ ۲ تا ۳۳۲، مکتبہ حجاز، دیوبند، احسن الفتاوی: ۴۹۴/ ۳، ۴۹۵، ایچ ایم سعید، کراچی

صلاۃ التسبیح

صلاۃ التسبیح ایک خاص نماز ہے جو ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے اپنے چچا جان حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو بہت اہتمام سے سکھلائی تھی اور فرمایا تھا کہ اگر ممکن ہو تو روزانہ، ورنہ ہفتہ میں، ورنہ مہینہ میں، ورنہ سال میں اور یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ تو ضرور پڑھ لیجیے۔[۱]

اس نماز کی فضیلت یہ ہے کہ اس کے ذریعے دس قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں: (۱) اگلے (۲) پچھلے (۳) نئے (۴) پرانے (۵) بھول سے کیے ہوئے (۶) دانستہ کیے ہوئے (۷) چھوٹے (۸) بڑے (۹) چھپ کر کیے ہوئے (۱۰) علانیہ کیے ہوئے۔[۲]

غور کیا جائے کہ اس نماز کی کتنی بڑی فضیلت ہے کہ ہر قسم کے گناہوں سے معافی کا پروانہ دیا جا رہا ہے، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس نماز کا اہتمام کرتے ہیں، در حقیقت جس کے دل میں آخرت کی فکر ہو اور قیامت کے دن پروردگار کے سامنے پیشی کا خوف ہو اس کے لیے وقت نکالنا کچھ مشکل نہیں ہے، بہت سے لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ جمعہ کے دن سنت کے مطابق مسجد جلدی چلے جاتے ہیں اور صلاۃ التسبیح کا اہتمام کرتے ہیں، سہولت کے لیے یہ معمول بھی بنایا جا سکتا ہے اگرچہ اس نماز کے لیے کوئی خاص دن یا وقت متعیّن نہیں ہے۔

---

(۱) ترمذی، رقم: ۴۸۱، ۴۸۲، باب ما جاء فی صلاۃ التسبیح

(۲) ابو داؤد، رقم: ۱۲۹۷، باب صلاۃ التسبیح

صلاۃ التسبیح کا طریقہ:

صلاۃ التسبیح کی چار رکعتوں میں تین سو مرتبہ یہ تسبیح پڑھی جاتی ہے «سُبحَانَ اللهِ وَالحَمدُ للهِ وَلَا إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ وَاللهُ أكبر»، جس کے دو طریقے ثابت ہیں:

پہلا طریقہ:

پہلی رکعت میں حسبِ معمول سورۂ فاتحہ اور سورت ملانے کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے ۱۵/ مرتبہ مذکورہ تسبیح پڑھیں، اس کے بعد رکوع میں مقررہ تسبیح (سبحان ربی العظیم) پڑھنے کے بعد مذکورہ کلمات ۱۰/ مرتبہ پڑھیں، پھر قومہ میں ۱۰/ مرتبہ، اس کے بعد پہلے سجدے میں ۱۰/ مرتبہ، پھر جلسہ میں ۱۰/ مرتبہ، پھر دوسرے سجدے میں ۱۰/ مرتبہ، پھر سجدے سے اٹھ کر قیام میں جانے سے پہلے جلسۂ استراحت میں ۱۰/ مرتبہ مذکورہ کلمات پڑھیں، اس طرح ایک رکعت میں پچھتر (۷۵) مرتبہ یہ کلمات پڑھے جائیں اور چار رکعت میں ۳۰۰/ کا عدد پورا ہو جائے گا۔(۱)

دوسرا طریقہ:

صلاۃ التسبیح کا ایک دوسرا طریقہ بھی ہے کہ پہلی رکعت میں ثناء پڑھنے کے بعد سورۂ فاتحہ سے پہلے ۱۵/ مرتبہ مذکورہ کلمات کہے جائیں گے، اس کے بعد سورۂ فاتحہ اور سورت ملائی جائے گی اور پھر رکوع میں جانے سے پہلے ۱۰/ مرتبہ وہی کلمات پڑھے جائیں گے، اس طرح قیام کی حالت میں تسبیحات کی مقدار ۲۵ ہو جائے گی، پھر وہی ترتیب رہے گی جو پہلے طریقہ میں گذری؛ البتہ دوسرے سجدے سے اٹھ کر تسبیحات پڑھنے کی ضرورت نہ

---

(۱) یہ طریقہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں مذکور ہے، دیکھیے: ابو داؤد، رقم: ۱۲۹۷، باب صلاۃ التسبیح

رہے گی؛ کیوں کہ اس کے بغیر بھی ایک رکعت میں ۷۵/ مرتبہ تسبیحات کی مقدار پوری ہورہی ہے۔[۱]

❖ اگر پہلے طریقے کے مطابق نماز ادا کی جائے، تو قعدۂ اولیٰ اور قعدۂ اخیرہ میں یہ تسبیحات پہلے پڑھی جائیں گی اور التحیات اور درود شریف بعد میں پڑھی جائیں گی۔[۲]

❖ رکوع اور سجدہ میں پہلے رکوع اور سجدے کی اصل تسبیحات پڑھی جائیں گی، اس کے بعد صلاۃ التسبیح کی تسبیحات پڑھیں گے۔[۳]

❖ صلاۃ التسبیح میں پہلی یا تیسری رکعت کے بعد اگر بیٹھ کر تسبیحات پڑھنی ہوں تو دوسرے سجدہ سے اٹھتے وقت تو تکبیر کہی جائے گی؛ لیکن تسبیحات پڑھنے کے بعد جب کھڑے ہوں گے تو تکبیر کہے بغیر کھڑے ہوں گے؛ کیوں کہ چار رکعات میں بائیس ہی تکبیریں ثابت ہیں۔[۴]

❖ جس طرح صلاۃ التسبیح کی چار رکعت ایک سلام سے ادا کرنا جائز ہے، اسی طرح دو سلاموں کے ساتھ ادا کرنا بھی جائز اور درست ہے۔[۵]

---

(۱) یہ طریقہ ترمذی شریف (رقم: ۴۸۱، ۴۸۲، باب ماجاء فی صلاۃ التسبیح) میں حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے اور بعض فقہاء نے اگرچہ اس طریقہ کو راجح قرار دیا ہے؛ لیکن جائز اور ثابت بہر حال دونوں ہیں اور حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے طریقے کو راجح لکھا ہے، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب دونوں طریقے احادیث سے ثابت ہیں تو ایسا کیا جاسکتا ہے کہ کبھی پہلا طریقہ اختیار کرلیا جائے اور کبھی دوسرا، تفصیل کے لیے دیکھیے: امداد الاحکام: ۶۱۷،۶۱۸/۱، مکتبہ دار العلوم، کراچی، فتاوی دار العلوم دیوبند: ۳۸۲/۴ تا ۳۸۴، جدید، مکتبہ دار العلوم دیوبند

(۲) امداد الاحکام: ۶۱۷/۱، مکتبہ دار العلوم، کراچی بحوالہ: دار قطنی

(۳) رد المحتار: ۳۰۸/۴، دار الثقافۃ والتراث، دمشق

(۴) احسن الفتاوی: ۲۹۱/۳، ۲۹۲، ایچ ایم سعید، کراچی

(۵) فتاوی دار العلوم دیوبند: ۳۸۶/۴، جدید، مکتبہ دار العلوم دیوبند

❖ صلاۃ التسبیح میں قومہ میں تسبیحات پڑھتے وقت دونوں ہاتھ باندھے نہیں جائیں گے؛ بل کہ کھلے ہی رکھے جائیں گے، یہی معمول بھی ہے۔ (۱)

❖ صلاۃ التسبیح کسی بھی غیر مکروہ وقت میں پڑھی جاسکتی ہے۔ (۲)

❖ صلاۃ التسبیح میں کوئی خاص سورت پڑھنا متعیّن نہیں ہے؛ بل کہ حسبِ موقع اور حسبِ سہولت کوئی بھی سورت پڑھی جاسکتی ہے؛البتہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے لکھا ہے کہ سورہ تکاثر، سورہ والعصر، سورہ کافرون اور سورہ اخلاص پڑھنا بہتر ہے۔ (۳)

❖ صلاۃ التسبیح میں بہتر یہ ہے دل ہی دل میں تسبیحات کی تعداد یاد رکھی جائے اور اگر یاد رکھنا مشکل ہو تو بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہر تسبیح پر ایک ایک انگلی اسی جگہ دباتے رہیں، تسبیح ہاتھ میں لے کر یا انگلیاں باقاعدہ بند کر کے گننا اگرچہ مفسدِ صلاۃ نہیں؛ لیکن مکروہ ہے، اور اگر زبان سے گنتی کی تو نماز ہی فاسد ہو جائے گی۔ (۴)

❖ اگر کسی رکن میں تسبیح بھول جائے تو اسے دوسرے رکن میں پورا کر لے اور سجدۂ سہو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (۵)

❖ اگر صلاۃ التسبیح میں سجدۂ سہو کی ضرورت پیش آجائے اور تسبیحات کی مقدار پوری ہو چکی ہو تو اس میں تسبیح کے کلمات نہیں پڑھے جائیں گے؛ البتہ اگر کسی پہلے رکن میں تسبیح

---

(۱) فتاوی رشیدیہ، ص: ۳۷۰، دار الاشاعت، کراچی، فتاوی دار العلوم دیوبند: ۴/۳۸۶، جدید، مکتبہ دار العلوم دیوبند

(۲) رد المحتار: ۴/۳۰۶، دار الثقافۃ والتراث، دمشق

(۳) رد المحتار: ۴/۳۰۸، دار الثقافۃ والتراث، دمشق

(۴) رد المحتار: ۴/۳۰۸، دار الثقافۃ والتراث، دمشق

(۵) رد المحتار: ۴/۳۰۸، دار الثقافۃ والتراث، دمشق)، فتاوی دار العلوم دیوبند: ۴/۲۳۰، دار الاشاعت، کراچی)

میں کمی رہ گئی ہو تو اسے سجدۂ سہو میں پورا کر سکتے ہیں۔ (۱)

فائدہ: مجموعی احادیث کی روشنی میں محدثین عظام نے صلاۃ التسبیح کو ثابت مانا ہے، لہٰذا اس نماز کو بدعت یا خلافِ سنت کہنا یا اس کی فضیلت کا انکار کرنا صحیح نہیں ہے، علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر ایک مفصل رسالہ تحریر فرمایا، جس میں کبارِ محدثین کا کلام نقل فرمانے کے بعد لکھا ہے:

فهذه العبارات الواقعة من أجلة الثقات نادت على أن قول وضع حديث صلاة التسبيح قول باطل و مهمل لا يقتضيه العقل والنقل؛ بل هو حديث صحيح أو حسن محتج به، وبهذا حصحص لك بطلان قول ابن تيمية.(۲)



(۱) ردالمحتار: ۳۰۸/۴، دار الثقافۃ والتراث، دمشق

(۲) مستفاد از: الآثار المرفوعۃ، ص:۲۲۸، تذنیب نافع لکل لبیب فی صلاۃ التسبیح، دار القرآن والسنۃ، مردان، مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: بذل المجہود:۵۲۷/۵ تا ۵۳۸، دار البشائر الاسلامیۃ، معارف السنن: ۲۸۲/۴ تا ۲۸۹، ایچ ایم سعید، کراچی، اتحاف السادۃ المتقین: ۴۷۳/۳ تا ۴۷۵، مؤسسۃ التاریخ العربی، بیروت، ردالمحتار:۳۰۶/۴ تا ۳۰۹، دار الثقافۃ والتراث، دمشق، البحر الرائق:۵۱/۲ تا ۵۳، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، درس ترمذی: ۲۵۰/۲، ۲۵۱، مکتبہ دار العلوم دیوبند، تحفۃ الالمعی:۲۳۹/۲ تا ۲۴۴، زمزم پبلشرز، کراچی

نمازِ استخارہ

استخارہ: خیر سے بنا ہے، اس کے معنیٰ ہیں: اللہ تعالیٰ سے بہتری طلب کرنا، بسا اوقات آدمی کوئی اہم کام کرنا چاہتا ہے؛ مگر اسے کام کا انجام معلوم نہیں ہوتا؛ اس لیے اس کو تردد ہوتا ہے، ایسی صورت میں سمجھ داروں سے مشورہ کرنا بھی مسنون ہے اور نمازِ استخارہ پڑھ کر اور استخارہ کی دعا مانگ کر اللہ تعالیٰ سے راہنمائی طلب کرنا بھی مسنون ہے۔

استخارہ کا مسنون طریقہ:

استخارہ کا مسنون طریقہ حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ دو رکعت نفل نماز پڑھ کر پوری توجہ سے یہ دعا پڑھے:

«اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ العَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلاَ أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلاَ أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الغُيُوبِ، اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي، فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي، ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الأَمرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي، فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ، وَاقْدُرْ لِي الخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ أَرْضِنِي به». [1]

ترجمہ:

”اے اللہ! میں آپ سے خیر طلب کرتا ہوں آپ کی صفت علم کے

(۱) بخاری، رقم: ۶۳۸۲، باب الدعاء عند الاستخارة

وسیلے سے اور میں آپ سے قدرت طلب کرتا ہوں آپ کی صفت قدرت کے وسیلے سے اور آپ کے عظیم فضل کی بھیک مانگتا ہوں، پس بے شک آپ قادر ہیں اور میں قادر نہیں ہوں اور آپ جانتے ہیں اور میں نہیں جانتا اور آپ تمام چھپی چیزوں سے پوری طرح باخبر ہیں۔ اے اللہ ! اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ معاملہ میرے لیے بہتر ہے میرے دین میں، میری دنیا اور میری آخرت میں تو اس کو میرے لیے مقدر فرمائیں اور اس کو میرے لیے آسان فرمائیں، پھر میرے لیے اس میں برکت پیدا فرمائیں اور اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ معاملہ میرے لیے برا ہے (یعنی اس کا نتیجہ خراب ہے) میرے دین، میری دنیا اور میری آخرت میں تو اس کو مجھ سے پھیر دیں اور مجھے اس سے پھیر دیں اور میرے لیے بھلائی مقدر فرمائیں، جہاں بھی وہ ہو، پھر مجھے اس پر راضی کر دیں"۔

جب هذا الأمر پر پہنچے جس پر لکیر بنی ہے تو اگر عربی جانتا ہو تو اس جگہ عربی میں اپنی ضرورت کا تذکرہ کرے اور اگر عربی نہیں جانتا تو هذا الأمر کو پڑھتے وقت اس کام کا دھیان کرے جس کے لیے استخارہ کر رہا ہے، پھر کسی سے بولے بغیر پاک جگہ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے باوضو سو جائے، جب سو کر اٹھے تو جو بات مضبوطی سے دل میں جمے اس پر عمل کرے، ان شاء اللہ وہی بات بہتر ہوگی اور اگر کوئی خواب نظر آئے اور اس کا مطلب سمجھ میں نہ آئے تو کسی تعبیر جاننے والے سے دریافت کرے۔

❖ دعائے استخارہ کے الفاظ کو بجنسہا ادا کرنا اور جس طرح حدیث میں وارد ہے، اسی طرح یاد کرنا چاہیے، معنی بھی یاد ہوں تو بہت اچھا ہے تاکہ دعا دل سے اضطرار کے ساتھ ہو۔

استخارہ کے بعد کیا کریں:

استخارہ کے بعد اگر کسی جانب دل زیادہ مائل ہو تو اس پر عمل کرنا چاہیے اور اگر کسی جانب رجحان نہ ہو تو جس شق پر چاہے عمل کرے، جس شق کو اختیار کر لیا اس کو حق تعالیٰ کی

تجویز سمجھ کر اس سے راضی رہنا چاہیے اور یقین رکھنا چاہیے کہ اس میں خیر ضرور ہوگی جو اکثر تو مشاہدہ میں آجائے گی اور اگر کبھی اس کے مشاہدے میں نہ آئے تو سمجھے کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے، ان کے علم میں میرے لیے خیر ضرور ہے، اگرچہ میری سمجھ میں نہ آئی ہو۔ حکیم الامت مجد دالملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے استخارہ کرنے کے بعد عمل کرنے کے سلسلے میں بڑا تحقیقی کلام فرمایا ہے اور آخر میں خلاصہ یہ لکھا ہے کہ:

''استخارے کے بعد اگر کسی شق کا رجحان قلب میں آجائے تو اس پر عمل کرے اور اگر کسی رجحان نہ ہو تو جس شق پر چاہے عمل کرلے''[۱]

استخارہ کا محل:

استخارہ دو جائز یا دو مستحب کاموں میں تردد کے وقت مشروع ہے، یعنی جب دو جائز یا مستحب کاموں میں سے ایک کو کرنا چاہتا ہو اور یہ معلوم نہیں کہ ان میں سے کونسا میرے واسطے زیادہ بہتر ہے تو استخارہ کرنا چاہیے، لہذا واجبات، محرمات اور مکروہات میں استخارہ نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ واجب کا بجالانا ضروری ہے اور حرام اور مکروہ سے بچنا لازم، پھر ان میں استخارہ کا کیا مطلب؟

❖ استخارہ کے بعد جس شق کو اختیار کرلیا گیا اس سے ناگواری اور ناراضگی اور یہ خیال کہ مجھے دوسری شق اختیار کرنی چاہیے تھی، اسی میں خیر ہوتی؛ بہت بری بات ہے، جس پر حدیث میں وعید آئی ہے۔[۲]

(۱) بوادر النوادر، ص: ۴۶۳ تا ۴۶۷، چہتر واں نادرہ تحقیق ثمرہ استخارہ، ادارہ اسلامیات، لاہور

(۲) رحمۃ القدوس شرح بہجۃ النفوس لابن ابی جمرہ الاندلسی، اردو ترجمہ و تشریحی فوائد: حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، زیر نگرانی: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، ص: ۲۲۳۷ تا ۲۴۱، ادارہ اسلامیات، لاہور، اشاعت اول: ۱۹۸۱ء

استخارہ کی حکمتیں:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ نے استخارہ کی دو حکمتیں بیان فرمائی ہیں:

پہلی حکمت:

زمانۂ جاہلیت میں دستور تھا کہ جب کوئی اہم کام کرنا ہوتا، مثلاً سفر یا نکاح یا کوئی بڑا سودا کرنا ہوتا تو وہ تیروں کے ذریعہ فال نکالا کرتے تھے، یہ تیر کعبہ شریف کے مجاور کے پاس رہتے تھے، ان میں سے کسی تیر پر لکھا تھا: أمرني ربي اور کسی پر لکھا تھا: نهاني ربي اور کوئی تیر بے نشان تھا، اس پر کچھ لکھا ہوا نہیں تھا، مجاور تھیلا ہلا کر فال طلب کرنے والے سے کہتا کہ ہاتھ ڈال کر ایک تیر نکال، اگر أمرني ربي والا تیر نکلتا تو وہ شخص کام کرتا اور نهاني ربي والا تیر نکلتا تو وہ کام سے رُک جاتا اور بے نشان تیر ہاتھ میں آتا تو دوبارہ فال نکالی جاتی، سورۃ المائدہ، آیت:۳ کے ذریعہ اس کی حرمت نازل ہوئی اور حرمت کی دو وجہیں ہیں، ایک: یہ کہ یہ ایک بے بنیاد عمل ہے، اور محض اتفاق ہے، جب تھیلے میں ہاتھ ڈالا جائے گا تو کوئی نہ کوئی تیر ضرور ہاتھ آئے گا، دوم: یہ کہ یہ اللہ تعالیٰ پر افتراء (جھوٹا الزام) ہے، اللہ پاک نے کہاں حکم دیا ہے؟ اور کب منع کیا ہے؟ اور افتراء حرام ہے۔

نبی ﷺ نے لوگوں کو فال کی جگہ استخارہ کی تعلیم دی اور اس میں حکم یہ ہے کہ جب بندہ ربِّ علیم سے رہنمائی کی التجا کرتا ہے اور وہ اپنے معاملہ کو اپنے مولیٰ کے حوالے کرتا ہے اور وہ ان کی مرضی معلوم کرنے کا شدید خواہش مند ہوتا ہے اور وہ اللہ کے دروازے پر جا پڑتا ہے اور اس کا دل ملتجی ہوتا ہے تو ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی رہنمائی اور مدد نہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیضان کا باب وا ہوتا ہے اور اس پر معاملہ کا راز کھولا جاتا ہے، پس استخارہ محض اتفاق نہیں ہے؛ بل کہ اس کی مضبوط بنیاد ہے۔

دوسری حکمت:

استخارہ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان فرشتہ صفت بن جاتا ہے، استخارہ کرنے والا اپنی ذاتی رائے سے نکل جاتا ہے اور اپنی مرضی کو خدا کی مرضی کے تابع کردیتا ہے، اس کی بہیمیت ملکیت کی تابعداری کرنے لگتی ہے اور وہ اپنا رُخ پوری طرح اللہ کی طرف جھکا دیتا ہے، تو اس میں فرشتوں کی سی خُو بُو پیدا ہوجاتی ہے، ملائکہ الہام ربانی کا انتظار کرتے ہیں اور جب ان کو الہام ہوتا ہے تو وہ داعیۂ ربانی سے اس معاملہ میں اپنی والی پوری کوشش خرچ کرتے ہیں، ان میں کوئی داعیۂ نفسانی نہیں ہوتا، اسی طرح جو بندہ بکثرت استخارہ کرتا ہے، وہ رفتہ رفتہ فرشتوں کے مانند ہوجاتا ہے، ملائکہ کے مانند بننے کا یہ ایک تیر بہدف مجرّب نسخہ ہے، جو چاہے آزما کردیکھے![1]



(۱) استخارہ سے متعلق یہ تفصیلات ان کتابوں سے ماخوذ ہیں: البحر الرائق: ۹۱ / ۲، ۹۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، رد المحتار علی الدر المختار: ۳۰۵ / ۴، ۳۰۶، دار الثقافۃ والتراث، دمشق، تحقیق حسام الدین فرفور، لامع الدراری: ۲۶۴ / ۴ تا ۲۶۶، المکتبۃ الامدادیۃ، مکۃ المکرمۃ، بذل المجہود: ۲۷۳ / ۶ تا ۲۷۸، دار البشائر الاسلامیۃ دمشق، امداد الفتاوی: ۴۶۹ / ۱ تا ۴۷۲، رسالہ نافع الاشارۃ الی منافع الاستخارہ، مکتبہ دار العلوم کراچی، اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین للزبیدی: ۴۶۷ / ۳ تا ۴۶۹، مؤسسۃ التاریخ العربی، بیروت، کفایۃ المغتذی: ۱۸۸ / ۴ تا ۱۹۳، المؤسسۃ العلمیۃ، بنگلا دیش، حجۃ اللہ البالغہ مع رحمۃ اللہ الواسعۃ: ۵۱۳ / ۳ تا ۵۱۶، رحمۃ القدوس شرح بہجۃ النفوس لابن ابی جمرہ الاندلسی، اردو ترجمہ و تشریحی فوائد: حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، زیر نگرانی: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، ص: ۲۲۳ / ۷ تا ۲۴۱، ادارہ اسلامیات، لاہور، اشاعت اول: ۱۹۸۱ء

نمازِ حاجت

جب کسی شخص کو کوئی اہم ضرورت در پیش ہو، تو اس کے لیے نماز حاجت پڑھنا مستحب ہے، اس سلسلے میں دو روایتیں یہاں ذکر کی جا رہی ہیں:

۱۔ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس شخص کو اللہ تعالیٰ سے کوئی ضرورت مانگنی ہو یا کسی آدمی سے اس کی کوئی ضرورت وابستہ ہو، تو اس کو چاہیے کہ اچھی طرح وضو کرے، پھر دو رکعت نماز پڑھے، نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے، پھر یہ دعا مانگے:

«لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ الحَلِيمُ الكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ العَرْشِ العَظِيمِ، الحَمْدُ للهِ رَبِّ العَالَمِينَ، أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ، وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ، لَا تَدَعْ لِي ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ، وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهُ، وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ». (۱)

یہ دعا پڑھ کر اپنی ضرورت خوب گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہیے اور یہ عمل مسلسل جاری رکھنا چاہیے تا آنکہ مراد بر آئے یا اللہ تعالیٰ کی مرضی پر دل راضی ہو جائے، یہ سب سے بڑی دولت ہے، بندے کی دعا ہر حال میں قبول ہوتی ہے، مگر بندہ جو مانگتا ہے اس کا دینا نہ دینا بندے کی مصلحت پر موقوف ہے، اگر مصلحت ہوتی ہے تو مانگی ہوئی چیز مل جاتی ہے، ورنہ

(۱) ترمذی، رقم: ۴۷۹

دعا عبادت بناکر نامہ اعمال میں لکھ دی جاتی ہے اور بندہ کے دل کو مطلوبہ چیز کے نہ ملنے پر راضی کردیا جاتا ہے۔

۲- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مستقل معمول اور دستور تھا کہ جب کوئی فکر آپ کو لاحق ہوتی اور کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو آپ نماز میں مشغول ہوجاتے (۱)

قرآن پاک میں بھی فرمایا گیا ہے: ﴿اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ﴾ (مشکلات و مہمات میں ہمت و برداشت اور نماز کے ذریعے اللہ کی مدد حاصل کرو) اس خداوندی تعلیم وہدایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ ہر مشکل اور مہم میں اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرنے کے لیے آپ نماز میں مشغول ہوجاتے اور امت کو اس کا تفصیلی طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تعلیم فرمایا جو ابھی پہلی روایت میں گذرا۔



(۱) ابوداؤد، رقم: ۱۳۱۹

نمازِ توبہ

اگر کسی شخص سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے، تو مستحب یہ ہے کہ اچھی طرح وضو کرکے دو رکعت نفل توبہ کی نیت سے پڑھے، اور اس کے بعد اپنے گناہوں کی معافی چاہے اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرے، ان شاء اللہ اس کی مغفرت ہوجائے گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے: جس شخص سے کوئی گناہ ہوجائے، پھر وہ اٹھ کر وضو کرے، پھر نماز پڑھے، پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور معافی طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما ہی دیتے ہیں، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَٱلَّذِينَ إِذَا فَعَلُواْ فَٰحِشَةً أَوْ ظَلَمُوٓاْ أَنفُسَهُمْ ذَكَرُواْ ٱللَّهَ فَٱسْتَغْفَرُواْ لِذُنُوبِهِمْ﴾ (۱)

یہ آیت سورہ آل عمران کی ہے، جس میں ان گنہگار بندوں کے لیے مغفرت اور جنت کی بشارت دی گئی ہے جنھوں نے گناہ کو عادت نہیں بنایا ہے؛ بل کہ ان کا حال یہ ہے جب ان کوئی بڑا یا چھوٹا گناہ ہوجاتا ہے تو وہ اس پر نادم و شرمندہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوکر اس سے مغفرت اور معافی کے طالب ہوتے ہیں۔



(۱) ترمذی، رقم: ۴۰۶

سفر میں جانے سے پہلے نماز

جو شخص کسی سفر کا ارادہ کرے تو مستحب ہے کہ گھر سے نکلنے سے پہلے بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو دو رکعت نماز نفل پڑھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: کوئی شخص اپنے گھر والوں کے پاس اُن دو رکعتوں سے بہتر توشہ نہیں چھوڑ جاتا جو وہ سفر کے ارادہ کے وقت گھر والوں کے پاس پڑھتا ہے۔ (۱)

اسی طرح ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت حاضر ہوا اور عرض کیا: کہ اے اللہ کے رسول ! میں بحرین تجارت کے لیے جانا چاہتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ دو رکعتیں نماز پڑھ لو۔ (۲)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب آپ کہیں سفر پر تشریف لے جانا چاہتے تو مسجد میں داخل ہو کر دو رکعات نماز پڑھتے (۳)

آج کل فتنوں کا دور ہے، ایسے وقت میں صلاۃ السفر کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔



(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، رقم: ۴۹۱۴
(۲) المعجم الکبیر للطبرانی، رقم: ۱۰۴۶۹
(۳) مصنف ابن ابی شیبہ، رقم: ۴۵۱٦

جمعہ

جمعہ کے دن کی اہمیت:

شریعت میں جمعہ کے دن کی بہت اہمیت وفضیلت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمعہ کا دن سارے دنوں میں سب سے زیادہ عظمت والا ہے۔(۱)

ایک حدیث میں ہے کہ سورج جن دنوں پر طلوع ہوتا ہے ان میں سب سے بہتر اور افضل دن جمعہ کا دن ہے، اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، اسی دن انہیں جنت میں بھیجا گیا اور قیامت بھی اسی دن قائم ہوگی، تمام مقرب فرشتے، آسمان، زمین، ہوائیں، پہاڑ، سمندر سب جمعہ کے دن سے گھبراتے ہیں کہ کہیں قیامت قائم نہ ہوجائے؛ اس لیے کہ قیامت، جمعہ کے دن ہی آئے گی۔(۲)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی گھڑی امتِ محمدیہ کوعطا فرمائی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ سے جو بھی دعا مانگی جائے وہ یقیناً قبول ہوتی ہے۔(۳)

جمعہ کے دن کی خاص گھڑی:

فائدہ: جمعہ کے دن کی اس خاص گھڑی کے بارے میں شارحین حدیث نے بہت سے اقوال نقل کیے ہیں، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "فتح الباری" میں پینتالیس اقوال شمار

---

(۱) ابن ماجہ، رقم: ۱۰۸۴

(۲) ترمذی، رقم: ۴۸۸، ابن ماجہ، رقم: ۱۰۸۴

(۳) ترمذی، رقم: ۴۸۹

کرائے ہیں؛ بہت سے محدثین نے راجح اس کو کہا ہے کہ یہ مقبول گھڑی جمعہ کے دن عصر سے لے کر مغرب کے درمیان ہوتی ہے، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نور اللہ مرقدہ نے ''بذل المجهود'' میں لکھا ہے کہ حافظ حدیث سعید بن منصور رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں سند صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے کہ جمعہ کی اس خاص گھڑی کے سلسلے میں بعض صحابہ کرام کے درمیان مذاکرہ ہوا تو سب کا اس پر اتفاق تھا کہ یہ گھڑی عصر کے بعد سے غروب تک ہے۔(۱)

دوسرا قول یہ ہے کہ جس وقت امام خطبہ کے لیے منبر پر جائے اس وقت سے لے کر نماز کے ختم ہونے تک جو وقت ہوتا ہے بس یہی وہ خاص گھڑی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔

بہت سے محدثین نے دونوں قول کو راجح قرار دیا ہے، اس لیے کہ احادیث میں دونوں ہی کا ذکر موجود ہے، حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ان دونوں اوقات میں دعا کا اہتمام کرنا چاہیے، ہمارے بزرگوں میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ حضرات نے اسی کو راجح قرار دیا ہے، اسی وجہ سے بہت سے مشائخ کے معمولات میں ملتا ہے کہ ان دونوں اوقات میں ذکر ودعا کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔(۲)

جمعہ کے دن درود شریف کی فضیلت:

احادیث میں جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھنے کی ترغیب آئی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جمعہ کے دن میرے اوپر کثرت سے درود بھیجا کرو، اس لیے کہ اس دن ملائکہ حاضر رہتے ہیں اور تم میں سے جو شخص بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، تاآں کہ وہ درود پڑھنے سے فارغ ہوجائے، ایک صحابی نے عرض کیا کہ کیا وفات کے

(۱) بذل المجهود: ۶/۱۷، دار الكتب العلمية، بيروت
(۲) معارف السنن: ۳۰۶/۴ تا ۳۱۹، ایچ ایم سعید، کراچی، فتح الباری: ۴۲۱/۲، دار المعرفة، بيروت

بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے مقدس جسموں کو کھانا حرام کردیا ہے، پس اللہ تعالیٰ کے نبی زندہ رہتے ہیں اور انہیں رزق عطا ہوتا رہتا ہے۔ (۱)

ایک اور حدیث میں ہے: جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کثرت سے درود پڑھا کرو، جو ایسا کرے گا، میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔ (۲)

جمعہ کے دن کے مسنون اعمال:

جمعہ کے دن غسل کرنے، خوشبو لگانے اور اچھی طرح نظافت حاصل کرنے کے بعد نماز جمعہ میں باادب شرکت کرنے پر عظیم الشان اجر وثواب کا اعلان کیا گیا ہے، حضور اکرم ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ جو شخص بھی جمعہ کے دن غسل کرے اور ہر ممکن طور پر پاکی حاصل کرے اور تیل لگائے اور خوشبو استعمال کرے، اس کے بعد جمعہ کے لیے گھر سے نکلے، پھر نماز پڑھے اور جب امام خطبہ دے تو خاموش رہے، تو یقیناً اس کے اگلے جمعہ تک کے سارے (صغیرہ) گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (۳)

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن صبح کو جلد سو کر اٹھے اور جلد مسجد میں جائے، اور پیدل چل کر مسجد جائے سوار نہ ہو اور غور سے خطبہ سنے اور لغو حرکت نہ کرے تو اس کو ہر ہر قدم کے بدلے ایک سال کا روزہ رکھنے اور راتوں کو جاگنے کا ثواب عطا ہوگا۔ (۴)

---

(۱) ابن ماجہ، رقم: ۱۶۳۷
(۲) شعب الایمان للبیہقی، رقم: ۲۷۷۱
(۳) سنن دارمی، رقم: ۱۵۸۲
(۴) ابوداؤد، رقم: ۳۴۵

اس لیے ہم لوگوں کو جمعہ کے ان فضائل کو حاصل کرنے کے لیے جمعہ کی تیاری جلدی شروع کر دینی چاہیے اور مسجد میں جلد از جلد پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے، جو شخص جتنا پہلے مسجد میں حاضر ہو گا اتنا ہی زیادہ ثواب اور اجرِ عظیم کا مستحق ہو گا، حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور پہلے پہل آنے والوں کے نام بالترتیب لکھتے جاتے ہیں۔ تو سب سے پہلے آنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اونٹ کی قربانی کرے، اس کے بعد آنے والے کی مثال گائے کی قربانی کرنے والے کی طرح، اس کے بعد دنبہ کی قربانی، اسی ترتیب سے مرغی اور انڈا صدقہ کرنے والے کے بقدر ثواب ملتا ہے، ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے ہر دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں، پہلے آنے والے کا نام پہلے، اس کے بعد آنے والے کا نام اس کے بعد لکھتے ہیں، جب امام خطبہ دینے کے لیے آتا ہے تو فرشتے اپنے رجسٹر لپیٹ دیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ (۱)

جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھنے کا ثواب:

ہر مسلمان کو جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے، احادیثِ شریفہ میں اس کی فضیلت وارد ہوئی ہے، ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص سورۂ کہف کی تلاوت جمعہ کے دن کرے گا، آئندہ جمعہ تک اس کے لیے ایک خاص نور کی روشنی رہے گی۔ (۲)

❖ جمعہ کے خطبہ کی اذان کا جواب صرف دل دل میں دیا جائے، زبان سے

(۱) مسلم، رقم: ۸۵۰، باب فضل التہجیر یوم الجمعۃ
(۲) سنن بیہقی، رقم: ۵۹۹۶

کلماتِ اذان نہ دہرائیں؛ اس لیے کہ خطیب کے منبر پر آنے کے بعد زبان سے ذکر اذکار کرنا منع ہے۔(۱)

❖ اگر خطبہ کے وقت بچے شرارت کررہے ہوں تو انہیں اشارہ سے روکا جاسکتا ہے؛لیکن زبان سے نہ روکیں(۲)

اور یہاں ایک بات کی طرف بھی توجہ دلانا ضروری ہے کہ جو بچے ابھی شعور کی عمر کو نہ پہنچے ہوں، بہت چھوٹے ہوں، ان کو ہرگز مسجد میں نہیں لانا چاہیے، فقہائے کرام نے اس کو حرام لکھا ہے، ان کی وجہ سے مسجد کے ملوث ہونے کا اندیشہ رہتا ہے اور نمازیوں کی نماز میں بھی خلل ہوتا ہے۔(۳) عموماً دیکھا جاتا ہے کہ لوگ شوق میں بہت چھوٹے بچوں کو بھی مسجد میں لے آتے ہیں اور وہ بہت سے لوگوں کی نماز میں خلل کا سبب بنتے ہیں۔

❖ اگر خطبہ سننے کے دوران کسی شخص کو چھینک آئے تو زبان سے الحمد للہ نہ کہے؛ بل کہ دل دل میں پڑھ لے؛ تاکہ خطبہ سننے میں کوئی خلل واقع نہ ہو۔(۴)

❖ خطبۂ جمعہ کے دوران اگر کوئی شخص سلام کرے یا کسی شخص کو چھینک آئے تو سننے والے پر جواب دینا واجب نہیں ہے۔(۵)

❖ جو شخص خطبہ شروع ہونے کے بعد مسجد میں پہنچے اسے پیچھے جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جانا چاہیے، لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر اگلی صف میں جانے کی کوشش کرنا ناجائز ہے۔(۶)

---

(۱) ردالمحتار:۳۵/۳، زکریا، دیوبند

(۲) ردالمحتار:۳۶/۳، زکریا، دیوبند

(۳) الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶۵۶/۱، دارالفکر، بیروت

(۴) ردالمحتار:۳۵/۳، زکریا، دیوبند

(۵) ردالمحتار:۳۵/۳، زکریا، دیوبند

(۶) ردالمحتار:۴۲/۳، زکریا، دیوبند

نبی کریم ﷺ نے اس عمل پر سخت وعید ارشاد فرمائی ہے،آپ کا ارشاد ہے کہ: جو شخص جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگے اسے جہنم کا پل بنایا جائے گا۔(۱)

❖ جو شخص امام سے اتنی دور ہے کہ اسے خطبہ کی آواز بالکل سنائی نہیں دے رہی ہو، اس کے لیے بھی افضل یہی ہے کہ خاموش بیٹھا رہے اور تلاوت یا کسی ذکر واذکار میں مشغول نہ ہو۔(۲)

❖ جمعہ کے دونوں خطبوں کا درمیانی وقفہ قبولیت کا وقت ہے، اس میں دل دل میں دعا کرنی چاہیے، زبان سے کوئی کلمہ ادا نہ کریں۔(۳)

❖ خطبہ کے دوران جس طرح آسانی ہو بیٹھ سکتے ہیں کوئی خاص ہیئت مقرر نہیں ہے؛ البتہ تشہد کی حالت کی طرح بیٹھنا بہتر ہے۔(۴)

❖ دورانِ خطبہ؛ چوں کہ زبان سے ذکراذکار ممنوع ہے، لہٰذا اگر نبی اکرم ﷺ کا نام نامی خطبہ میں سنے تو صرف دل دل میں درود شریف پڑھے زبان سے نہ پڑھے۔(۵)

❖ بعض جگہ رواج ہے کہ خطیب کے آیتِ درود ﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ﴾ پڑھتے وقت لوگ زور سے درود شریف پڑھتے ہیں، یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔(۶)

❖ جمعہ کی اذان اول کے بعد کوئی بھی ایسا کام جو سعی الی الجمعہ (جمعہ کی تیاری) میں مخل ہو، مکروہ تحریمی ہے۔(۷) اور اگر کسی شہر میں مختلف اوقات میں جمعہ کی اذانیں ہوتی

(۱) ترمذی، رقم: ۵۱۳
(۲) رد المحتار:۳۶/۳، زکریا، دیوبند
(۳) رد المحتار:۴۲/۳، زکریا، دیوبند
(۴) فتاوی ہندیہ:۱۴۸/۱، دار الفکر، بیروت
(۵) رد المحتار:۳۶/۳، زکریا، دیوبند
(۶) مستفاد از: رد المحتار:۳۶/۳، زکریا، دیوبند
(۷) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۶۱/۲، دار الفکر، بیروت، البحر الرائق: ۱۶۹/۲، دار الکتاب الاسلامی، ←

ہوں، تو اذان کے بعد جمعہ کی تیاری کے سلسلہ میں محلہ کی مسجد جہاں اس کو نماز پڑھنی ہے، اسی اذان کا اعتبار ہوگا۔ (۱)

❖ بعض لوگ جلد بازی میں خطبہ جمعہ پورا ہونے سے پہلے ہی کھڑے ہوکر صف بندی شروع کر دیتے ہیں، یہ طریقہ صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ اس سے خطبہ سننے میں خلل آتا ہے؛ لہذا خطبہ مکمل ہونے کے بعد ہی کھڑا ہونا چاہیے۔ (۲)





امداد الفتاوی: ۱۲۲/ ۳، جدید

(۱) احسن الفتاوی: ۱۲۸/ ۴، ایچ ایم سعید کمپنی

(۲) رد المحتار: ۳۵، ۳۴/ ۳، زکریا، دیوبند

عیدین

عید کا تاریخی پس منظر:

ہجرت مدینہ سے پہلے یثرب کے لوگ دو عیدیں مناتے تھے، جن میں وہ لہو ولعب میں مشغول ہوتے اور بے راہ روی کے مرتکب ہوتے تھے، غالبًا وہ تہوار جو اہل مدینہ اسلام سے پہلے عہد جاہلیت میں عید کے طور پر منایا کرتے تھے وہ نوروز اور مہرجان کے ایام تھے؛ مگر رسول کریم ﷺ نے یہ تہوار منانے سے منع فرمادیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں اپنے خصوصی انعام و اکرام کے طور پر عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے مبارک ایام مسلمانوں کو عطا فرمائے ہیں، اس کی تفصیل ابوداؤد شریف کی ایک روایت میں اس طرح آئی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے، تو اہل مدینہ (جن کی کافی تعداد پہلے ہی سے اسلام قبول کر چکی تھی) دو تہوار منایا کرتے تھے اور ان میں کھیل تماشے کیا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: یہ دو دن جو تم مناتے ہو ان کی کیا حقیقت اور حیثیت ہے؟ (یعنی تمارے ان تہواروں کی کیا اصلیت اور تاریخ ہے؟) انہوں نے عرض کیا کہ: ہم جاہلیت میں (یعنی) اسلام سے پہلے یہ تہوار اسی طرح منایا کرتے تھے (بس وہی رواج ہے جو اب تک چل رہا ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے ان دو تہواروں کے بدلے میں ان سے بہتر دو دن تمہارے لیے مقرر کر دیے ہیں (اب وہی تمہارے قومی اور مذہبی تہوار ہیں) یوم عید الاضحی اور یوم عید الفطر۔ (۱)

(۱) أبو داؤد، رقم: ۱۱۳۴، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ العیدین

عید کے دن کا انعام:

اسلامی عید صرف ایک تہوار کا دن نہیں؛ بل کہ یہ دن بارگاہ خداوندی میں بہت مبارک دن ہے، اس دن کی خاص اہمیت وعظمت ہے، یہ دن مغفرت کا دن ہے، ایک حدیث میں اس دن کی اہمیت اور بارگاہ خداوندی کی طرف سے مسلمانوں کو خاص تحفہ عطا کیے جانے کی تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے:

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے، تو اس کا نام (آسمانوں پر) لیلۃ الجائزہ (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے، تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں، وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں اور راستوں کے سروں پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جنات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے، پکارتے ہیں کہ اے محمد ﷺ کی امت !اُس کریم رب کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف کرنے والا ہے، پھر جب لوگ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں، تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا بدلہ ہے اُس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: ہمارے معبود اور ہمارے مالک !اس کی جزاء یہی ہے کہ اس کو پورا اجر و ثواب عطا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے فرشتو! میں تمھیں گواہ بناتا ہوں میں نے اُن کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلے میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے، میرے بندو! مجھ سے مانگو، میری عزت کی قسم، میرے جلال کی قسم !آج کے دن اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کروگے، عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کروگے، اس میں تمھاری مصلحت پر نظر کروں گا، میری عزت کی قسم کہ جب تک تم میرا خیال رکھوگے، میں تمھاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا (اُن کو

چھپاتا رہوں گا) میری عزت کی قسم اور میرے جلال کی قسم! میں تمھیں مجرموں اور کافروں کے سامنے رسوا اور فضیحت نہ کروں گا، بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔(۱)

اس حدیث میں عید کی رات کو انعام کی رات بتایا گیا ہے، اس لیے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو مغفرت کا انعام دیا جاتا ہے، ،ایک روایت میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس رات میں عبادت کرنے والے خوش نصیب حضرات میدانِ محشر کی سختیوں میں بے خوف اور مطمئن ہوں گے۔(۲)

اس لیے مسلمانوں کو اس رات کی قدر کرنی چاہیے، عموماً یہ رات غفلت کی نذر ہو جاتی ہے، اس رات رمضان رخصت ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ مزدور کو اس کی مزدوری دیتا ہے، مسلمانوں کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ ہم نے ایک مہینہ میں کیا کھویا اور کیا پایا؟ رمضان المبارک کی برکتوں اور رحمتوں سے خود کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی یا نہیں ؟ اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت کرائی یا نہیں ؟ اس لیے ان راتوں کو فضول تفریحات اور غیر ضروری مشاغل میں گذارنے کے بجائے عبادت واطاعت میں گذارنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس خیر سے محروم نہیں رہنا چاہیے۔

عید کی خاص دعا:

عید کے دن حضور ﷺ سے ایک خاص دعا منقول ہے: ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: عیدین کے موقع پر نبی اکرم ﷺ یہ دعا فرماتے: اے اللہ ! ہم تجھ سے پرہیز گار زندگی اور بہتر حالت میں حسن خاتمہ کا سوال

(۱) شعب الایمان للبیہقی، رقم: ۳۴۲۱

(۲) ابن ماجہ: ۸۲۱۷

کرتے ہیں، ایسا انجام مانگتے ہیں جو ذلیل اور رسوا کرنے والا نہ ہو، اے اللہ !تو ہمیں اچانک ہلاک نہ فرما، فوراً ہمارا مؤاخذہ نہ فرما اور کسی حق کی ادائیگی یا وصیت پوری کرنے سے پہلے ہمیں عجلت میں مت ڈال۔ (اپنے پاس نہ بلا) اے اللہ !ہم تجھ سے پاکدامنی و بے نیازی، پرہیزگاری وہدایت مانگتے ہیں اور دنیاوآخرت کے اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں، ہم شک و اختلاف اور تیرے دین میں ریاء کاری اور شہرت سے تیری پناہ میں آتے ہیں، اے دلوں کو پھیرنے والے !ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا مت کر، اور ہمیں اپنی جانب سے رحمت عطا فرما، بے شک تو ہی خوب عطا فرمانے والا ہے۔ (۱)

یہ عید کے موقع سے مناسبت رکھنے والی ایسی جامع دعا ہے کہ اس میں ان تمام چیزوں کی درخواست ہے، جو ہر کسی کیلئے دنیاو آخرت میں مسرت و شادمانی، امن و سلامتی اور اتحاد واتفاق کا باعث ہوتی ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اسلام میں عید کی حیثیت محض تہوار کی نہیں؛ بل کہ یہ اسلام کی اہم ترین عبادت کا دن ہے، اس مبارک دن میں اللہ کی رضا اور مغفرت کا انعام دیا جاتا ہے؛ اس لیے عید کے دن خاص طور پر منکرات اور خلافِ شرع چیزوں سے بچنا چاہیے؛ لیکن افسوس !آج جو صورتحال نظر آتی ہے، اس سے عید کی اسلامی حیثیت مجروح ہوتی نظر آتی ہے، ہم لوگ ظاہری خوشی کے لیے بے جا اخراجات اور فضول خرچی کرتے ہیں، قیمتی لباس اور اچھے کھانے اور دنیاوی رنگینیوں کے نام پر حد سے تجاوز کر جاتے ہیں، بعض لوگ تولہو ولعب اور کھیل تماشے میں مشغول ہوجاتے ہیں، جو عید کی مشروعیت کے یکسر خلاف ہے، دین اسلام ہمیں اعتدال پسندی اور سادگی کی تعلیم دیتا ہے، بے شک اِس دن ظاہری خوشی کا اظہار مسنون و مستحسن ہے؛ لیکن ہمیں اسلامی اقدار اور اعتدال کا دامن

---

(۱) المعجم الاوسط، رقم: ۷۵۷۲

ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے، لباس اور زیب و زینت کے سامان میں اسراف و تبذیر اور نام و نمود سے بچنا چاہیے۔ حضور ﷺ نے یہ بھی راہنمائی فرمائی کہ ان ایام میں خوشی و مسرت کا اظہار کیسے کیا جائے اور اسلام کی نظر میں حقیقی فرحت و مسرت کس کو کہتے ہیں، آپ نے عید کے دن بطور خاص دو رکعات نماز مشروع فرمائی اور اُس کی ادائے گی کا خاص طریقہ بھی بتایا، مختلف احادیث میں اس حوالے سے حضور ﷺ کے معمولات صراحتا منقول ہیں، جن سے اسلام کے تصور عید کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔

عید کیسے منائیں:

ہمیں عید کی خوشی اُسی طرح منانا چاہیے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خوشی کے یہ لمحات گذارے اور عید کے دن جو اعمال مسنون ہیں ان کو سنت سمجھ کر ادا کرنا چاہیے، وہ سنتیں یہ ہیں:

۱- عید کے دن صبح جلدی بیدار ہونا۔[۱]

۲- مسواک کرنا۔[۲]

۳- غسل کرنا۔[۳]

۴- اپنے پاس موجود کپڑوں میں عمدہ کپڑے پہننا، رسول اللہ ﷺ عید کے دن خوبصورت اور عمدہ لباس زیب تن فرماتے تھے۔[۴]

۵- خوشبو لگانا۔[۵]

---

(۱) حاشیۃ الطحطاوی، ص: ۵۳۰، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
(۲) رد المحتار: ۴۸/۳، زکریا، دیوبند
(۳) رد المحتار: ۴۸/۳، زکریا، دیوبند
(۴) رد المحتار: ۴۸/۳، زکریا، دیوبند
(۵) رد المحتار: ۴۸/۳، زکریا، دیوبند

۶- عید گاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا(۱) رسول اللہ ﷺ کی عادت کریمہ تھی کہ عید الفطر کے دن عید گاہ جانے سے پہلے چند کھجوریں تناول فرماتے تھے، ان کی تعداد طاق ہوتی تھی یعنی تین، پانچ، سات۔(۲) لیکن عید الاضحی کے دن آپ ﷺ نماز سے واپس آنے سے پہلے کچھ نہ کھاتے، عید کی نماز پڑھ کر قربانی کر لیتے، پھر قربانی کے گوشت میں سے کچھ تناول فرماتے۔(۳)

۷- عید گاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر دے دینا۔(۴)

۸- عید گاہ جلدی جانا۔(۵)

۹- عید گاہ میں نماز عید ادا کرنا۔(۶)

۱۰- ایک راستے سے جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا۔(۷)

۱۱- پیدل جانا۔(۸)

۱۲- عید الفطر کے دن زیادہ سے زیادہ آہستہ تکبیر کہنا اور عید الاضحی میں بلند آواز سے کہنا۔(۹)

---

(۱) رد المحتار: ۴۸/۳، زکریا، دیوبند
(۲) صحیح بخاری، رقم: ۹۵۳
(۳) سنن بیہقی، رقم: ۶۱۶۱
(۴) رد المحتار: ۴۸/۳، زکریا، دیوبند
(۵) حاشیۃ الطحطاوی، ص: ۵۳۰، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
(۶) رد المحتار: ۴۸/۳، زکریا، دیوبند
(۷) صحیح البخاری، رقم: ۹۸۶، باب من خالف الطریق اذا رجع یوم العید، رد المحتار: ۴۹/۳، زکریا، دیوبند
(۸) رد المحتار: ۴۸/۳، زکریا، دیوبند
(۹) رد المحتار: ۵۰/۳، زکریا، دیوبند

تکبیر کے کلمات یہ ہیں: «اللهُ أكبَر الله اكبَر لاَ إِلٰهَ إِلاّ اللهُ وَ اللهُ أكبَر الله أكبَر وَللهِ الحَمد».

نمازِ عید کا مسنون طریقہ:

نمازِ عید کا طریقہ یہ ہے کہ نیت کے بعد تکبیرِ تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لیں، ثنا پڑھیں، اس کے بعد دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے معمولی فصل سے تین مرتبہ تکبیر کہیں، پہلی دو تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑتے رہیں اور تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھیں اس کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھیں اور سورت ملائیں، پھر رکوع سجدہ کر کے رکعت مکمل کرلیں۔ دوسری رکعت میں اولا فاتحہ وسورت پڑھنے کے بعد رکوع میں نہ جائیں؛ بل کہ تین مرتبہ ہاتھ اٹھا کر تین تکبیریں کہیں اور درمیان میں ہاتھ نہ باندھیں، اس کے بعد بغیر ہاتھ اٹھائے تکبیر کہہ کر رکوع میں چلے جائیں اور بقیہ نماز حسبِ معمول پوری کریں۔(۱)

❖ عید کے دن غسل کرنا، مسواک کرنا اور اپنے پاس موجود کپڑوں میں اچھے کپڑے پہننا اور خوشبو وغیرہ لگانا مستحب ہے۔(۲)

❖ عیدالفطر میں عید گاہ جانے سے پہلے طاق عدد چھوارے یا کھجور کھا کر جانا مستحب ہے، اگر یہ میسر نہ ہو تو کوئی بھی میٹھی چیز کھالینا کافی ہے، اس موقع پر کسی خاص شیرینی کی تخصیص ثابت نہیں۔(۳)

❖ نمازِ عید سے قبل گھر یا عید گاہ میں نفلیں پڑھنا جائز نہیں ہے، حتی کہ عورتیں بھی اس دن اشراق اور چاشت کی نماز اس وقت تک نہ پڑھیں جب تک کہ عید کی نماز

---

(۱) حلبی کبیر، ص: ۵۶۷، درسعادت

(۲) ردالمحتار: ۳/۴۸، زکریا، دیوبند

(۳) سنن الترمذی، رقم: ۵۴۲، باب فی الاکل یوم الفطر قبل الخروج، ردالمحتار: ۳/۴۸، زکریا، دیوبند

باجماعت نہ پڑھ لی جائے، بعض لوگ عیدگاہ پہنچ کر نمازِ عید سے پہلے نمازیں پڑھتے ہیں، جو صحیح نہیں ہے۔[1]

عید کے بعد؟:

ماہ مبارک ختم ہونے کے بعد ہماری دینی حالت میں جو تغیر اور تبدیلی نظر آتی ہے، وہ مخفی نہیں، ایک ماہ کی عبادت وریاضت اور دینی جد و جہد سے حاصل ہونے والی کیفیت معصیت اور گناہوں کی وجہ سے ختم ہوجاتی ہے؛ حالاں کہ رمضان کے ذریعے پورے سال اسلامی احکام پر عمل پیرا رہنے کی استعداد پیدا کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخر میں اپنی رضا اور مغفرت کا پروانہ بھی دیدیا جاتا ہے، عید کے دن اہلِ اسلام گناہوں سے پاک صاف ہوکر اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں؛ لیکن اس عطیہ خداوندی کا شکر بجالاکر اپنی زندگی کو دینِ اسلام کے تابع کرنے کے بجائے ہماری طرف سے ناقدری کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، عید کے معا بعد خواہشات کی پیروی شروع ہوجاتی ہے، فرائض میں کوتاہی کی جاتی ہے، مساجد خالی نظر آنے لگتی ہیں، جب کہ رمضان میں مسجدیں نمازیوں سے بھری ہوئی رہتی ہیں، اخلاق و کردار، اختلافات و نزاعات بھی شروع ہوجاتے ہیں، ماہ مبارک میں صبر و برداشت، تقوی و طہارت اور خیر خواہی و ہمدردی، غریبوں اور محتاجوں کے ساتھ غم گساری جیسی عالی صفات سے آراستہ رہنے والے مسلمانوں میں منفی صفات پیدا ہوجاتی ہیں، الغرض ماہِ مبارک میں مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی، معاشرتی اور تمدنی حالت میں جو نمایاں تبدیلی پیدا ہوتی ہے، عید کے بعد اُس میں تغیر پیدا ہوجاتا ہے؛ یہ سب اس لیے ہوتا ہے کہ ہم مسلمان رمضان المبارک کے مقصد کا استحضار نہیں رکھتے اور احکام الٰہی کے بجالانے اور گناہوں کے چھوڑنے کا جو ملکہ پیدا ہوتا ہے، خواہشات اور نفسانی

---

(۱) ردالمحتار: ۵۰/ ۳، زکریا، دیوبند

تقاضوں کے ارتکاب کی وجہ سے وہ آہستہ آہستہ مغلوب ہوجاتا ہے،اس لیے ہم کو رمضان کے بعد بھی دین پر عمل پیرا رہنا چاہیے، تاکہ ہم اللہ کے شکر گذار بندوں میں شامل ہو کر اُس کے انعامات کے مستحق بن سکیں۔

عیدین کے موقع پر دو عبادتیں اور بھی مشروع ہیں، ایک عید الفطر کے موقع پر صدقہ الفطر اور دوسرے عید الاضحی کے موقع پر تکبیر تشریق، اس لیے یہاں دونوں کے بارے میں چند ضروری احکام بیان کیے جاتے ہیں:

صدقۂ فطر:

ایک مسلمان اگرچہ رمضان المبارک کے مہینے میں کتنی ہی عبادت کا اہتمام کرے؛ لیکن بہر حال کچھ نہ کچھ کوتاہی ہو ہی جاتی ہے، کھانے پینے اور روزہ توڑنے والی چیزوں سے بچنا تو آسان ہوتا ہے؛ لیکن لغو کلام، فضول مصروفیات اور نامناسب گفتگو سے مکمل احتراز نہیں ہو پاتا، شریعت نے اس طرح کی کوتاہیوں کی تلافی کے لیے رمضان المبارک کے ختم پر صدقۃ الفطر کو مشروع کیا ہے، ابوداؤد شریف کی حدیث ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: : نبی اکرم ﷺ نے صدقۂ فطر کو ضروری قرار دیا جو روزہ دار کے لیے لغو اور بے حیائی کی باتوں سے پاکیزگی کا ذریعہ ہے اور مسکینوں کے لیے کھانے کا انتظام ہے، جو شخص اسے عید کی نماز سے پہلے ادا کردے تو یہ مقبول زکاۃ ہوگی اور جو اسے نماز کے بعد ادا کرے، تو یہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔[1]

اِس روایت سے معلوم ہوا کہ صدقۂ فطر واجب ہونے کے دو مقاصد ہیں: (۱) روزہ کی کوتاہیوں کی تلافی۔ (۲) امت کے مسکینوں کے لیے عید کے دن رزق کا انتظام، تاکہ وہ بھی اس روز عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔

---

(۱) أبو داؤد، رقم: ۱۶۰۹

اس لیے صاحبِ وسعت مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ صدقۂ فطر وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کریں، جیساکہ حدیثِ بالا میں فرمایا گیا کہ نماز عید سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنے کا ثواب زیادہ ہے۔

صدقۂ فطر کی مقدار:

صدقۂ فطر کی مقدار ایک صاع کھجور، کشمش یا جو یا نصف صاع گیہوں (یا اس کا آٹا یا ستو) ہے۔[۱]

نصف صاع کی مقدار موجودہ اوزان کے اعتبار سے تقریباً پونے دو کلو ہوتی ہے، آج کل نصف صاع گیہوں کے اعتبار سے ایک صدقۂ فطر کی مقدار بہت کم بیٹھتی ہے، اس لیے اگر صاحب حیثیت لوگ نصف صاع گیہوں کی قیمت لگانے کے بجائے ایک صاع (تقریباً ساڑھے تین کلو) کھجور یا کشمش کا حساب لگائیں، تو اس میں ان کو ثواب زیادہ ملے گا اور فقراء کا نفع زیادہ ہوگا۔

تکبیرِ تشریق:

تکبیر تشریق فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

«اللهُ أكبَر الله اكبَر لاَ إِلٰهَ إِلاّ اللهُ وَ اللهُ أكبَر الله أكبَر وَلله الحَمد»۔[۲]

❖ تکبیر تشریق نویں ذی الحجہ کی نماز فجر سے تیرہویں ذی الحجہ کی نماز عصر تک ہر فرض نماز کے فوراً بعد مردوں کے لیے باآواز بلند اور عورتوں کے لیے ایک مرتبہ آہستہ کہنا واجب ہے۔[۳]

(۱) رد المحتار: ۳۶۴/ ۲، دار الفکر، بیروت
(۲) رد المحتار: ۶۱/ ۳تا۶۳، زکریا، دیوبند
(۳) رد المحتار: ۶۴/ ۳، زکریا، دیوبند

❖ تکبیرِ تشریق صرف ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے، لہٰذا تین بار پڑھنے کو لازم یا سنت سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ (۱)

❖ تکبیرِ تشریق مرد و عورت، مقتدی اور منفرد، مسافر اور مقیم، شہری اور دیہاتی سب کو پڑھنی چاہیے، عموماً لاعلمی یا غفلت کی وجہ سے عورتوں کی تکبیر تشریق چھوٹ جاتی ہے؛ اس لیے مردوں کی ذمہ داری ہے کہ ایام تشریق شروع ہونے سے پہلے خواتین کو بھی تکبیرات تشریق اور ان کے مسائل سے آگاہ کریں۔ (۲)

❖ مسبوق پر بھی تکبیرِ تشریق واجب ہے وہ اپنی بقیہ رکعات پوری کرنے کے بعد زور سے پڑھے گا۔ (۳)

❖ مردوں کو فطری انداز میں معتدل آواز سے تکبیر کہنی چاہیے، بتکلف آواز نکال کر بہت زور سے پڑھنا ممنوع ہے (۴) اور خواتین کو آہستہ تکبیر پڑھنی چاہیے۔ (۵)



(۱) رد المحتار: ۳/۶۱ تا ۶۳، زکریا، دیوبند، تفصیل کے لیے دیکھیے: رسالہ تکبیر تشریق کی شرعی حیثیت، مؤلفہ: مفتی عبید اللہ قاسمی بہرائچی، مکتبہ صوت القرآن، دیوبند

(۲) تفصیل کے لیے دیکھیں: رد المحتار: ۳/۶۴، زکریا، دیوبند، بہشتی زیور، عیدین کے نماز کے مسائل، حصہ یازدہم، : ۸۰۱، دارالاشاعت کراچی۔ فتاوی دارالعلوم، ۵/ ۲۱۹، مکتبہ دارالعلوم دیوبند۔ امدادالاحکام، ۲/۳۷۷، ۳۹۳، زکریا دیوبند۔ فتاوی محمودیہ، ۸/ ۴۴۹، دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی۔ فتاوی عثمانی، ۱/ ۵۴۷، مکتبہ معارف القرآن کراچی، فتاوی رحیمیہ، ۶/ ۱۷۷، دارالاشاعت کراچی پاکستان، نجم الفتاوی، ۲/ ۵۳۸، مطبوعہ: جامعہ دارالعلوم یاسین کراچی

(۳) رد المحتار: ۳/۶۵، زکریا، دیوبند

(۴) مستفاد: فتاوی رحیمیہ، ۶/ ۱۸۵ از دارالاشاعت کراچی پاکستان، آپ کے مسائل اور ان کا حل، ۴/ ۱۵۹، مکتبہ لدھیانوی کراچی پاکستان، امداد الاحکام، ۱/ ۳۶۰، زکریا دیوبند

(۵) رد المحتار: ۳/۶۴، زکریا، دیوبند

تراویح

تراویح رمضان المبارک کی ایک نہایت اہم عبادت ہے، شروع رمضان (یعنی رمضان کا چاند نظر آنے والی رات) سے آخر رمضان (یعنی شوال کا چاند نظر آنے والی رات سے پہلی والی رات) تک عشاء کی نماز کے بعد تراویح کی بیس رکعات پڑھنا مرد وعورت سب کے لیے بالاتفاق سنتِ مؤکدہ ہے، بلاعذر تراویح کو چھوڑنے والا عاصی اور گنہگار ہے۔ [(۱)]

صحابہ کرام، جمہور علمائے امت اور حضراتِ ائمۂ اربعہ: حضرت امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہم سب کے نزدیک تراویح کی رکعات بیس سے کم نہیں ہیں، بیس سے زیادہ کے تو اقوال ملتے ہیں؛ لیکن بیس کے عدد سے کم کا ائمہ اربعہ میں سے کوئی قائل نہیں ہے۔ [(۲)]

اور پوری دنیا میں صدیوں سے امت کا عمل یہی چلا آرہا ہے، اس لیے تراویح بیس رکعات پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں برتنی چاہیے اور

---

(۱) ردالمحتار: ۲/۴۹۳، زکریا، دیوبند، امداد الفتاوی: ۴۹۵/۱، زکریا، دیوبند، فتاوی دار العلوم دیوبند: ۲۸۱/۴، تراویح بلا عذر کے ترک کرنا کیسا ہے؟ مکتبہ دار العلوم دیوبند، قدیم

(۲) تراویح کی رکعات بیس ہونے پر تفصیلی دلائل کے لیے دیکھیے: غیر مقلدین سے متعلق دار الافتاء، دارالعلوم دیوبند سے صادر شدہ چند اہم فتوے، ص: ۵۲، بیس رکعات تراویح: احادیث، آثار اور تعامل سلف کی روشنی میں، مکتبہ دار العلوم دیوبند، رسالہ رکعات تراویح مؤلفہ: محدث کبیر مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ، امداد الاحکام ۶۳۶/۱، تراویح کی بیس رکعات ہونے کے دلائل، مکتبہ دار العلوم دیوبند، حاشیہ فتاوی عثمانی: ۴۰۷/۱، مجلس جامع الخیر، آمبور، انڈیا، مسجد نبوی میں تراویح عہد بہ عہد

پڑھنے والے اور سننے والے کو قرآنِ کریم کے آداب کا ضرور لحاظ رکھنا چاہیے، آج کل اس بارے میں کوتاہی برتی جاتی ہے، جلدی جلدی ختم قرآن کے شوق میں قرآن کریم کے آداب کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا، زیادہ سننا یا پڑھنا برا نہیں ہے؛ لیکن شرط یہ ہے کہ اتنا تیز نہ پڑھا جائے کہ حروف کٹ جائیں یا غلطیاں رہ جائیں، ایسی جلد بازی قرآنِ کریم کے ساتھ سخت بے ادبی اور توہین ہے، بہتر ہے کہ روزانہ اتنی مقدار میں قرآنِ پاک سنا جائے کہ ستائیسویں یا انتیسویں شب میں قرآن مکمل ہوجائے۔

- تراویح میں افضل دو رکعت پر سلام پھیرنا ہے۔(۱)
- تراویح کا رمضان کے پورے مہینے میں پڑھنا سنت ہے، اگرچہ قرآن مجید مہینہ پورا ہونے سے پہلے ختم ہوجائے، مثلاً: پندرہ روزہ میں پورا قرآن شریف پڑھ لیا جائے تو باقی زمانہ میں بھی تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔(۲) بعض لوگ تراویح میں ایک بار قرآن کریم مکمل سننے کے بعد تراویح چھوڑ دیتے ہیں، ان کا عمل انتہائی غلط ہے۔
- نماز تراویح ہو رہی ہے اور ایک شخص پیچھے بیٹھا ہے، جب امام رکوع میں جاتا ہے تو یہ بھی فوراً نیت باندھ کر امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہوجاتا ہے، یہ فعل مکروہ اور منافقین کے فعل کے مشابہ ہے۔(۳)
- مردوں کا تراویح کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنا مسنون ہے۔(۴)

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تراویح کی جماعت سنت علی الکفایہ ہے، اس لیے اگر مسجد میں چند لوگ جماعت سے نماز پڑھ لیں اور باقی تنہا پڑھیں تو کافی ہے، یہ بات صحیح نہیں ہے؛ حکیم

---

(۱) فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۶۸/۴، مکتبہ دار العلوم، دیوبند، قدیم

(۲) فتاویٰ ہندیۃ: ۱۱۸/۱، زکریا، دیوبند، بہشتی زیور مدلل، ص: ۷۵۶، دار الاشاعت، کراچی

(۳) فتاویٰ محمودیہ: ۳۵۳/۱۱، ڈھابیل

(۴) رد المحتار: ۴۹۵/۲، باب الوتر والنوافل، زکریا، دیوبند

الامت حضرت تھانوی قدس سرہ نے لکھا ہے کہ تراویح کی جماعت کا سنت علی الکفایہ ہونا ایک قول پر مبنی ہے، ورنہ دوسرا قول سنت عین کا بھی ہے اور اس زمانے میں مصالح دین پر نظر کرتے ہوئے اسی پر فتوی ہونا چاہیے، اس لیے تراویح کی نماز جماعت ہی سے پڑھنی چاہیے، جس طرح نفس تراویح سنت مؤکدہ ہے، اسی طرح جماعت بھی سنت ہے، بہتر یہ ہے کہ مسجد کی جماعت میں شرکت کی جائے تاکہ جماعت کے ساتھ ساتھ مسجد کا بھی ثواب ملے اور اگر الگ سے پڑھنا ہو تو جماعت قائم کرنے کا اہتمام کیا جائے؛ لیکن گھر میں جماعت کرنے سے مسجد کا ثواب نہیں ملے گا۔(۱)

❖ تراویح میں کم از کم ایک مرتبہ ختمِ قرآن سنت ہے، اس سے زائد مستحب ہے۔(۲)

❖ تراویح میں ختمِ قرآن پر طے کر کے یا بلا طے کیے ہوئے لین دین شرعاً جائز نہیں ہے، اسی طرح تراویح میں قرآن کی سماعت پر بھی اجرت مقرر کرنا درست نہیں ہے۔(۳)

❖ نمازِ تراویح اور تمام سنن و نوافل اگرچہ مطلق نماز کی نیت سے درست ہو جاتی ہیں، لیکن بہتر اور احوط یہ ہے کہ تراویح کا باقاعدہ دل میں ارادہ کر کے نماز شروع کی جائے۔(۴)

❖ تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد عام رکعتوں کی مقدار بیٹھنا مستحب ہے، اس وقفہ میں کوئی خاص عبادت واجب یا مسنون نہیں ہے؛ بل کہ اختیار ہے خواہ ذکر اذکار کریں، تلاوت کریں یا تنہا تنہا نفل پڑھیں اور مشائخ کا معمول یہ ہے کہ اس میں یہ دعا پڑھتے ہیں:

«سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ، سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ

(۱) فتاوی دار العلوم دیوبند: ۲۵۵، ۲۵۱ / ۴ مکتبہ دار العلوم دیوبند، قدیم
(۲) رد المحتار: ۴۹۷ / ۲، باب الوتر والنوافل، زکریا، دیوبند، امداد الفتاوی: ۴۹۹ / ۱ تا ۵۰۱، زکریا، دیوبند
(۳) تفصیل کے لیے دیکھیے: رسالہ معاوضہ علی التراویح کی شرعی حیثیت، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم دیوبند
(۴) رد المحتار: ۹۴ / ۲، باب شروط الصلاۃ، زکریا، دیوبند

وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوتِ، سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ، سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ نَسْتَغْفِرُ اللهَ، نَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ». (۱)

❖ یہ تسبیح امام اور مقتدی دونوں کو آہستہ پڑھنی چاہیے۔ (۲)

❖ اگر کسی شخص کی تراویح کی بعض رکعات جماعت سے چھوٹ جائیں، تو امام کے ساتھ پہلے وتر ادا کرے، اس کے بعد اپنی چھوٹی رکعات پڑھے۔ (۳)

❖ جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت سے نہ پڑھی ہو، وہ اپنی فرض نماز تنہا پڑھ کر تراویح اور وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے، اس میں کوئی شرعی رکاوٹ نہیں ہے۔ (۴)

❖ رمضان المبارک میں تراویح کے ساتھ وتر کی نماز بھی باجماعت ادا کرنا افضل ہے۔ (۵)

❖ اگر کسی شخص کی تراویح کی مکمل نماز کسی وجہ سے چھوٹ جائے اور اس کا وقت نکل جائے، تو اب اس کی قضاء نہیں ہے، اگر پڑھے گا تو وہ محض نفل قرار پائے گی۔ (۶)

❖ قرآن شریف جتنا زیادہ سے زیادہ تلاوت کیا جائے، اتنا ہی موجب ثواب و خیرو

---

(۱) رد المحتار: ۲/۴۹۷، باب الوتر والنوافل، زکریا، دیوبند، فتاوی عثمانی: ۱/۴۵۹، مجلس جامع الخیر، آمبور، انڈیا، امداد الفتاوی: ۱/۴۹۰، جلسہ تراویح کی مقدار، زکریا، دیوبند

(۲) فتاوی دار العلوم دیوبند: ۴/۲۶۳، مکتبہ دار العلوم، دیوبند، قدیم، فتاوی عثمانی: ۱/۴۵۹، مجلس جامع الخیر، آمبور، انڈیا

(۳) رد المحتار: ۲/۴۹۴، باب الوتر والنوافل، زکریا، دیوبند، فتاوی دار العلوم دیوبند: ۴/۲۶۰، مکتبہ دار العلوم دیوبند، قدیم

(۴) ردالمحتار: ۲/۴۹۹، باب الوتر والنوافل، زکریا، دیوبند

(۵) ردالمحتار: ۲/۴۹۹، باب الوتر والنوافل، زکریا، دیوبند

(۶) ردالمحتار: ۲/۴۹۵، باب الوتر والنوافل، زکریا، دیوبند

برکت ہے خواہ نماز میں ہو یا غیر نماز، نماز میں اور زیادہ ثواب ہے؛ لیکن نفلی نماز کی جماعت دو تین آدمیوں سے زیادہ کی مکروہ ہے، بغیر جماعت کے تنہا یا دو تین آدمیوں کی جماعت میں پورا قرآن شریف تین یا زیادہ راتوں میں ختم کرنا بہت بڑا ثواب کا کام ہے؛ لیکن جس طرح کے شبینے اب رائج ہو گئے ہیں کہ نفلی جماعت کے لیے لوگوں کو دعوت دی جاتی اور جماعت بھی تین سے زیادہ آدمیوں کی ہوتی ہے، جو لوگ نماز میں شامل نہیں ہوتے، وہ باتیں کرتے رہتے ہیں یا مٹھائی وغیرہ کے انتظام میں لگے رہتے ہیں، قرآن شریف سننے کی طرف دھیان نہیں کرتے؛ یہ ناجائز ہے۔ (۱)

❖ جائز شبینہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ تراویح کی جماعت رات بھر جاری رہے، اس میں امام بالغ اور متشرع ہو، تین دن سے کم میں قرآن کریم ختم نہ کیا جائے، تمام لوگ ذوق و شوق اور خشوع و خضوع کے ساتھ قرآن کریم سنتے ہوں، زائد روشنی اور چراغاں سے پرہیز کیا جائے، بلا ضرورت لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نہ ہو اور نام و نمود سے کلی اجتناب کیا جائے؛ مگر اس زمانے میں ان شرائط کا تحقق مشکل ہے، اس لیے مطلقاً شبینہ کو منع کرنے ہی میں احتیاط ہے۔ (۲)

❖ تراویح میں ختم قرآن کے موقع پر پہلی رکعت میں سورہ ناس اور دوسری رکعت میں سورہ بقرہ کا ابتدائی حصہ ھم المفلحون تک پڑھنا مستحب ہے؛ البتہ ختمِ قرآن کے علاوہ دوسری نمازوں میں بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ ناس نہ پڑھی جائے۔ (۳)

❖ تراویح پڑھانے والے کو چاہیے کہ کسی بھی سورت کے شروع میں بسم اللہ ایک

(۱) امداد الفتاوی: ۴۸۷/۲،۴۸۸، زکریا، دیوبند، فتاوی عثمانی: ۴۶۳/۱، مجلس جامع الخیر، آمبور، انڈیا
(۲) امداد الفتاوی مع حاشیہ: ۴۸۷/۲،۴۸۸، زکریا، فتاوی عثمانی: ۴۶۴/۱، مجلس جامع الخیر، آمبور، انڈیا
(۳) فتاوی ہندیۃ: ۷۹/۱، زکریا، دیوبند، غنیۃ المتملی، فتاوی عثمانی: ۴۶۸/۱، فتاوی دار العلوم دیوبند: ۱۹۸/۴، دار الاشاعت، کراچی

بار جہرا (آواز سے) ضرور پڑھ دے تاکہ سامعین کا بھی قرآن پورا ہوجائے۔(۱) ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ جہراً نہیں پڑھنی چاہیے؛ بل کہ سرًّا پڑھنی چاہیے، اس لیے کہ حنفیہ کے نزدیک نماز میں بسم اللہ کا جہر نہیں ہے؛ بل کہ اخفاء (آہستہ پڑھنا) مسنون ہے، بعض ائمہ ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ جہراً پڑھتے ہیں؛ یہ مکروہ ہے۔(۲)

❖ بسم اللہ پڑھنے کے لیے کسی سورت کو مخصوص سمجھنا بے اصل ہے، جیسا کہ بعض لوگ سورہ اخلاص کے شروع میں بسم اللہ جہراً پڑھنے کا التزام کرتے ہیں۔

❖ تراویح کی نماز میں بچہ کو سامع بنانے کی ضرورتاً گنجائش ہے۔(۳)

❖ تراویح کے ختم پر دعا مانگنا مستحب ہے اور سلف وخلف کا معمول ہے، وتر کے بعد دعا مشروع نہیں ہے۔(۴)

❖ تراویح کی نماز کھڑے ہوکر ہی پڑھنی چاہیے، بلاعذر بیٹھ کر تراویح پڑھنا اگرچہ جائز ہے؛ لیکن خلافِ مستحب ہے، اس میں ثواب آدھا ملے گا۔(۵)



(۱) امداد الفتاوی: ۴۹۵/ ۱، زکریا، دیوبند، فتاوی دار العلوم دیوبند: ۲۶۲/ ۴، مکتبہ دار العلوم، دیوبند

(۲) فتاوی دار العلوم دیوبند: ۲۷۸/ ۴، مکتبہ دار العلوم دیوبند، قدیم، امداد الاحکام: ۲۴۴/ ۲، زکریا، دیوبند

(۳) فتاوی عثمانی: ۴۶۸/ ۱

(۴) فتاوی دار العلوم دیوبند: ۲۵۳/ ۴، مکتبہ دار العلوم دیوبند، قدیم

(۵) فتاوی ہندیہ: ۱۱۸/ ۱، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع، فصل فی التراویح، دار الفکر، بیروت

مسافر کی نماز

شریعت نے لوگوں کی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے مسافرین کو مختلف سہولتیں دی ہیں؛ تاکہ آسانی کے ساتھ وہ حقوق اللہ ادا کرسکیں، انہیں سہولیات میں سے ایک سہولت نماز میں تخفیف بھی ہے، سفر کے دوران چار رکعت والی نماز کو صرف دو رکعت پڑھنے کا حکم ہے اور یہ قصر کرنا صرف مباح ہی نہیں؛ بل کہ واجب ہے، حتی کہ اگر کوئی مسافر دو کے بجائے چار فرض ادا کرلے تو وہ گنہگار ہوگا۔[1]

❖ شرعی مسافتِ سفر کلومیٹر کے اعتبار سے تقریباً سوا ستتر (۷۷.۲۵) کلومیٹر بنتی ہے، لہٰذا جو شخص مسافرِ شرعی بن جائے، اس کے لیے ضروری ہے کہ تنہا فرض پڑھنے یا امامت کرنے کی صورت میں چار رکعت والی نمازیں دو رکعت ہی پڑھے۔[2]

❖ جب مسافر سفر کی نیت سے اپنی جائے قیام کی آبادی اور اس کے ملحقات سے آگے بڑھے گا، تو اس پر قصر کے احکامات شروع ہوں گے، محض گھر یا محلہ سے نکلنے سے وہ مسافر نہ سمجھا جائے گا۔[3]

❖ بڑے شہر جن کی آبادیاں میلوں تک پھیلی ہوئی ہیں، اس سے جو شخص سفر شروع کرے، تو وہ اس وقت سے مسافر شمار ہوگا، جب کہ اس شہر کی عرفی و حکومتی حدود سے باہر نکل آئے، اگرچہ آبادی کا اتصال ختم نہ ہو، مثلاً دلی سے غازی آباد کی طرف سفر کرنے والا

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۶۰۳/ ۲، زکریا، دیوبند
(۲) جواہر الفقہ: ۴۷/ ۳، مکتبہ دار العلوم کراچی، الاوزان المحمودۃ، ص: ۹۲ تا ۹۸، دار الکتاب، دیوبند
(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۵۹۹/ ۲، زکریا، دیوبند

جب ضلع غازی آباد کی حدود میں داخل ہوگا، اسی وقت سے مسافر سمجھا جائے گا؛ حالاں کہ دلی اور غازی آباد کی آبادیاں متّصل ہو چکی ہیں۔(۱)

❖ آبادی سے ملا ہوا اسٹیشن، بس اسٹینڈ، ایئر پورٹ سب شہر ہی کے حکم میں ہیں؛ لہٰذا وہاں سے سفر شروع کرنے والا یا واپس آنے والا ان جگہوں پر قصر نہیں کرے گا؛ لیکن اگر یہ جگہیں آبادی سے فاصلہ پر ہوں جیسا کہ آج کل بعض شہروں کے ایئرپورٹ آبادی سے کافی دوری پر واقع ہوتے ہیں، تو پھر آدمی حدودِ شہر سے نکلتے ہی مسافر ہوجائے گا اور ایئرپورٹ وغیرہ پر قصر کرے گا۔(۲)

❖ اگر کسی جگہ کی مسافت راستوں کے اعتبار سے الگ الگ ہے، مثلاً ٹرین کے راستہ سے مسافت سفر زیادہ ہے، جس سے آدمی مسافر ہوجاتا ہے اور سڑک کے راستہ سے کم ہے تو مسافر جس راستہ کو اختیار کرے گا اسی کا اعتبار ہوگا۔ اگر لمبی مسافت والے راستہ سے سفر کیا ہے تو مسافر ہوجائے گا اور اگر دوسرے راستہ سے سفر کیا ہے تو مسافر نہ ہوگا۔(۳)

❖ اگر کوئی شخص سفر شرعی کے ارادہ سے اپنے شہر سے روانہ ہوا؛ لیکن ابھی شرعی مسافت طے نہیں کی تھی کہ اس کا آگے جانے کا ارادہ ملتوی ہوگیا، تو ایسا شخص جاتے ہوئے تو مسافر شمار ہوگا اور جس جگہ سے اس نے واپسی کا ارادہ کیا ہے، وہیں سے مقیم سمجھا جائے گا۔(۴)

❖ اگر کوئی مسافر اپنے وطن لوٹ کر آئے تو اسی جگہ پہنچنے پر وہ مقیم قرار پائے گا جہاں سے آگے بڑھنے پر اسے مسافر قرار دیا گیا تھا، یعنی اس شہر سے ملحق متّصل آبادی تک پہنچ جائے۔(۵)

---

(۱) فتاوی رحیمیہ: ۱۸۰/ ۵، ۱۸۱، دار الاشاعت، کراچی
(۲) احسن الفتاوی: ۴۷/ ۴، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۶۰۳/ ۲، زکریا، دیوبند
(۴) الدر المختار مع رد المحتار: ۶۰۴/ ۲، ۶۰۵، زکریا، دیوبند
(۵) الدر المختار مع رد المحتار: ۶۰۴/ ۲، زکریا، دیوبند

❖ اگر کسی شخص نے کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرلی اور نماز میں اتمام شروع کردیا؛ لیکن پھر اس کا پروگرام پندرہ دن سے پہلے ہی سفر کا بن گیا، تو جب تک وہ سفر شروع نہیں کرے گا اس وقت تک مقیم ہی رہے گا۔ (۱)

❖ اگر مسافر امام چار رکعت نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے مقیم مقتدیوں کی نماز فرض ادا نہ ہوگی۔ (۲) البتہ امام نے اگر قعدۂ اولیٰ کرلیا ہے تو خود اس کی اور مسافر مقتدیوں کی نماز اخیر میں سجدۂ سہو کرنے سے درست ہوجائے گی۔ (۳) اور اگر سجدۂ سہو کیے بغیر سلام پھیر دیا ہے تو نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ (۴) اور وقت کے اندر اندر اعادہ کی زیادہ تاکید ہے اور وقت نکلنے کے بعد اتنی تاکید نہیں۔

❖ مقیم شخص ہر نماز میں مسافر کی اقتدا کرسکتا ہے اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ اپنی دو رکعت پوری کرے، اور ان دو رکعتوں میں قراءت کا حکم نہیں ہے۔ (۵)

❖ مسافر اگر کسی جگہ اطمینان کے ساتھ مقیم ہو اور اسے سفر کی جلدی نہ ہو، تو بہتر یہی ہے کہ فرائض کے ساتھ سننِ مؤکدہ بھی ادا کرے اور اگر اطمینان کی کیفیت نہ ہو اور سفر کی جلدی ہو، تو ایسی صورت میں سننِ مؤکدہ ترک کردینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۶)



(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۳۳/ ۲، ۲۷۲، دار الفکر، بیروت
(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۶۱۲/ ۲، زکریا، دیوبند
(۳) فتاویٰ ہندیہ: ۱۳۹/ ۱، دار الفکر، بیروت
(۴) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۴۶/ ۲، ۱۴۷، زکریا، دیوبند
(۵) الدر المختار مع رد المحتار: ۶۱۰/ ۲، ۶۱۱، زکریا، دیوبند
(۶) الدر المختار مع رد المحتار: ۶۱۳/ ۲، زکریا، دیوبند

مریض کی نماز

جو شخص کھڑے ہونے سے اتنا عاجز ہو کہ کھڑے ہوتے ہی گر جائے یا ضعف اور کمزوری کی وجہ سے کھڑا نہ ہو سکے، یا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے مرض کے بڑھ جانے یا دیر سے ٹھیک ہونے کا اندیشہ ہو یا سر چکراتا ہو یا شدید تکلیف ہوتی ہو تو ایسے شخص کے لیے بیٹھ کر فرض اور واجب نمازیں پڑھنا جائز ہے اور قیام کا فریضہ اس سے ساقط ہے۔[۱]

❖ جو شخص کسی وجہ سے سجدہ کرنے پر قادر نہ ہو اس سے بھی نماز میں قیام کا فریضہ ساقط ہے، اس کے لیے بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھنا افضل ہے، اگر کھڑے کھڑے اشارہ سے نماز پڑھے گا تو خلافِ اولیٰ ہوگا۔[۲] البتہ اگر وہ زمین پر نہ بیٹھ سکے تو اس کے لیے کرسی یا اسٹول پر بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھنے کی بھی گنجائش ہے۔[۳]

❖ اگر کسی شخص کی حالت یہ ہے کہ پیدل چل کر مسجد جائے تو وہاں جماعت کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا جب کہ گھر میں قیام پر قادر ہے، تو ایسے شخص کے لیے مسجد جانے کے بجائے گھر میں کھڑے ہو کر تنہا نماز پڑھنا ضروری ہے۔[۴]

❖ مریض جس طرح سہولت ہو بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے؛ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ اگر

---

(۱) رد المحتار: ۲/۵۶۴ تا ۵۶۶، زکریا، دیوبند

(۲) رد المحتار: ۲/۵۶۷، زکریا، دیوبند

(۳) چند اہم عصری مسائل: ۱/۱۲۹، مکتبہ دار العلوم دیوبند

(۴) رد المحتار: ۲/۵۶۵، زکریا، دیوبند

زیادہ کلفت نہ ہو تو تشہد کی ہیئت پر بیٹھ کر نماز ادا کرے۔ (۱)

❖ جس شخص کی حالت یہ ہے کہ وہ کچھ وقت کے لیے کھڑے ہونے اور قراءت کرنے پر قادر ہے؛ لیکن دیر تک نہیں کھڑا رہ سکتا، تو ایسے شخص پر لازم ہے کہ جتنی دیر تک کھڑا رہ سکے کھڑا ہو اور جب کھڑا ہونا مشکل ہو تو بیٹھ جائے۔ (۲)

❖ اگر کوئی شخص بلا سہارا کھڑے ہونے پر تو قدرت نہ رکھے؛ لیکن سہارے کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہو، مثلاً دیوار، لاٹھی کے سہارے کھڑا ہو سکتا ہو تو ایسے شخص کے لیے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا لازم ہے، اس کی نماز بیٹھ کر ادا نہ ہوگی۔ (۳)

❖ بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھنے والا سر جھکا کر رکوع اور سجدہ کرے گا اور سجدے میں رکوع کی حالت سے زیادہ سر کو جھکائے گا، اس حالت میں سجدے کی صحت کے لیے سرین کا اٹھانا لازم نہیں ہے۔ (۴)

❖ جو شخص کسی طرح بھی بیٹھنے پر قادر نہ رہے، یعنی: تکیہ وغیرہ کے سہارے سے بھی بیٹھ نہ سکے، تو ایسا شخص لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھے گا، اور اس کے لیے درج ذیل دو طرح کی ہیئت اپنانا درست ہے:

۱- افضل یہ ہے کہ پیر قبلہ کی طرف کر کے گھٹنے کھڑے کر لے اور سر کے نیچے تکیہ لگا دیا جائے؛ تاکہ چہرہ قبلہ کی طرف ہو جائے اور پھر گردن کے اشارہ سے نماز ادا کرے۔

۲- دوسری صورت یہ ہے کہ مریض کو کروٹ پر لٹا کر اس کا چہرہ قبلہ کی طرف کر دیا

(۱) رد المحتار: ۵۶۷، ۵۶۶ / ۲، زکریا، دیوبند

(۲) رد المحتار: ۵۶۷ / ۲، زکریا، دیوبند

(۳) رد المحتار: ۵۶۷ / ۲، زکریا، دیوبند

(۴) رد المحتار: ۵۶۸ / ۲، زکریا، دیوبند

جائے اور دائیں کروٹ پر لٹانا افضل ہے۔[۱]

❖ اگر کوئی شخص کھڑا تو ہو سکتا ہو مگر اپنی بیماری یا ضعف کی وجہ سے رکوع اور سجدہ نہ کر سکتا ہو تو اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا لازم نہیں؛ بل کہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع اور سجدے کے لیے اشارہ کرے، یہی افضل ہے۔[۲]

❖ جو شخص سجدہ پر قادر نہ ہو اور پاؤں وغیرہ میں تکلیف کی وجہ سے زمین پر کسی طرح بیٹھنا بھی اس کے لیے مشکل ہو تو وہ کرسی یا اسٹول پر بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے؛ لیکن جو شخص کسی بھی طرح زمین پر بیٹھ سکتا ہو اگر چہ سجدے پر قدرت نہ ہو، تو اس کے لیے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، اسے زمین پر بیٹھ کر اشارہ سے نماز ادا کرنی چاہیے، آج کل اس معاملہ میں بہت کوتاہی ہوتی ہے، معمولی بہانے سے لوگ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے لگتے ہیں، انہیں مذکورہ مسئلہ اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے۔[۳]



(۱) ردالمحتار: ۲/۵۶۹، زکریا، دیوبند

(۲) ردالمحتار: ۲/۵٦۷، زکریا، دیوبند

(۳) چند اہم عصری مسائل: ۱/۱۲۹، مکتبہ دارالعلوم دیوبند

سجدۂ تلاوت

قرآنِ پاک کی چودہ آیتوں کی تلاوت سے سجدۂ تلاوت واجب ہوجاتا ہے۔

سجدۂ تلاوت کا مسنون طریقہ:

سجدۂ تلاوت کا اصل رکن سجدہ ہے اور سجدے سے پہلے اور بعد میں دو تکبیریں کہنا مسنون ہے اور بہتر یہ ہے کہ سجدے سے پہلے کھڑے ہوکر سجدے میں جائے اور سجدے کے بعد بھی سیدھا کھڑا ہو؛ لیکن یہ لازم نہیں، اگر بیٹھے بیٹھے بھی سجدہ کرلے گا تو بھی کوئی حرج نہیں اور سجدۂ تلاوت میں تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ نہیں اٹھائے جائیں گے اور نہ سجدے کے بعد بیٹھ کر تشہد پڑھا جائے گا اور نہ ہی سلام پھیرا جائے گا۔ (۱)

❖ اگر پوری آیت پڑھی اور سجدے والا حرف نہ پڑھا، تو سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا؛ (۲) لیکن قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (۳)

❖ اگر کوئی شخص قلم یا کمپیوٹر یا ٹائپ رائٹر وغیرہ سے سجدے کی آیت تحریر کرے؛ لیکن زبان سے نہ پڑھے تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے۔ (۴)

❖ اگر فرض نماز میں سجدۂ تلاوت کی نوبت آئے تو سجدے میں نماز والی تسبیح: «سُبحَانَ رَبِّيَ الأَعلٰی» پڑھے، اور اگر نفل نماز ہو تو تسبیح کے ساتھ دوسری دعائیں بھی

(۱) ردالمحتار: ۲/۵۸۰، زکریا، دیوبند
(۲) ردالمحتار: ۲/۵۷۵، زکریا، دیوبند
(۳) حاشیۃ الطحطاوی، ص: ۴۹۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
(۴) ردالمحتار: ۲/۵۷۵، زکریا، دیوبند

پڑھ سکتا ہے۔ اسی طرح اگر نماز سے باہر سجدۂ تلاوت ادا کر رہا ہو تو سجدے میں ماثور دعائیں بھی پڑھنا درست ہے۔ (۱)

❖ اگر ریڈیو یا موبائل میں رکارڈنگ سے آیتِ سجدہ سنی جائے، تو سننے والے پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے؛ البتہ احتیاط یہ ہے کہ سجدہ کرلیا جائے۔ (۲)

❖ بہتر ہے کہ سجدۂ تلاوت جلد از جلد ادا کرلے، بلا وجہ تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ (۳)

❖ اگر کسی شخص پر تلاوت یا آیتِ سجدہ سننے کی بناء پر سجدۂ تلاوت واجب ہوا؛ لیکن کسی وجہ سے وہ اس وقت فوراً سجدہ نہیں کرسکتا، تو مستحب یہ ہے کہ اس وقت یہ آیت پڑھ لے: ﴿سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ ٱلْمَصِيرُ﴾ اور پھر بعد میں جب موقع ملے سجدۂ تلاوت ادا کرلے۔ (۴)

❖ اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا تھا اسی دوران اس نے کسی دوسرے شخص سے آیتِ سجدہ سنی تو وہ نماز میں سجدۂ تلاوت ادا نہیں کرے گا؛ بل کہ نماز سے فارغ ہو کر سجدہ کرے گا، حتیٰ کہ اگر نماز میں سجدہ کرلیا تو بھی کافی نہ ہوگا، اسے بعد میں دہرانا پڑے گا۔ (۵)

❖ سری نمازوں میں اور جمعہ و عیدین یا بڑے اجتماعات میں امام کو چاہیے کہ وہ آیتِ سجدہ کی تلاوت نہ کرے، کیوں کہ ان نمازوں میں مقتدیوں میں انتشار کا اندیشہ ہے۔ (۶)



(۱) رد المحتار: ۵۸۱، ۵۸۰ / ۲، زکریا، دیوبند
(۲) مستفاد از: رد المحتار: ۵۸۳ / ۲، زکریا، دیوبند
(۳) رد المحتار: ۵۸۳ / ۲، زکریا، دیوبند
(۴) رد المحتار: ۵۸۳ / ۲، زکریا، دیوبند
(۵) رد المحتار: ۵۸۹ / ۲، زکریا، دیوبند
(۶) رد المحتار: ۵۹۸ / ۲، زکریا، دیوبند

نمازِ جنازہ

نماز جنازہ واجب علی الکفایہ ہے یعنی میت کی نماز جنازہ ادا کرنا ضروری ہے، اگر کوئی ادا نہیں کرے گا تو بستی اور اطراف کے سارے لوگ گنہگار ہوں گے اور کچھ لوگ ادا کرلیں گے تو شرکت کرنے والوں کو ثواب ملے گا اور باقی لوگوں کی ذمہ داری ختم ہوجائے گی۔[۱]

نماز جنازہ کے فرائض وسنن:

نماز جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں: (۱) چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا (۲) نماز جنازہ کھڑے ہوکر پڑھنا اور تین چیزیں مسنون ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنا (۲) نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا (۳) میت کے لیے دعا کرنا۔[۲]

نماز جنازہ کا مسنون طریقہ:

نماز جنازہ کا مسنون اور مستحب طریقہ یہ ہے کہ: میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینے کے مقابل کھڑا ہوجائے اور سب لوگ دل میں یا دل کے ساتھ زبان سے بھی یہ نیت کریں کہ: میں اللہ کی رضا اور میت کے حق میں دعا کرنے کے لیے نماز جنازہ پڑھ رہا ہوں، اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ کانوں کی لو تک اٹھا کر ناف کے نیچے باندھ لیں، پھر ثنا پڑھیں، جس کے الفاظ یہ ہیں: «سُبحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمدِكَ وَتَبَارَكَ اسمُكَ

(۱) بدائع الصنائع: ۱/۳۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۱۰۵، ۱۰۶، زکریا، دیوبند

وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاؤكَ وَلاَ إِلٰه غَيرُك»[۱] اس کے بعد دوسری تکبیر کہیں، پھر نماز والا درود شریف پڑھیں، اس کے بعد تیسری تکبیر کہہ کر میت کے لیے دعا کریں، میت اگر بالغ ہے مرد ہو یا عورت، تو یہ دعا پڑھیں:

«اللّٰهُمَّ اغفِر لِحَيِّنا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَأُنثَانَا، اللّٰهُمَّ مَن أحيَيتَه مِنَّا فأَحيِهِ عَلى الإِسلامِ وَمَن تَوَفَّيتَه مِنَّا فَتَوفَّه عَلى الإِيمان».

اور اگر میت نابالغ لڑکا ہو تو یہ دعا پڑھیں:

«اللّٰهُمَّ اجعَلهُ لَنَا فَرطاً واجعَلهُ لَنَا أجراً وَذُخراً وَاجعَلهُ لَنَا شَافِعاً وَمُشَفَّعاً».

اور اگر میت نابالغ لڑکی ہو تو یہ دعا پڑھیں:

«اللّٰهُمَّ اجعَلهَا لَنَا فَرطاً وَاجعَلهَا لَنَا أجراً وَذُخراً واجعَلهَا لَنَا شَافِعةً ومُشَفَّعةً».

اس کے بعد چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیر دیں اور پہلی تکبیر کے علاوہ دوسری اور تیسری اور چوتھی تکبیر میں ہاتھ نہ اٹھائیں؛ بل کہ بلا ہاتھ اٹھائے ہی تکبیر کہیں۔[۲]

❖ نمازِ جنازہ کے صحیح ہونے کے لیے وہ تمام شرطیں ضروری ہیں جو نماز کے لیے ضروری ہے، پاکی حاصل کرنا یعنی بدن کا پاک ہونا، کپڑے کا پاک ہونا جس جگہ نماز ادا کر رہا ہے اس جگہ کا پاک ہونا ستر کا چھپا ہوا ہونا، قبلہ کی طرف رخ ہونا اور نماز جنازہ کی نیت ہونا۔[۳]

---

(۱) رد المحتار: ۱۸۹/ ۲، زکریا، دیوبند

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۰۹/ ۳ تا ۱۱۴، زکریا، دیوبند

(۳) بدائع الصنائع: ۳۴۵/ ۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

❖ جس جگہ آدمی کھڑے ہوکر نمازِ جنازہ ادا کر رہا ہے اگر وہ زمین پاک ہے اس میں نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہورہا ہے تو چپل جوتا اتار کر زمین پر کھڑے ہونا چاہیے صاف ستھری ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہاں گندگی کی کوئی علامت نہ ہو بس اصل کے اعتبار سے اس کو پاک مانا جائے گا اور اگر جگہ کے بارے میں شک ہو تو چپل اتار کر اس کے اوپر کھڑے ہوجائیں پیر نکال کر چپل کے اوپر رکھ لیں؛ کیوں کہ چپل کے اوپر کا حصہ جس سے پیر لگ رہا ہے اس کا پاک ہونا کافی ہے اور اگر تلے میں کوئی گندی چیز لگی ہوئی ہوگی تو اس سے نماز میں اثر نہیں پڑے گا؛ لیکن اگر جوتا نہیں اتاریں گے اور پہنے پہنے نماز پڑھیں گے، تو دونوں شرطوں کا ہونا ضروری ہے کہ چپل بھی پاک ہو اور اس کا تلا بھی۔ (۱)

❖ نمازِ جنازہ میں تکبیر ضروری ہے یعنی اللہ اکبر کہہ کر نماز میں داخل ہونا اور اس کے علاوہ تین اور تکبیر ضروری ہے یعنی نماز جنازہ کے ارکان چار تکبیریں ہیں، یہ چاروں تکبیریں فرض ہیں اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھنا، پھر تین اور تکبیریں کہنا یہ فرض ہیں، باقی اس کے اندر جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں وہ سنت ہیں، اگر دعائیں چھوٹ بھی گئیں تو تکبیر سے نماز جنازہ ادا ہوجائے گی۔ (۲)

❖ اگر کسی شخص کو نمازِ جنازہ کی دعا یاد نہ ہو، تو وہ صرف «اللّٰهُمَّ اغفِر لَه» پڑھتا رہے اور اگر یہ بھی یاد نہ ہوسکے تو صرف چار تکبیر کہنے سے نماز ہوجاتی ہے؛ لہٰذا بلا عذر نماز نہ چھوڑے۔ (۳)

❖ اگر کوئی شخص نماز جنازہ میں ایسے وقت پہنچا کہ اس کے آنے سے پہلے کچھ

---

(۱) امداد الاحکام: ۸۳۲/۱، ۸۳۳، مکتبہ دار العلوم کراچی

(۲) رد المحتار: ۱۰۵/۳، ۱۰۶، زکریا، دیوبند

(۳) رد المحتار: ۱۱۰/۳، زکریا، دیوبند

تکبیریں ہوچکی تھیں، تو اس شخص کو اور نمازوں کی طرح آتے ہی نماز جنازہ میں شریک نہیں ہونا چاہیے؛ بل کہ امام کی اگلی تکبیر کا انتظار کرے جب امام اگلی تکبیر کہے تو یہ شخص بھی اب ہاتھ اٹھاکر تکبیر کہہ کر نماز میں شریک ہوجائے، یہ اس کی تکبیرِ تحریمہ ہے، پھر جب امام سلام پھیر دے تو یہ شخص امام کے سلام کے بعد بقیہ تکبیریں کہہ کر سلام پھیر دے اور اگر جنازہ فوراً اٹھائے جانے کا اندیشہ ہو تو ان تکبیروں کے درمیان اس کے لیے کچھ پڑھنا ضروری نہیں۔ (۱)

❖ اگر مسبوق آتے ہی امام کی تکبیر کا انتظار کیے بغیر نماز میں شریک ہوجائے تو یہ شرکت معتبر تو ہے؛ لیکن چوں کہ نماز جنازہ کی ہر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام ہے، اس لیے اس تکبیر کا کچھ اعتبار نہ ہوگا؛ بل کہ اس تکبیر کو بھی امام کے سلام پھیرنے کے بعد دوبارہ کہنا ہوگا۔ (۲)

❖ اگر کوئی شخص نمازِ جنازہ میں ایسے وقت پہنچا کہ امام چاروں تکبیریں کہہ چکا تھا اب اگر یہ نماز میں شریک ہونا چاہتا ہے تو فوراً امام کے سلام پھیرنے سے پہلے پہلے تکبیر کہہ کر نماز میں شریک ہوجائے، پھر امام کے سلام کے بعد تین تکبیریں کہہ کر سلام پھیر دے۔ (۳)

❖ اگر نماز جنازہ میں امام نے بھول کر تین تکبیروں کے بعد سلام پھیر دیا، پھر یاد آنے پر یا یاد دلانے پر چوتھی تکبیر کہی اور دوبارہ سلام پھیر دیا تو نماز جنازہ درست ہوگئی، دوبارہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ (۴)

---

(۱) ردالمحتار: ۳/۱۱۴ تا ۱۱۶، زکریا، دیوبند

(۲) ردالمحتار: ۳/۱۱۴، ۱۱۵، زکریا، دیوبند

(۳) ردالمحتار: ۳/۱۱۶، ۱۱۷، زکریا، دیوبند

(۴) فتاوی ہندیہ: ۱/۱۶۵، دارالفکر، بیروت، البحر الرائق: ۲/۱۹۸، دارالکتاب الاسلامی، بیروت

❖ اگر نمازِ جنازہ ہورہی ہو اور وضو کرنے میں یہ اندیشہ ہو کہ نماز ختم ہوجائے گی تو تیمم کرکے نماز پڑھ لے یہ اس وقت جائز ہے جب کہ چاروں تکبیریں فوت ہونے کا خوف ہو، اگر وضو کرنے کے بعد آخری تکبیر میں شرکت ممکن ہو تو پھر تیمم کرنے کی اجازت نہ ہوگی، اب وضو کرکے ہی نماز پڑھنی ہوگی۔ (۱)

❖ مستحب یہ ہے کہ نماز میں شرکت کرنے والوں کی تین صفیں کردی جائیں۔ (۲) اور اگر لوگ زیادہ ہوں تو بشرط سہولت طاق عدد کے اعتبار سے صفیں بنائی جائیں، مثلاً تین، پانچ، سات وغیرہ۔ (۳)

❖ جو بچہ زندہ پیدا ہوا ہو اور پیدائش کے بعد اس کی آواز سنی گئی ہو پھر اس کا انتقال ہوا ہو، تو اس کی نماز جنازہ پڑھنی ضروری ہے، اور اس کا طریقہ وہی ہے جو بڑوں پر نماز جنازہ کا ہے، بس فرق یہ ہے کہ تیسری تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھیں گے:

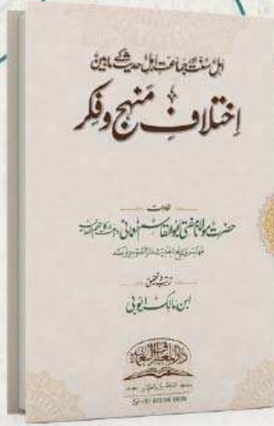
«اللّٰهُمَّ اجعَلهُ لَنَا فَرطاً واجعَلهُ لَنَا أجراً وَذُخراً وَاجعَلهُ لَنَا شَافِعاً وَمُشَفَّعاً».

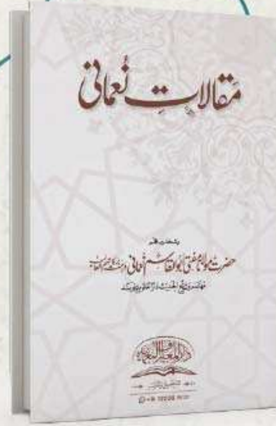
(اور اگر بچی ہو تو «اجعَله» کے بجائے «اجعَلها» پڑھیں۔ (۴)

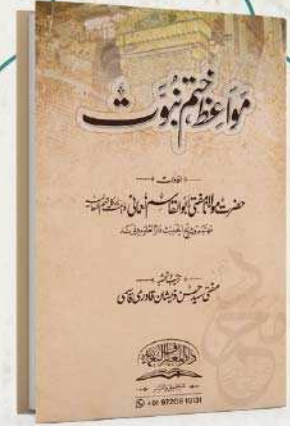


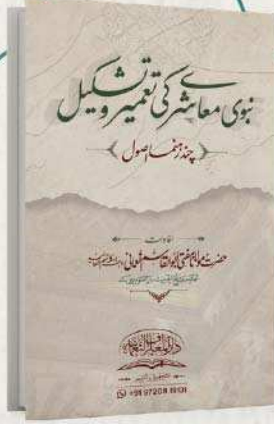


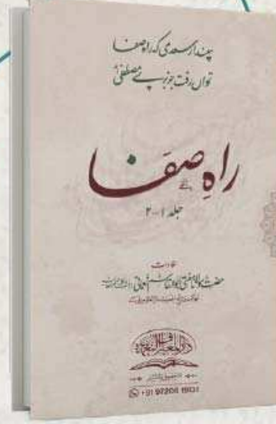
(۱) ردالمحتار: ۴۰۸/۱، زکریا، دیوبند
(۲) فتاوی ہندیہ: ۱۶۴/۱، دارالفکر، بیروت
(۳) تعلیم الاسلام، ص: ۱۸۳، بشریٰ، کراچی
(۴) المحیط البرہانی: ۱۸۷/۲، دارالکتب العلمیۃ، بیروت



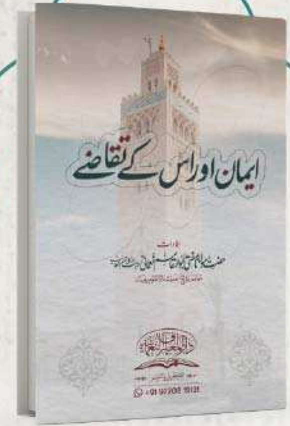












وضاحت: گذشتہ برسوں میں شائع ہونے والی کتابیں، جیسے: اسباقِ حدیث، مواعظِ نعمانی اور خُطباتِ نعمانی وغیرہ اب اپنی سابقہ شکل میں دستیاب نہیں ہوں گی۔ اِن کُتب کے قیمتی مشمولات کو جدید ترتیب و تدوین کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔



/@abulqasimnomani



DAR AL-MA'ARIF
AL-NOMANIA


ISBN 978-93-5913-644-8
9 789359 136448